إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

6- لَا يُحِبُّ اللّٰهُ

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآنا عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ -6

نگہت ہاشمی

AL NOOR-PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 6)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

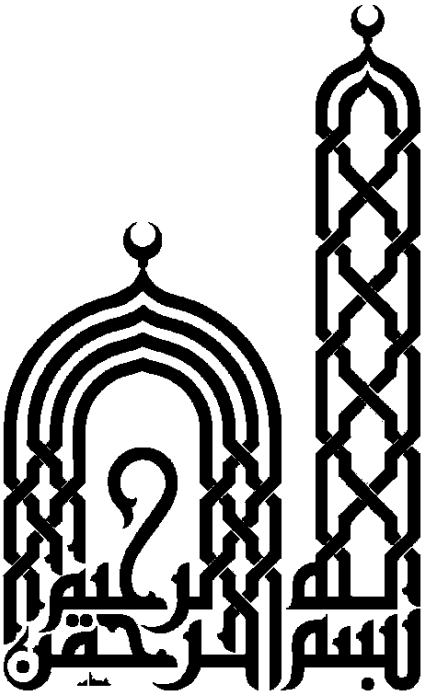

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

''اللہ تعالیٰ بُرائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

سَمِیْعًا عَلِیْمًا﴾

سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (148)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ہناد بن سری نے کتاب الزہد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت یعنی ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاں مہمان رکھا لیکن صحیح طور پر اس کی مہمان نوازی کا حق ادا نہ کیا۔ اس نے وہاں سے آنے کے بعد لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ میں فلاں صاحب کا مہمان ہوا لیکن اس نے مہمان داری کا حق ادا نہیں کیا اس طرح اس شخص نے برائی کا اظہار کیا لیکن یہ شخص مظلوم تھا اس لیے ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ سے اس کے اظہار کی اجازت دی گئی۔ (تفسیر ابن عباس: 313/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو بدگوئی پسند نہیں البتہ مظلوم کے لیے ظالم کو اعلانیہ برا کہنے کی اجازت دی گئی ہے، اس حقیقت کی وضاحت ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ ۔۔۔ عَلِیْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا'' یعنی بری بات، گالی گلوچ، بدزبانی، کسی پر عیب لگانا، جھوٹ، بہتان، کسی کو بددعا دینا، غیبت، چغل خوری وغیرہ۔

(2) ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ ''مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی پر بددعا کرنے کو پسند نہیں فرماتا، البتہ مظلوم ظالم پر بددعا کر سکتا ہے لیکن مظلوم کا بھی صبر کرنا بہتر ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 387/1)

(3) ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ ''مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' مظلوم کو ظالم کے لیے بددعا کی رخصت ہے لیکن صبر کرے تو بہتر ہے۔ (فتح القدیر: 677/1)

(4) رب العزت کا فرمان ہے ﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی ایک برائی ہے پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (الشوریٰ: 40)

(5) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ مظلوم ظالم سے بدلہ لے سکتا ہے۔ ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' (الشوریٰ:41)

(6) مظلوم بدلہ لے سکتا ہے لیکن زیادتی نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو گناہ ابتداء کرنے والے پر ہی ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے یعنی زیادتی نہ کرے۔'' (مسلم:6591)

(7) اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لیے ایک دوسرے کی برائی کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برائی کے اظہار کے معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں

(i) کچھ لوگوں کے اندر برائی کرنے کی قوت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے وہ برائی کرنے سے رکے رہتے ہیں۔ جب علانیہ برائی کا اظہار ہونے لگتا ہے تو ان کا خوف دور ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ سوچتے ہیں کہ وہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ اور لوگ بھی یہ کام کر رہے ہیں، یوں برائی کرنا ان کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔

(ii) لوگوں کے لیے برائی کا سننا آسان ہو جاتا ہے۔ اُن کے دل سے برائی کی نفرت میں کمی آجاتی ہے اور وہ برائی کو مٹانے کے لیے فوراً نہیں اٹھتے۔

(iii) معاشرے پر سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ اب معاشرے میں برائی کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں میں برائی کے لیے نفرت نہیں رہ جاتی۔

(8) برائی کے اظہار کا حق محدود کر دیا گیا ہے

(i) صرف وہی شخص برائی کا اظہار کر سکتا ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

(ii) برائی کا اظہار صرف اس شخص کے خلاف ہو سکتا ہے جس نے ظلم کیا ہو۔

(iii) برائی کا اظہار صرف ان ہی لوگوں کے سامنے ہو سکتا ہے جو ظالم کے خلاف کاروائی کر سکتے ہوں۔

(9) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کو استعمال کر کے یہ شعور دلایا ہے کہ جو بری زبان اور بری گفتگو تم استعمال کرو گے اس کو صرف تمہارا مخاطب ہی نہیں سنے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت اور عظیم ہستی بھی اس کو سن لے گی۔ وہ بااختیار ہے اور بات پر پکڑنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

(10) یہ شعور دلا کر اس احساس کو انسان کے اندر راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان کی نیت، بدگوئی کی وجوہات، انسان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اور الزامات کی درستگی کا اللہ تعالیٰ کو خوب اندازہ ہے۔ یعنی اگر انسانوں کو نہیں پتہ تو رب جانتا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا؟ دل کے اندر کیا بات آئی تھی؟ زبان سے کیا بات نکلی؟ اس کے کیسے اثرات مرتب ہوئے؟ کیا الزام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگا؟ طعنہ دیا گیا، کیسے پیٹھ پیچھے سے چغلیاں کی گئیں، کیا ہوا؟ انسان سارے معاملات کا خود بھی نوٹس کرنے والا ہو یا نہ ہو رب کو خود ہی پتہ ہے کیونکہ وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ہر بات عیاں ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس طرح سے انسان رب کی محبت کی وجہ سے زبان کھولنے سے رک جاتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے تم مجھ سے تو چھپ نہیں سکے اور تم مجھ سے چھپ سکتے بھی نہیں ہو اس لیے بہتر ہے کہ اپنی بدگوئی چھوڑ دو۔ آئندہ کے لیے نیت کر لو کہ یہ کام نہیں کرنے اور اپنے آپ کو اس بری عادت سے بچانا ہے۔

سوال 3: جب معاشرے میں کہیں ظلم کیا جا رہا ہو تو اس پر مسلمانوں کا کیا طرز عمل ہونا چاہئے؟

جواب: (1) ظلم کے ازالے کے لیے تعاون کرنا اسلام کا اصول ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: مظلوم کی مدد کا تو پتہ ہے یہ بتائیں کہ ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ظلم کرنے سے روک دیں۔'' (ترمذی)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے اپنے ہمسائے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور صبر کرو''، وہ آپ ﷺ کے پاس دو یا تین بار آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک کام کرو اپنا کل مال اسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دو'' اس نے ایسا ہی کیا۔ راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا اب جو گزرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ کہتا میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ آ گیا ہوں۔ راہ گزر اسے برا بھلا کہتا' کوئی کہتا رب کی مار اس پڑوسی پر، کوئی کہتا اللہ غارت کرے۔ اس پڑوسی کو جب اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا منتیں کر کے کہا اپنے گھر چلو۔ اللہ کی قسم! اب مرتے دم تک تم کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔ (سنن ابوداؤد: 5153)

سوال 4: اللہ رب العزت نے آیت کے ابتداء میں ہی اپنی ناپسندیدگی کا احساس دلایا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی میں اپنی ناپسندیدگی کا شعور دلا کر مومن کو تیار کیا ہے کہ اسے اپنی نہیں بلکہ اپنے رب کی پسند کو دیکھنا ہے۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

''اگر تم نیکی اعلانیہ کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

عَفُوًّا قَدِيْرًا﴾

بہت معاف کرنے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (149)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: نیکیاں اور معافی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں، اس حقیقت کی وضاحت ﴿اِنْ تُبْدُوْا ... قَدِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ﴾ ''اگر تم نیکی اعلانیہ کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی برائی سے درگزر کرو'' اس آیت سے پہلے یہ واضح کیا گیا ہے کہ برائی کا اظہار کرنا اچھا نہیں ہے اور یہاں ایمان والوں کو آمادہ کیا جا رہا ہے کہ بھلائی کے لیے کوشش کریں۔ معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا بھلائی ہے۔ معاف کرنے سے بھلائی ظاہر ہو گی اور معاف نہ کرو گے تو نیکی چھپ جائے گی۔

(2) نیکیاں اور معافی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں۔ نیکی خواہ ظاہر کرو یا چھپاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا اور پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(3) اگر تم کسی سے بھلائی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بھلائی کرے گا کیونکہ عمل کی جزا اس کی جنس سے ہوتی ہے۔

(4) ﴿اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ﴾ ''یا کسی برائی سے درگزر کرو'' یعنی وہ شخص جو تمہارے بدن، تمہارے اموال اور تمہاری عزت و ناموس کے معاملے میں برا سلوک کرے تم اسے معاف کر دو۔ عمل کی جزا اس کی جنس سے ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے معاف کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 621/1) (5) تم برائی کا مواخذہ نہ کرو۔ (ایسر التفاسیر: 307)

(6) اپنے دلوں سے برائی محو کر دو۔ (الاساس فی التفسیر: 1217/2)

(7) اللہ تعالیٰ نے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''آپ درگزر اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔'' (الاعراف: 199) جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نہ ان کی باتوں پر برا منایا جائے اور نہ سوچا جائے۔

(8) ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔'' (النحل: 126)

(9) درگزر کرنا تقویٰ کے قریب ہے۔ ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو۔'' (البقرہ: 237)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) درگزر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران:134)

(11) دوسروں کو معاف کر دینے کے بہت سے فائدے ہیں: (i) معاف کرنے کی صورت میں تلخی مٹ جاتی ہے، دل سے بات غائب ہو جاتی ہے اور تکلیف کی شدت دور ہو جاتی ہے۔ (ii) معاف کر دینے سے دل سے بات نکل جاتی ہے، دل صاف ہو جاتا ہے اور بدگمانی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر انسان طعنہ نہیں دیتا، وقت برباد نہیں کرتا، غیبت نہیں کرتا، معاشرے میں مثبت تعمیری کردار ادا کر سکتا ہے۔ (iii) معاف کرنے سے اندر کی برائیاں نکلتی ہیں۔ اگر کوئی معاف نہ کرنا چاہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ برائی کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر شیطان بار بار حملہ کرے گا۔

(12) ان گندگیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کا دل میں بسنا ناممکن ہے۔ (اشرف الحواشی:123/1)

(13) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مثال دی ہے کہ میں قدرت کے باوجود معاف کر دیتا ہوں۔ جیسے میں تمہارے گناہ معاف کرتا ہوں اسی طرح تم بھی دوسروں کے گناہوں کو معاف کر دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے حالانکہ وہ انتقام لینے پر قادر ہے اس طرح اگر تم بھی قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دیتے ہو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کھلے اور پوشیدہ سب کچھ جانتا ہے وہ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور تمہیں اس کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا۔ (تیسیر الرحمن:310/1)

(14) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا شعور دلا کر انسان کے قلب کی صفائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان کر کے انسان کو سکھایا ہے کہ تم کسی کو نہ دیکھو! تم رب کو دیکھو۔ انسان جب ظالم کی طرف دیکھتا ہے تو کبھی معاف کرنے کو اس کا دل نہیں کرتا۔ انسان کو اس کا ظلم تنگ کرتا ہے اور انسان اس سے انتقام لینا چاہتا ہے لیکن جب انسان اپنے رب کی طرف دیکھتا ہے تو پھر اپنے معاملات کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے میرا رب مجھے کہاں کہاں دیکھتا ہے؟ میرا رب مجھے کہاں کہاں معاف کرتا ہے؟ اس کی وجہ سے انسان کے اندر یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بھی اپنے جیسوں کو معاف کر سکے۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے برائی سے درگزر کرنا کیسے سکھایا؟

جواب: (1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو اپنے حق کی خاطر انتقام لیتے ہوئے نہیں دیکھا، ہاں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا تو سب سے زیادہ غصہ آپ کو آیا کرتا تھا، اگر کبھی آپ کو دو باتوں میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ نے وہ بات پسند فرمائی جو دونوں میں آسان ہوتی بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ (شمائل ترمذی، مسلم) اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ معاف کرنے والے تھے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کریں؟ آپ ﷺ (سن کر) چپ رہے، پھر اس نے اپنی بات دھرائی، آپ ﷺ پھر خاموش رہے، تیسری بار جب اس نے اپنی بات دھرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن ستر بار اسے معاف کرو۔'' (ابوداؤد:5164)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا اور تم معاف کرو، (بدلے میں) اللہ تعالیٰ تم کو معاف کرے گا۔'' (صحیحہ:2441)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ

درمیان فرق کریں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں

ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾

کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنا لیں'' (150)

سوال 1: قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا جامع تصور پیش کیا ہے جس کے مطابق:

(1) اللہ تعالیٰ کی ذات اور تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا غلط ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے درمیان فرق کر کے بعض پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کر دینا غلط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سارے رسول ایک ہی عظیم امانت کے وارث رہے ہیں۔ان میں سے کوئی رسول علیحدہ نہیں ہے اور یہ سلسلہ کہیں سے کٹا ہوا نہیں ہے۔(5) رسولوں کے سلسلے سے ہٹ کر کوئی دین اور کوئی نظریہ اختیار کرنا گمراہی ہے۔

سوال 2: تمام انبیاء پر ایمان لانا ایمان کی شرط ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ۔۔۔سَبِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کو ڈرا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہیں۔(جامع البیان: 6/7)

(2) ﴿وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق ڈالنے سے مراد ہے (i) اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے رسولوں کو نہ ماننا۔(ii) اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے کسی رسول کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ سب تفریق ڈالنا ہے۔

(3) ﴿وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں'' یہودیوں نے رسولوں کے درمیان فرق کیا ان کا تمام انبیاء پر ایمان ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔عیسائی تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں مگر محمد ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے۔

(4) تمام انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے اس لیے جس نے کسی نبی کو نہیں مانا اس کا تمام انبیاء پر شرعی ایمان نہیں ہے بلکہ اس کا ایمان کسی غرض، کسی خواہش اور عصبیت پر مبنی ہے۔

(5) ﴿وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا﴾ ''اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنا لیں'' جو لوگ بعض انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض پر نہیں رکھتے اور ان کے درمیان ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں وہ ایمان اور کفر کے درمیان متوسط دین بنانا چاہتے ہیں۔(فتح القدیر: 678/1)

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾

''یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (151)

سوال 1: رسولوں کے درمیان تفریق کرنے والے حقیقی کافر ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ۔۔۔عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ ''یہی لوگ حقیقی کافر ہیں'' یہ لوگ حقیقی کافر ہیں جو رسولوں میں فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ان کا ان انبیاء پر بھی ایمان نہیں جن پر ایمان کا یہ دعوی کرتے ہیں کیونکہ وہ شرعی ایمان نہیں ہے۔

(2)﴿وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' ان کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب اس لیے تیار کر رکھا ہے کیونکہ انہوں نے انبیاء پر ایمان نہ لا کر ان کی توہین کی ہے۔

سوال 2: اسلام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنے والوں، کسی کو ماننے اور کسی کو نہ ماننے والوں کو حقیقی کافر قرار دیا ہے اس کی وجہ بیان کریں؟

جواب: (1) اسلام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنے والوں، کسی کو ماننے اور کسی کو نہ ماننے والوں کو حقیقی کافر قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ: (i) ایمان ایک مستقل اکائی ہے۔اس کے ٹکڑے نہیں کیے جا سکتے۔ایمان کے لیے پہلی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین دیا ہے وہ بھی ایک ہو، جو دین رسول لے کر آئے وہ بھی ایک ہو جو اس اکائی میں فرق لاتا ہے کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

(ii) یہی تصور حیات اہل ایمان کو ایک متحد قافلے کی شکل دے سکتا ہے۔خواہ ان کا تعلق کسی بھی دور اور کسی بھی علاقے سے ہو۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا، یہی

يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (152)

سوال: تمام انبیاء پر ایمان لانا کن لوگوں کی خصوصیت ہے اور انہیں کیا بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کی، سارے انبیاء کی نبوت کا اقرار کیا اور اس چیز کی تصدیق کی جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت لے کر آئے۔(جامع البیان: 8/6) اس سے مراد امت محمدیہ ﷺ کے لوگ ہیں جو تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ ''رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا: ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔'' (البقرہ:285)

(3) ﴿وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا'' رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنا اہل ایمان کی خصوصیت ہے اس لیے کہ سارے رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور ایک ہی حق لے کر آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام رسول ایک ہی قافلے کی قیادت کرتے رہے ہیں، ایک ہی عظیم امانت لے کر آئے، ایک ہی سچائی اور بھلائی کے وارث رہے ہیں اور ایک ہی مشن کے لیے آئے کہ انسانیت کے شعوری اور عملی بگاڑ کی اصلاح کریں۔ رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ اور تمام انبیاء پر ایمان لانے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ ﴿اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا'' ان کی جزا اور ان کا ثواب اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسولوں کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی طرف سے آئی شریعت کی تصدیق کی وجہ سے ملے گا۔ (جامع البیان:8/6)

(5) اللہ تعالیٰ انہیں قابل قدر انعام اور شاندار اجر دینے والا ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے۔

(6) یعنی ان کے ایمان اور ایمان پر مبنی عمل صالح، قول حسن اور خلق جمیل کی جزا دی جائے گی اور یہ جزا ہر ایک کو اس کے حسب حال عطا ہوگی۔ شاید ان کے اجر میں اضافے کا یہی سر نہاں ہے۔ (تفسیر سعدی:623/1)

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ غفور ہے اگر کسی کے پاس گناہوں کا بوجھ ہوگا تو اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ii) اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ حق کی طرف ہدایت، حق کی راہ پر چلنے کی توفیق، جہنم سے نجات اس کی طرف سے رحمت کی بنا پر ہے۔

(8) آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے لیے ہے جو بخشش کا یہ اہتمام کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سارے رسولوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے اور رسولوں کے مشن کو قبول کرتا ہے، قافلۂ اہلِ حق میں شامل ہو جاتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت اور عقیدہ رسالت کے بارے میں لوگ اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ ہم جو مرضی عقیدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھیں اور جو مرضی عمل کریں، اگر ہم کسی رسول سے وابستہ ہو گئے تو رسول ہمارے لیے بخشش اور رحمت کا انتظام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اپنے عقیدے اور اپنے عمل کی وجہ سے بخشش کے مستحق ہوں گے۔

﴿يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا

''اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں، سو وہ تو یقیناً

مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ

موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ

سے انہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں تو

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾

ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ دیا'' (153)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواح لے کر آئے، آپ بھی ہمارے پاس الواح لائیں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں، اس پر ﴿يَسْئَلُكَ﴾ سے لے کر ﴿بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾ تک یہ آیات نازل ہوئیں تو ان یہودیوں میں سے ایک شخص گھٹنوں کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر، موسیٰ علیہ السلام پر، عیسیٰ علیہ السلام پر اور کسی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ﴾

(تفسیر ابن عباس: 315,314/1)

سوال 2: اہل کتاب نے نبی ﷺ سے کیا مطالبہ کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿يَسْئَلُكَ ... مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''اہل کتاب آپ سے سوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں'' اہل کتاب نے نبی ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ قرآن پاک ایک ہی بار نازل ہو جائے جیسے تورات اور انجیل ایک ہی بار نازل ہوئی تھیں۔ انہوں نے ایمان لانے کی یہی شرط رکھی تھی۔

(2) یہ مطالبہ ظالمانہ تھا کیونکہ نبی تو اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا پابند ہوتا ہے۔ سارا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے۔

(3) کتاب کا ایک بار نازل ہو جانا حق اور باطل میں فرق کی دلیل نہیں ہے۔

(4) قرآن مجید کا حالات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہونا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲) وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ ''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تاکہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں۔'' (الفرقان:32،33)

سوال 3: یہودیوں کے مطالبے کے جواب میں رب العزت نے کیا وضاحت فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَقَدْ سَاَلُوْا ... سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہود کے مطالبے کے جواب میں رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ﴿فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ﴾ ''سو وہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں'' موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود یہود نے ان سے مطالبات کیے۔

(2) ﴿فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ ''چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھا دو'' یہود نے ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا یہ ان کی جانب سے ظلم تھا جس کی سزا کے طور پر انہیں موت دے کر دوبارہ زندہ کیا۔

(3) ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ﴾ ''تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا'' ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ سے مراد موت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجل سے پہلے انہیں موت دی ان کے اس قول کی سزا کے طور پر، جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ انہیں موت دے پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ (الدر المنثور:2/322)

(4) ﴿ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں'' بنی اسرائیل نے عبادت کے لیے بچھڑے کو معبود بنا لیا حالانکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے ﴿بَيِّنٰتُ﴾ دیکھ لی تھیں۔ مثلاً فرعون کو اپنے سامنے نیل میں غرق ہوتے دیکھنا، موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنا۔

(5) ﴿فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ﴾ ''تو ہم نے اس سے درگزر کیا'' اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کو معبود بنانے کے باوجود ان سے درگزر کیا تھا۔ یہود سے یہ توبہ اس طرح قبول کی گئی تھی کہ ان سے کہا گیا مجرم قتل کر دیئے جائیں۔ آخر کار مجرموں کے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان سے درگزر کیا۔

(6) ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ دیا'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلا غلبہ عطا فرمایا انہیں تختیوں پر لکھی ہوئی تورات عطا فرمائی۔ یہی ان کی شریعت تھی۔

سوال 4: اللہ رب العزت نے یہود کے کن برے اعمال کا ذکر فرمایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کرنا۔ (2) عبادت کے لیے بچھڑے کو معبود بنانا۔

(3) بستی کے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے قول و فعل سے مخالفت کرنا۔

(4) تورات کے احکامات کو قبول کرنے سے انکار کرنے پر طور کو ان کے سروں پر اٹھایا گیا پھر ان کا احکامات کو قبول کرنا۔

(5) ہفتے کے دن حد سے گزر جانا۔ (6) ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا ہے۔

(7) ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ ان کے دل غلافوں میں ہیں۔

(8) ان کا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا اور گمراہی کی دعوت دینا۔ (9) ان کا سود کھانا۔

﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

''اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لینے کی وجہ سے اُن پر پہاڑ کو اُٹھایا اور ہم نے اُن سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل

وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

ہو جاؤ اور ہم نے اُن سے کہا کہ ہفتے کے دن میں تم زیادتی نہ کرو اور ہم نے اُن سے ایک انتہائی مضبوط عہد لیا تھا'' (154)

سوال 1: یہود سے میثاق لینے کے لیے وادیٔ طور میں جو کیفیت پیدا کی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ﴾ ''اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لینے کی وجہ سے اُن پر پہاڑ کو اُٹھایا'' ﴿الطُّوْرَ﴾ معروف پہاڑ ہے جس کو ان کے اوپر بادلوں کی طرح رکھ دیا گیا تھا جب کہ وہ وادی میں تھے۔ (تفسیر مراغی:349/2)

(2)ان کے سروں پر طور کو اٹھا کر انہیں دھمکایا گیا کہ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم پر پہاڑ گرا دیں گے۔اس طرح وہ شریعت پر کاربند ہو گئے۔

(3)میثاق سے مراد وہ معاہدہ ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا کہ تورات کے احکامات مانیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اُٹھا دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر واقعتا گرنے والا ہے۔جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت سے پکڑو اور جو بھی اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم بچ جاؤ۔'' (الاعراف:171)

(4)اس دہشت ناک ماحول میں بنی اسرائیل سے معاہدہ کرنے کا مقصد بنی اسرائیل کو یہ باور کرانا تھا کہ اگر عہد توڑا تو اس کی سزا سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

سوال2:بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں کس طرح داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا،اس کی وضاحت ﴿وَقُلْنَا ... سُجَّدًا﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ ''اور ہم نے اُن سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ'' یعنی رکوع کرتے ہوئے،تواضع اختیار کرتے ہوئے،اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع کرتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے۔(ایسر التفاسیر:309)

(2)بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں۔

(3)بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کی۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''(یہودی شہر) کے دروازے میں کولہوں کے بل داخل ہوئے تھے۔'' (بخاری کتاب التفسیر:4489)

سوال3: ہفتے کے دن کے بارے میں یہود کو کیا حکم دیا گیا تھا،اس کی وضاحت ﴿وَّقُلْنَا ... غَلِيْظًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ﴾''اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں تم زیادتی نہ کرو''ہفتے کے دن کے بارے میں یہود کو حکم دیا گیا تھا کہ ﴿لَا تَعْدُوْا﴾ یعنی جو حد تمہارے لیے مقرر کی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کرو یعنی ترک عمل سے (ہفتے کے دن زیادتی نہ کرنے سے) اس پر عمل (ہفتے کے دن زیادتی کرنے) تک نہ آؤ۔ (ایسر التفاسیر:309)

(2)﴿وَّاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾''اور ہم نے اُن سے ایک انتہائی مضبوط عہد لیا تھا''غلیظ کے معنی پختہ اور مضبوط کے ہیں مگر انہوں نے اس پختہ عہد کی مخالفت کی، نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا اس کے ارتکاب کے لیے حیلہ سازی سے کام لیا۔ (المصباح المنیر: 220/2)

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

''چنانچہ ان کے پختہ عہد توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

اور یہ کہنے کہ ہمارے تو دل غلافوں میں ہیں بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے،

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

سو ان میں سے بہت ہی کم لوگ ایمان لاتے ہیں''(155)

سوال: یہودیوں کے جرائم کی وضاحت ﴿فَبِمَا ... قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ﴾''چنانچہ ان کے پختہ عہد توڑنے کی وجہ سے''یعنی ان کے تورات پر عمل کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے۔ (جامع البیان:12/6) (2) انہوں نے ہفتے کے دن حد سے تجاوز نہ کرنے کا پختہ عہد کیا جسے توڑ ڈالا۔

(3)﴿وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾''اور ان کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے (کی وجہ سے)''مجاہد نے کہا: آیات سے مراد طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک، لہو، ید بیضا اور ان کا عصا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1107/4)

(4) آیات کے کفر سے مراد انبیاء و رسل کی صداقت اور جو کچھ ان پر نازل ہوا، اس سے کفر ہے۔ (جامع البیان:12/6)

(5)﴿وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾''اور ان کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے (کی وجہ سے)''انہوں نے انبیاء کو بغیر کسی سبب کے جو انہیں قتل کا مستحق بناتا ہو، قتل کیا۔ رسول ایسے کام نہیں کرتے جو انہیں قتل کا مستحق بناتے ہوں۔ (الاساس:1221/2)

(6)﴿وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾''اور ان کے یہ کہنے کہ ہمارے تو دل غلافوں میں ہیں (کی وجہ سے)''اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد یہ ہے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

(7) یعنی جو خیالات اور رسوم و رواج ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے پائے ہیں وہ ہم سے ہٹائے نہیں جا سکتے۔

(8) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ﴿قُلُوْبُنَا﴾ سے مراد ہمارے دل علم سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد ﷺ کے علم کی ضرورت نہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1108/4)

(9) ﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾ ''بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے'' گویا انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ ان کے دل اسے یاد نہیں رکھ سکتے جو وہ کہتا ہے کیونکہ وہ پردے میں ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ (المصباح المنیر: 220/2)

(10) آخرت کی کامیابی کے لیے جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ان کو ماننے سے جب انسان انکار کرتا ہے تو سوچنے، سمجھنے کے تمام ذرائع یعنی آنکھیں، کان اور دل سب مخالف سمت میں چل نکلتے ہیں۔ پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی، پھر آنکھیں حق نہیں دیکھتیں، کان حق بات نہیں سنتے، دل میں حق بات سمجھنے کے لیے گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ انسان کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔

(11) ﴿فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''سو ان میں سے بہت ہی کم لوگ ایمان لاتے ہیں'' کفر کی وجہ سے کم لوگ ہی ان میں سے ایمان لاتے ہیں جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے۔

(12) ان کے دل کفر اور سرکشی کے عادی ہو چکے ہیں اس لیے ان میں سے کم ہی ایمان لائیں گے۔

﴿وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾

''اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہتان عظیم کی وجہ سے'' (156)

سوال: یہودیوں کے کفر اور سیدہ مریم علیہا السلام پر ان کی طرف سے لگائے جانے والے بہتان کی وضاحت ﴿وَّبِكُفْرِهِمْ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبِكُفْرِهِمْ﴾ ''اور ان کے کفر کی وجہ سے'' یہاں کفر سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنا اور محمد ﷺ کا کفر کرنا ہے۔ (مراغی: 350/2)

(2) یہاں کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننا، انبیاء کے معجزات کو ٹھکرانا اور اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل کا انکار کرنا ہے۔

(3) ﴿وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾ ''اور مریم پر ان کے بہتانِ عظیم کی وجہ سے'' سیدہ مریم علیہا السلام پر نعوذ باللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوسف نجار کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا گیا۔

(4) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (۲۷) يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (۲۸)﴾ ''پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی۔'' (مریم:28,27)

(5) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جوان ہونے تک کبھی کسی نے سیدہ مریم علیہا السلام پر الزام نہیں لگایا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے بعد ان پر بہتان لگایا گیا۔

(6) بہتان کی وجہ شبہ ہرگز نہیں تھا اس لیے کہ جس روز عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو گواہ بنایا تھا۔ جب قوم کے لوگوں نے سیدہ مریم علیہا السلام سے سوال کرنا چاہا تو انہوں نے خاموشی سے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو نوزائیدہ تھے اشارہ کر دیا کہ یہ تمہیں جواب دے گا۔ مجمع نے حیرت سے کہا کہ ہم بچے سے کیا پوچھیں؟ تو بچے نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾ ''بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔'' (مریم:30) اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو جڑ سے ختم کر دیا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلے میں پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ خالص بہتان تھا جو انہوں نے محض حق کی مخالفت کے لیے گھڑا تھا۔

﴿وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ

''اور اُن کے کہنے کی وجہ سے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح ابن مریم کو ہم نے قتل کیا حالانکہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ

وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ

اسے سولی چڑھایا بلکہ اُن کے لیے اس کی شبیہ بنا دی گئی اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾

میں ہیں، انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اُسے قتل نہیں کیا'' (157)

سوال: یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا بے بنیاد دعویٰ کیا، اس دعوے کی حقیقت ﴿وَّقَوْلِهِمْ ... يَقِيْنًا﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''اور اُن کے کہنے کی وجہ سے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح ابن مریم کو ہم نے قتل کیا'' یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام جو رسالت کے دعویدار ہیں ان کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔

(2)﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ''حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھایا بلکہ اُن کے لیے اس کی شبیہہ بنا دی گئی'' ان کا یہ کہنا تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کے لیے معاملہ مشتبہ بنا دیا گیا۔ جسے انہوں نے قتل کیا اور سولی چڑھایا وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے۔

(3)﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ﴾ ''اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں'' اختلاف سے مراد عیسائیوں کے فرقوں کے درمیان عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

(4)اس سے مراد یہود کا اختلاف ہے کہ ایک گروہ کے مطابق انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور دوسرے گروہ کے مطابق مصلوب شخص عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔

(5)قتل کے دعویدار اور جو ان کی بات مانتے ہیں یعنی یہودی اور عیسائی سب عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ انہیں مسیح کے قتل میں یقین نہیں، شک ہے۔ (مختصر ابن کثیر:342/1)

(6)﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ ''انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اُسے قتل نہیں کیا'' یہودی اور عیسائی سب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک اور حیرت میں ہیں۔ انہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک اور وہم ہے کہ انہوں نے انہیں مصلوب کر دیا تھا۔ انہیں مسیح کے قتل کے بارے میں یقین نہیں ہے۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (158)

سوال: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا، اس کی وضاحت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا'' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھالیا تھا اور اب وہ آسمان میں ہیں۔حدیث معراج میں دوخالہ زاد بھائیوں عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مقیم ہیں یہاں تک کہ وہ نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور زمین عدل سے بھر جائے گی۔وہ چالیس سال زندہ رہیں گے اور عام انسانوں کی طرح وفات پائیں گے۔(تفسیر ثعلبی:327/2)

(2)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ!یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا۔پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے،سو میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''(آل عمران:55)

(3)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''اللہ تعالیٰ نے رفع مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھالینے سے اپنی صفت﴿عزیز﴾اور﴿حکیم﴾کا شعور دلایا ہے۔یعنی وہ غلبے والا ہے اور اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ حکمت والا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتا ہے حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک یہودی نے کہا:تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے پھر آج وہ کیسا ہے؟ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:وہ اپنی ذات میں عزیز اور حکیم ہے۔(ابن ابی حاتم:112/4)

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾

وہ ان پر گواہ ہوگا''(159)

سوال:ہر اہل کتاب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا،اس کی وضاحت﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ...شَهِيْدًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾''اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی موت سے پہلے اُس پر ضرور ایمان لائے گا'' قیامت سے پہلے اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے۔ ایسی صورت میں قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

(2) بکثرت احادیث میں اس امت کے آخری دور میں نزول مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ دن قریب ہے کہ جس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سؤر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہوگا'' پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (بخاری:3448)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہو گے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' (صحیح بخاری:3449)

(4) ایک حدیث میں ہے کہ دجال کے اسی فعال کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ (صحیح مسلم:7373)

(5) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا'' اس میں اس شہادت کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے اعمال پر دیں گے کہ ان کے اعمال شریعت کے مطابق تھے یا نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔'' (المائدہ:117)

(6) قیامت کے دن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان پر اس طرح گواہی دیں گے کہ ان کا جو عمل شریعت قرآن کے مخالف ہوگا اس کے باطل ہونے کی گواہی دیں گے۔

(7) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام صرف حق کی گواہی دیں گے اور اس بات کی گواہی دیں گے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ حق ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل اور گمراہی ہے۔

(8) ان میں سے جن لوگوں نے جھٹلایا ہوگا ان کی تکذیب پر گواہ ہوں گے اور ان میں سے سچے لوگوں کی تصدیق کریں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس آیا اور ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچانے کی تصدیق کریں گے۔ (جامع البیان:266)

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ

''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو اُن کے لیے حلال کی گئی تھیں

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾

اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے'' (160)

سوال 1: یہودیوں کے لیے چند پاکیزہ چیزیں کس وجہ سے حرام کر دی گئیں، اس کی وضاحت ﴿فَبِظُلْمٍ --- كَثِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ﴾ ''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو اُن کے لیے حلال کی گئی تھیں'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ظلم اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تورات میں چند ایسی چیزیں حرام کی تھیں جو دراصل ان پر حلال تھیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے کہ تورات نازل کی جاتی۔ آپ کہہ دیں تورات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔'' (آل عمران:93)

(2) وہ تمام جانور جن کے ناخن ہوتے ہیں اور گائے اور بکری کی چربی یہود پر حرام تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جو اُن دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اُٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم نے اُنہیں اُن کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔'' (الانعام:146)

(3)﴿وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''اوران کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے'' یہودی خود بھی حق کی پیروی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا کرتے تھے۔

(4)لوگوں کو ہدایت کی راہ سے روکنے کے لیے کہتے تھے کہ جنت میں اس وقت تک نہیں جاسکتے جب تک کہ یہودی نہ ہوجاؤ۔

(5)وہ لوگوں کو محمد ﷺ کی اتباع سے روکتے تھے۔ (فتح القدیر:684/1)

سوال2: آج کے دور میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب:(1)انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے جو تحریک اٹھتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے ہوتی ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لیے جو لوگ اٹھتے ہیں اُن کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوکر اوران پر اعتراضات کرکے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا جاتا ہے۔

(3)ان کے خلاف پروپیگنڈا کرکے اور انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں مثلاً لہوولعب اور موسیقی وغیرہ میں الجھا کر دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا جاتا ہے۔

﴿وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ

''اوران کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ یقیناً انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اُن کے لوگوں کے مال کو باطل طریقوں سے

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

کھانے کی وجہ سے، اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (161)

سوال: یہود کے برے اعمال کی وضاحت ﴿وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا ... اَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ﴾ ''اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ یقیناً انہیں اس سے منع کیا گیا تھا'' یہودی سود خور تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سود لینے سے منع کیا تھا پھر بھی انہوں نے طرح طرح کے حیلے تراش کر سود خوری جاری رکھی۔ (مختصر ابن کثیر:394/1)

(2)وہ محتاج لوگوں کو اپنی خرید وفروخت میں سود کے ذریعے پٹاتے تھے۔ (تفسیر سعدی:628/1)

(3)﴿وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اُن کے لوگوں کے مال کو باطل طریقوں سے کھانے کی وجہ سے'' یہودی لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے تھے مثلاً رشوت اور سود لیتے تھے۔ (فتح القدیر:684/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' یہودیوں کے سود کھانے کی وجہ سے اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بعض حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں اور آخرت میں کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

''لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ کار اور ایمان والے ہیں وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ع 22 10 2

وہ ایمان لانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم اُن کو اجر عظیم دیں گے'' (162)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام، اسید بن شعبہ اور ثعلبہ بن شعبہ کے یہود سے جدا ہو کر اسلام لانے پر نازل ہوئی۔ (فتح القدیر: 687/1)

سوال 2: اہل کتاب کا ایک گروہ دین پر ثابت قدم ہے، اس کی خصوصیات اور بہترین انجام کی وضاحت ﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل کتاب کے عیوب بیان فرمائے اور یہاں اہل کتاب کے ان لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو تعریف کے قابل ہیں۔ ان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(1)﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ ''لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ کار ہیں'' یعنی جو دین میں ثابت قدم ہیں، حقیقت میں انہیں ہی نفع مند علم میں پختگی حاصل ہے۔

(2) یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں علم مضبوط اور ایقان راسخ ہے۔ (تفسیر سعدی: 628/1)

(3) پختہ علم رکھنے والوں کا ایمان کامل ہے جو علم کی مضبوطی اور یقین کے راسخ ہونے کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔

(4)﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور ایمان والے ہیں وہ اس پر (بھی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' علم کی وجہ سے ایک تبدیلی آتی ہے کہ ان میں تعصب نہیں ہے۔ ان کا اپنی کتاب پر ایمان ہے اور پچھلی ساری کتابوں پر بھی ایمان ہے۔

(5) یہ ایمان انہیں اعمال صالحہ کا پھل عطا کرتا ہے مثلاً نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ یہ دونوں سب سے افضل اعمال ہیں کیونکہ یہ دونوں معبود کے لیے اخلاص اور بندوں کے لیے احسان پر مشتمل ہیں۔ (تفسیر سعدی:628/1)

(6) ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں'' علم میں مضبوط لوگ نماز قائم کرنے والے ہیں۔ نماز قائم کرنا افضل عمل ہے کیونکہ نماز میں معبود کے لیے اخلاص ہوتا ہے۔ یہ ایسا عمل صالح ہے جس کی وجہ سے ایمان اور یقین مضبوط ہوتا ہے اور دین میں ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔

(7) اقامت صلاۃ ایمان کے حصول کا عظیم عامل ہے۔ (الاساس:1222/2)

(8) ﴿وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں'' علم میں مضبوط لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنا افضل عمل ہے۔ اس میں معبود کے لیے اخلاص بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے احسان بھی۔ یہ ایسا عمل صالح ہے جس کی وجہ سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

(9) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے ہیں'' ان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے یعنی توحید کے قائل ہیں اور بعث بعد الموت کا عقیدہ رکھتے ہیں تاکہ اعمال کا بدلہ ملے۔

(10) وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی وعیدوں سے ڈرتے ہیں۔

(11) ﴿اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم ان کو اجرِ عظیم دیں گے'' انہیں جلد ہی اجر عظیم دیا جائے گا کیونکہ وہ مضبوط علم رکھتے ہیں، ان کا یقین راسخ ہے اور دین میں ثابت قدم ہیں۔ اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔

(12) انہوں نے علم، ایمان، عمل صالح، گزشتہ اور آئندہ آنے والے انبیاء و مرسلین اور تمام کتب الٰہیہ پر ایمان کو جمع کر دیا۔ (تفسیر سعدی:629/1)

(13) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دہرا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا دوسرا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس سے صحبت کرتا ہو پھر اسے اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دہرا اجر ملے گا۔'' (صحیح بخاری:97)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى

''ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی اور ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس

وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾

اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی'' (163)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی پر کچھ نازل نہیں کیا۔ یوں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (تفسیر ابن عباس: 317/1)

سوال 2: تمام انبیاء پر وحی نازل ہوئی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ ... زَبُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی'' اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اسی طرح وحی نازل فرمائی ہے جس طرح اس نے آپ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی نازل فرمائی تھی۔ (المصباح المنیر: 241/2)

(2) اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار وحی نازل نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اسی ذریعے سے ہدایت حاصل کر کے انسانوں تک ہدایت پہنچاتے رہے ہیں۔

(3) محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و رسل کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ کی وہی دعوت ہے جو دوسرے رسولوں کی تھی۔ آپ کا ذکر ظالم و جابر بادشاہ کے ساتھ نہیں رسولوں کے ساتھ کیا گیا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی وہ اصول وحی کیے ہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر کیے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موافقت کرنے والے ہیں۔

(5) قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے سے مومن کے ایمان اور رسولوں سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ان کے طریقے اپنانے کا جذبہ بڑھتا ہے۔جیسے رب العزت نے فرمایا:﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾''سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں!''(الصّٰفّٰت:79)﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾''سلام ہے ابراہیم پر!''(الصّٰفّٰت:109)﴿سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ''سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر''(الصّٰفّٰت:120)﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾''سلام ہے الیاس پر!''(الصّٰفّٰت:130)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾''یقیناہم نیکی کرنے والوں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔''(الصّٰفّٰت:131)

(6) سارے انبیاء احسان کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

(7) انبیاء ورسل کو مبعوث فرمانا اللہ تعالیٰ کے کامل غلبے اور حکمت کی دلیل ہے۔

(8)﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ﴾''اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی تھی''اس سے واضح ہوتا ہے کہ (i) سارے رسول ایک ہی سلسلے کی کڑی تھے۔

(ii) سب رسول اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے دنیا میں آئے۔(iii) رسول اللہ تعالیٰ سے وحی پاتے رہے۔

(iv) رسولوں میں سے کسی نے اپنی طرف سے کوئی بات پیش نہیں کی۔(v) تمام رسولوں کا نصب العین ایک تھا۔

(9)﴿وَالْاَسْبَاطِ﴾''اور اولاد''اس سے مراد بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے جیسے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے قبائل تھے۔

(10)﴿وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾''اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی''زبور کا علیحدہ سے تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ اہل کتاب کے ہاں اس کی خاص قدر ومنزلت ہے۔(تفسیر الراغی:343/2)

(11) سیدنا داؤد علیہ السلام کے فضل وشرف کی وجہ سے ان کے لیے یہ کتاب مخصوص کی گئی۔

(12) انبیاء کو بھیجنا اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کیونکہ لوگ انبیاء کے ضرورت مند ہیں۔

(13) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس طرح رسول بھیج کر ہم پر انعام فرمایا اسی طرح ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے یقیناوہ رحیم وکریم ہے۔

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ رسول جن کے حالات یقیناً ہم پہلے ہی آپ پر بیان کر چکے ہیں اور وہ رسول بھی جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾

اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، خود کلام کرنا'' (164)

سوال 1: ﴿وَرُسُلًا ... عَلَيْكَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور وہ رسول جن کے حالات یقیناً ہم پہلے ہی آپ پر بیان کر چکے ہیں'' قرآن مجید میں 25 رسولوں کا تذکرہ ملتا ہے:

1۔ سیدنا آدم علیہ السلام	2۔ سیدنا ادریس علیہ السلام	3۔ سیدنا نوح علیہ السلام	4۔ سیدنا ہود علیہ السلام
5۔ سیدنا صالح علیہ السلام	6۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	7۔ سیدنا لوط علیہ السلام	8۔ سیدنا شعیب علیہ السلام
9۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام	10۔ سیدنا اسحاق علیہ السلام	11۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام	12۔ سیدنا یوسف علیہ السلام
13۔ سیدنا ایوب علیہ السلام	14۔ سیدنا ذُوالکفل علیہ السلام	15۔ سیدنا یونس علیہ السلام	16۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام
17۔ سیدنا عزیر علیہ السلام	18۔ سیدنا زکریا علیہ السلام	19۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام	20۔ سیدنا الیاس علیہ السلام
21۔ سیدنا داؤد علیہ السلام	22۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام	23۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	24۔ سیدنا الیسع علیہ السلام

25۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(2) ﴿وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ ''اور وہ رسول بھی جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے'' اس سے مراد وہ رسول ہیں جن کے نام اور حالات قرآن مجید میں نہیں آئے اور ان کی ایک بڑی تعداد ہے۔

(3) یہ انبیاء کی کثرت پر دلیل ہے۔

سوال 2: موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کی وضاحت ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ ''اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، خود کلام کرنا'' موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بغیر کسی واسطے کے کلام کیا حتیٰ کہ یہ بات پوری دنیا میں مشہور ہو گئی اور موسیٰ کو کلیم اللہ کہا جانے لگا۔ اس کلام کا ایک نمونہ سورہ طٰہٰ میں ہے۔ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا تو آواز دی گئی: ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی تمہارا رب ہوں، پس اپنے جوتے اُتار دو یقیناً تم وادی مقدس طویٰ میں ہو۔ اور میں نے تمہیں چن لیا ہے پس جو وحی کی جا رہی ہے اُسے غور سے سنو۔ یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نماز قائم کرو۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی۔ سو تمہیں اس سے روک نہ دے کوئی شخص جو اس پر ایمان نہیں لایا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھینک دو اس کو اے موسیٰ!'' تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس کو پکڑ و اور ڈرو مت! جلد ہی ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملاؤ وہ سفید چمکتا ہوا بغیر عیب کے نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے۔ تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں۔ اب تم فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً اس نے سرکشی کی ہے۔'' (طٰہٰ:11-24)

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ

''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (165)

سوال: انبیاء حجت تمام کرنے کے لیے بھیجے گئے، اس کی وضاحت ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: انبیاء کو بھیجنے کا مقصد واضح کیا گیا ہے کہ (1) ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے'' اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے خوش خبری سنانے والے بنا کر معبوث فرمایا جو ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے دونوں جہانوں کی بدبختی سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:639/1)

(2) انبیاء انہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتے ہیں جنت اور رضائے الٰہی کی بشارت دیتے ہیں اور انہیں جو نافرمانی کرتے ہیں اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:396،395/1)

(3) ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ ''تا کہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حجت نہ رہے'' انبیاء ورسل کو بھیجنے کا مقصد، انسانیت پر حجت تمام کرنا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حشر کے میدان میں لگنے والی عدالت میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں حقیقت سے آگاہ کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیج کر راہنمائی کا انتظام کر دیا۔ اب اگر کوئی شخص گمراہ ہوتا ہے تو اس کا الزام پیغمبروں پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یا تو اس شخص پر عائد ہوتا ہے جو خود گمراہ ہے یا اُن لوگوں پر جنہوں نے انسانوں کو گمراہی میں مبتلا دیکھا تو آگاہ نہ کیا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تا کہ انہیں مبعوث کرنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے اور تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا نہیں آیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (المائدہ:19)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں، اسی وجہ سے اس نے ظاہری اور خفیہ تمام برائیوں کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں اسی وجہ سے اس نے اپنی ذات کی خود مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے کتاب اتاری اور ڈرانے والے رسول بھیجے (تا کہ لوگوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے)۔'' (بخاری کتاب التفسیر:4634)

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے رسولوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے سے اپنی صفات عزیز یعنی غلبے والا اور حکیم یعنی حکمت والا ہونے کا شعور دلایا ہے یعنی رسول بھیجنا حکمت سے خالی نہیں اور غلبے کے بغیر ممکن نہیں۔

(7) یہ اللہ تعالیٰ کے کامل غلبہ اور کامل حکمت کی دلیل ہے کہ اس نے لوگوں کی طرف رسول مبعوث فرمائے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان بھی ہے کیونکہ لوگ انبیاء ورسل کی بعثت کے سخت ضرورت مند تھے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اضطرار کا ازالہ فرمایا۔ پس وہ حمد وثنا اور شکر کا مستحق ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ اس نے جس طرح اپنے رسول بھیج کر ہم پر اپنی نعمت کی ابتداء کی اسی طرح وہ ہمیں ان کے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نواز کر اس نعمت کا اتمام کرے، بے شک وہ جواد اور کریم ہے۔ (تفسیر سعدی: 631/1)

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ

''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اس نے آپ پر اتارا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے، اور فرشتے بھی

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾

گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے'' (166)

سوال: رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے، اس کی وضاحت ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اس نے آپ پر اتارا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے'' اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ اس نے محمد ﷺ پر جو کلام نازل کیا ہے اپنے علم سے نازل کیا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے علم میں سے آپ کو علم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اوامر و نواہی دیئے اب اگر کوئی نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ نہ اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم ہے، نہ اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ سے بڑی کسی کی شہادت نہیں۔ اس کی شہادت اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کی حکمت کی وجہ سے سب سے بڑی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ جو کچھ اس نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اپنے علم سے نازل فرمایا جس کو معلوم کرنے کا انسانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ ''وہ سب جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سب علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔'' (طٰہٰ: 110) قرآن دراصل اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہے جو اس نے نبی ﷺ کے توسط سے بندوں کو سکھایا ہے۔

(5) قرآن نبی ﷺ کی رسالت پر گواہ ہے اگر مشرک اور کافر نبی ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتے تو نہ مانیں اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾ لَّا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ ان کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (فصلت:42)

(6) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ﴾ ''اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی گواہی قادر مطلق ہونے کی حیثیت سے، خود بھیجنے والے، مالک کائنات اور اس کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور فرشتوں کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں اور ان کا ایمان کامل ہے۔ ان کی شہادت اس بارے میں ہے جو کتاب اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی توحید پر فرشتوں کی گواہی کا عظیم الشان معاملہ آل عمران کی آیت نمبر 18 میں بیان کیا، اب عظیم الشان رسالت اور عظیم کتاب کے نزول پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

(7) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی کی شہادت طلب نہیں کی جا سکتی۔ (ایسر التفاسیر:314)

(8) اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر ایمان لانے کے لیے اپنے شہید یعنی گواہ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا وہ یقیناً گمراہ ہو گئے، بہت دور کا گمراہ ہونا'' (167)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... بَعِيْدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ (ایسر التفاسیر:314)

(2) ﴿وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا'' جو لوگ حق کے پیروکار نہیں وہ حق کی پیروی بھی نہیں کرنے دیتے اور حق کے راستے سے روکنے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کا راستہ دراصل قرآن حکیم کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے والے دراصل قرآن کے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں۔ اس کی تعلیم سے، اس پر عمل پیرا ہونے سے، اس کی دعوت دینے سے اور اس کے نظام کے قیام سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روکنا دراصل اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا ہے۔

(4)﴿قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''وہ یقیناً گمراہ ہو گئے، بہت دور کا گمراہ ہونا'' گمراہی میں دور نکل جانے سے مراد ہے کہ یہ لوگ آئمہ کفر اور گمراہی کے داعی ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ دو گناہ سمیٹے، دو خسارے لے کر لوٹے اور دو ہدایتوں سے محروم ہو گئے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہے کہ وہ انہیں بخش دے اور نہ ہی یہ

لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا﴾

کہ ان کو کسی راستے کی ہدایت دے'' (168)

سوال: اللہ تعالیٰ نے کفر اور ظلم کرنے والوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... طَرِيْقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کفر اور ظلم کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں نیکی کی راہ کی طرف ہدایت دے گا۔

(2)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا'' یہ ظلم ان کے کفر پر اضافہ ہے ورنہ جب ظلم کا اطلاق کیا جاتا ہے تو کفر اس کے اندر شامل ہوتا ہے۔

(3) یہاں ظلم سے مراد اعمال کفر اور اس کے اندر استغراق ہے۔ پس یہ لوگ مغفرت اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی سے بہت دور ہیں۔ (تفسیر سعدی: 632/1)

(4)﴿لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہے کہ وہ انہیں بخش دے اور نہ ہی یہ کہ ان کو کسی راستے کی ہدایت دے'' اللہ تعالیٰ نے کفر اور ظلم کرنے والوں سے مغفرت اور ہدایت کی نفی کی ہے کیونکہ وہ اپنی سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں اور کفر میں بڑھتے جا رہے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس کی وجہ سے ہدایت کا راستہ ان پر بند ہو گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 633/1)

﴿اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (169)

سوال: کفر اور ظلم کرنے والوں کے انجام کی وضاحت ﴿اِلَّا طَرِيْقَ ... يَسِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کفر اور ظلم کرنے والوں کو معاف نہیں فرمائے گا، نہ انہیں نیکی کے راستے پر چلنے دے گا، البتہ جہنم کے راستے پر ڈال دے گا ایسے لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(2) ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کافروں کو جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں، اسی میں وہ ہمیشہ کے لیے رہنے والے ہوں گے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس لیے کہ (i) وہ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے۔ (ii) کسی بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ کوئی قوت ہے نہ کوئی تدبیر۔ (iii) کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے مشکلات پیدا نہیں کر سکتا۔ (iv) اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بھلائی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ

''اے لوگو! یقیناً رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آیا ہے، چنانچہ تم ایمان لے آؤ تمہارے لیے یہی بہتر ہو

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ

گا اور اگر تم کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (170)

سوال: رسول اللہ ﷺ ہدایت اور دین حق لے کر مبعوث ہوئے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ﴾ ''اے لوگو! یقیناً رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آیا ہے، چنانچہ تم ایمان لے آؤ تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ محمد ﷺ نور ہدایت اور دین حق لے کر مبعوث ہوئے ہیں آپ ﷺ کا آنا حق

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، آپ ﷺ جو شریعت لائے ہیں وہ حق ہے۔ اس لیے ان پر ایمان لے آؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ میں کافر اور منافق دونوں فریق شریک ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1122/4)

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ پر ایمان لے آؤ کیونکہ وہ عظیم شریعت لائے ہیں اس میں گزشتہ ادوار اور آئندہ آنے والے زمانوں کی خبریں ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے بارے میں ایسی چیزیں ہیں جن کا وحی کے بغیر علم نہیں ہوسکتا۔ اس میں عدل واحسان، صلہ رحمی، حسن اخلاق اور ہر طرح کی تعلیم کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں خیر وشر، ظلم، جھوٹ اور والدین کی نافرمانی سے روکا گیا ہے۔ اور اس کے بارے میں حتمی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہے۔

(4) ﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اگر تم کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے'' اور اگر تم کفر کرو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انکار کر کے تم زمین وآسمان کے مالک کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے بلکہ انکار کر کے اپنا نقصان کرو گے۔

(5) اللہ تعالیٰ کو تمام گناہ گاروں کے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتے، بندہ انکار کر کے صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے انسان اور تمہارے جن ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو اس سے میری بادشاہت میں ذرا بھی اضافہ نہیں ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے تمہارے انسان اور تمہارے جن ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ بدکار ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا بھی کمی نہیں آئے گی۔'' (مسلم: 2577)

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے علیم یعنی سب کچھ جاننے والا اور حکیم یعنی کمال حکمت والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(8) وہ اپنے خلق اور امر میں حکمت کا مالک ہے وہ جانتا ہے کہ کون ہدایت کا اور کون گمراہی کا مستحق ہے۔ ہدایت اور گمراہی کو وہ اپنے اپنے مقام پر رکھنے میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 634/1)

(9) اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال، احکامِ شرع اور مقدرت میں بڑی حکمت والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 397/1)

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ

''اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہو، یقیناً مسیح عیسیٰ ابنِ مریم

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اور

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ

اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور مت کہو کہ ''تین ہیں'' تم باز آ جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے

سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿

ع 23 9 3

وہ پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' (171)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیات نجران کے عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان میں سے نسطوریہ فرقہ اس بات کا دعویدار تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں، اور یعقوبیہ فرقہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں، اور مرتوسیہ کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ثالث ثلاثہ ہیں، اور مالکانیہ یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور خدا دونوں آپس میں شریک ہیں۔ (تفسیر ابن عباس: 319/1)

سوال 2: دین میں غلو کی ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ... مِّنْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اے اہل کتاب!'' یہاں اہل کتاب سے مراد اہل انجیل یعنی عیسائی ہیں۔ (جامع البیان: 37/4)

(2) ﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ ''اپنے دین میں حد سے نہ گزرو'' غلو سے مراد کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا، حد سے تجاوز کرنا اور حدود مشروع سے نکل کر غیر مشروع کی طرف جانا ہے۔ جیسے سیدنا عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں نصاریٰ غلو سے کام لیتے ہیں اور انہیں نبوت اور رسالت کے مقام سے اٹھا کر ربوبیت کے مقام پر بٹھا دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 635/1)

(3) دین میں غُلو سے مراد ہے کہ دین میں جس چیز کا جو درجہ اور مرتبہ ہو یا جو وزن و مقام ہو اس کو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دیا جائے مثلاً جو حکم مستحب ہے اسے واجب یا فرض کا درجہ دے دیا جائے جو شخص فقیہہ اور مجتہد ہے اسے امام معصوم بنا دیا جائے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اسے خدا کا شریک بنا کر اس کی عبادت شروع کر دی جائے۔ (تدبر القرآن)

(4) اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی، انہوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنا لیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ جس بیماری میں نصاریٰ مبتلا ہوئے اس میں وہ مبتلا نہ ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی آپ ﷺ کے معاملہ میں حد سے تجاوز کر جائیں اور انہیں مقام رسالت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچا دیں، افسوس ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بات سے ڈرتے تھے وہی ہوا۔ بہت سے اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے آپ ﷺ کو اللہ کا مقام دے دیا اور آپ کو حاجت روا، مشکل کشا اور وہ سب کچھ سمجھنے لگے جو اللہ کی قدرت اور اس کی صفات میں داخل ہیں، اور نعوذ باللہ پکار اٹھے کہ وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر۔ (تیسیر الرحمن: 317/1، 318)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جمرہ عقبہ کی صبح کو فرمایا جب کہ آپ اپنی اونٹنی پر تھے: ''میرے لیے کنکریاں چنو۔'' میں نے آپ ﷺ کے لیے چکنی مٹی کے کنکروں میں سے سات کنکریاں چنیں۔ آپ ﷺ ان کو اپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: ''بس ایسی ہی کنکریاں پھینکو'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم دین میں سختی کرنے سے (یعنی افراط اور غلو سے) بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں اسی غلو کرنے کی وجہ سے تباہ ہوئے۔'' (ابن ماجہ: 3029)

(7) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح سے نصرانیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں کیا تھا۔ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں تو لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (بخاری: 3445)

(8) غلو کے فتنے کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس نے نہیں فرمائی۔ اسی سے شیطان کو دین میں گھسنے کا موقع ملتا ہے اور فساد برپا کرنے کی راہ کھلتی ہے۔ عیسائی اس لیے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے پال کی خرافات کو اپنے دین کا جزو بنا کر دین کی نئی عمارت کھڑی کر لی۔ (تدبر القرآن)

(9) ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہو'' یہ کلام اقدس تین امور کو متضمن ہے ان میں سے پہلے دو امور ممنوع ہیں: اول: اللہ تبارک وتعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ ثانی: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کے افعال، اس کی شریعت اور اس کے رسولوں کے بارے میں بلا علم بات کرنا۔ ثالث: وہ چیز جس کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے تمام امور میں قول حق۔ (تفسیر سعدی: 635/1)

(10) ﴿اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ ''یقیناً مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالیٰ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے'' اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واضح ہوتا ہے کہ (i) مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جن کی تخلیق کلام سے ہوئی جو سیدنا جبریل علیہ السلام کے توسط سے سیدہ مریم علیہا السلام تک پہنچایا گیا۔

(iii) ''اور اس کی طرف سے ایک روح ہے'' روح سے مراد نفخہ ہے یعنی وہ پھونک جو سیدنا جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونکی۔ یہ روح سیدنا جبریل علیہ السلام لے کر سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (ابن کثیر)

سوال 3: عیسائیوں کے تین بنیادی غلو کیا تھے؟

جواب: (1) پہلا غلو ''کلمۃ اللہ'' کے حوالے سے ہے۔ کلام کو پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت مراد لے لیا، پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس ذاتی صفت نے مریم علیہا السلام کے بطن میں داخل ہو کر جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوئی اور اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت کا غلط عقیدہ پیدا ہوا۔

(2) دوسرا غلو ''روح من اللہ'' کو انہوں نے روح اللہ قرار دے لیا اور روح القدس کا مطلب یہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی پاک روح تھی جو مسیح علیہ السلام کے اندر حلول کر گئی۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام کے ساتھ روح القدس کو تیسرا خدا بنا ڈالا۔

(3) تیسرا غلو یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی۔ (تفہیم القرآن)

سوال 4: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور شرک کو چھوڑ دینے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ ... وَكِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ'' ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت اور اس کی ربوبیت پر ایمان لے آؤ اور اس بات پر کہ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ ﴿وَرُسُلِهٖ﴾ اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو اور جو کچھ وہ اپنے رب کی جانب سے لے کر آئے وہ حق ہے۔ (جامع البیان: 4/39)

(2) یعنی اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ بالکل اکیلا، یکتا اور لاثانی ہے، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی اور خوب خوب جان لو اور مان لو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (المصباح المنیر: 248/2)

(3) ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾ ''اور مت کہو کہ تین ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو تین خدا بنانے سے منع کیا یعنی اللہ تعالیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام۔ (تفسیر سعدی: 635/1)

(4) اس سے مراد عیسائیوں کا غلط عقیدہ ہے۔ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا ڈالا تھا۔

(5) تثلیث سے مراد ہے تین خداؤں پر ایمان رکھنا۔ باپ (اللہ تعالیٰ)، بیٹا (عیسیٰ علیہ السلام) اور روح القدس (جبریل علیہ السلام)۔

(6) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔'' (المائدہ:73)

(7) ﴿اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ﴾ ''تم باز آجاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے'' ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ اس تثلیث سے باز آجائیں کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے'' اللہ تعالیٰ ہی معبودِ واحد ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔'' (آل عمران:59)

(9) پوری کائنات گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کُن کہا اور پھر کائنات وجود میں آگئی۔ عقلِ انسانی کسی ایسے پیدا کرنے والے کا تصور نہیں کر سکتی جو مخلوق جیسا ہو، نہ وہ ایک سے زیادہ معبودوں کا تصور رکھتی ہے۔

(10) ﴿سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ ''وہ پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو'' وہ شرک سے پاک اور منزہ ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ (11) اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے وہ کسی فانی مخلوق کو اپنا بیٹا کیسے بنا سکتی ہے؟

(12) ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے'' تمام لوگ اس کے مملوک اور محتاج ہیں اس لیے محال ہے کہ اس کا کوئی شریک یا بیٹا ہو۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ تمام تر انتظامات کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ذات تنہا ہے۔

(13) رب العزت نے فرمایا: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔'' (الانعام:101)

(14) زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے سوا انسان کو کسی اور سے مدد طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بادشاہت عظیم اور لازوال ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں جو اُس کی مخلوقات کو کچھ عطا کر سکتا ہو۔

(15) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کے وکیل ہونے سے مراد ہے کہ وہی زمین و آسمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا قائم رکھنے والا، مدبر اور رازق کافی ہے اس سے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ ہو۔(جامع البیان:4/40)

(16)وکیل سے مراد: حفیظ، شاہد اور علیم ہے۔(ایسر التفاسیر:316,315)

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ

''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾

اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا''(172)

سوال 1: انبیاء اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ﴾ ''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو'' مسیح اپنے رب کی عبادت کو عار نہیں سمجھتے تھے یعنی اپنے رب کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے تھے۔

(2)﴿وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی مقرب فرشتے'' اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور نہ انہیں اس کی عبادت سے شرم آتی ہے۔فرشتوں کی فضیلت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مسیح کو معبود بنا لیا گیا تھا اسی طرح فرشتوں کو معبود بنا لیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام انبیاء اور ملائکہ دیگر تمام بندوں کی طرح ہمارے بندے، ہمارے غلام اور ہماری مخلوق ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (۲۶) لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (۲۷) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (۲۸)﴾ ''اور انہوں نے کہا رحمن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں''(الانبیاء:26-28)(مختصر ابن کثیر:1/630)

(3)فرشتے اس سے پاک ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھیں۔کسی چیز کی نفی سے اس کی ضد کا ثبوت ملتا ہے۔وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہرگز عار نہیں رکھتے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے رب کی عبادت میں رغبت رکھتے ہیں۔ وہ ہر طرح سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا محتاج سمجھتے ہیں۔

(4)﴿وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾ ''اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھنے والوں، متکبروں اور اپنے مومن بندوں سب کو عنقریب جمع کرے گا اور ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ (تفسیر سعدی:637/1)

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (غافر:60)

سوال 2: تکبر کیسی بیماری ہے؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ نے تکبر کی تشریح یوں فرمائی ہے:﴿اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ﴾ ''تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔'' (مسلم:265)

(2)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' (النحل:23)

(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ﴾ ''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم:265)

(4)سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں! ضرور فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' ہر جاہل، اکھڑ مزاج، تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔'' (مسلم:7187)

(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کریں گے اور نہ ہی انہیں پاک وصاف (معاف) کریں گے (اور ابو معاویہ فرماتے ہیں) اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور مفلس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تکبر کرنے والا۔" (مسلم:296)

سوال 3: تکبر انسان کے اعمال میں کیسے ظاہر ہوتا ہے؟

جواب: (1) رخسار کو ٹیڑھا کرنا۔ (2) اکڑ کر بیٹھنا۔ (3) ترچھی نگاہ سے دیکھنا۔ (4) سر نہ جھکانا۔ (5) اس کا اظہار بات چیت سے بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ آواز، لہجے، انداز گفتگو، چال ڈھال، ناز نخرے، حرکات وسکنات اور تمام افعال سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

سوال 4: متکبر کی خصلتوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) متکبر کی خصلت یہ ہے کہ وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہو جائیں اور دوسرا یہ کہ وہ بیٹھا ہو اور ایک آدمی اس کے سر کے پاس کھڑا ہو تو یہ ناجائز ہے۔

(2) وہ اکیلا نہیں چلتا، بلکہ اس کے پیچھے پیچھے کوئی آدمی چلتا ہے۔

(3) وہ تکبر کی وجہ سے کسی کی ملاقات کو نہیں جاتا۔

(4) وہ اپنے پہلو میں کسی کے بیٹھنے یا ساتھ چلنے کو برا سمجھتا ہے۔

(5) تکبر کرنے والا اپنے گھر میں کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

(6) تکبر کرنے والا اپنا سامان بازار سے اٹھا کر نہیں لاتا جب کہ آپ ﷺ نے جب بھی کوئی چیز خریدی خود اس کو اٹھا کر گھر لے آئے۔

سوال 5: تکبر کا علاج کیسے کریں؟

جواب: (1) مومن اپنے نفس کو پہچانے اور اپنے رب کو پہچانے۔ جب وہ اپنے نفس کو اچھی طرح پہچان لے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ ہر کمزور سے زیادہ کمزور ہے۔ پہلے نطفہ بنا، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا اور ہر وہ چیز بنا جسے قابل ذکر کہا جا سکے۔ پہلے وہ بے جان تھا۔ نہ سنتا تھا، نہ دیکھتا تھا، نہ محسوس کرتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا، گویا زندگی سے پہلے وہ مردہ تھا۔ (الف) طاقت سے پہلے کمزور تھا۔ (ب) دولت مند ہونے سے پہلے تنگ دست تھا۔ پھر جس کی ابتداء یہ ہو، وہ کس بات پر تکبر اور فخر کرے؟

(2) تکبر کا عملی علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے تواضع اختیار کرے۔

(3) جس میں جسمانی طاقت کی وجہ سے تکبر پیدا ہو، اسے جاننا چاہیے کہ اگر اس کی ایک رگ میں درد اٹھے تو وہ ہر چیز سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ عاجز ہو جائے گا۔

(4) جس میں خوب صورتی کی وجہ سے تکبر ہو، اسے عقلمندوں کی طرح اپنے باطن کی طرف دیکھنا چاہیے اور جانوروں کی طرح ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے۔

(5) جو دولت کی وجہ سے تکبر کرے تو اسے چاہیے اس حقیقت سے آگاہ ہو کہ یہودی سب سے زیادہ مال دار ہیں پس تف ہے اس بزرگی پر جس میں یہودی بھی اس سے آگے بڑھ جائیں، جسے چور ایک لحظے میں چھین کر لے جائے اور اس کا مالک ذلیل ہو جائے۔

(6) جو علم کی وجہ سے تکبر کرے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حجت جاہل کی نسبت عالم پر زیادہ سخت ہے اسے چاہیے اس عظیم خطرے کو محسوس کرے جو اس کے سامنے ہے اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرہ اتنا ہی بڑا ہوگا جتنا بڑا مرتبہ ہوگا۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ

''پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر انہیں دے گا اور اپنے فضل سے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ

انہیں مزید بھی عطا کرے گا اور رہے وہ لوگ جنہوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾

گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لیے نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار'' (173)

سوال 1: ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ... فَضْلِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کو خوش خبری دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''پس وہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' یعنی وہ ایسا ایمان لائے جس کا حکم دیا گیا اور انہوں نے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد اور اعمال صالحہ کو جمع کیا۔

(2) ﴿فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر انہیں دے گا'' اجور سے جنت مراد ہے۔ ابن مردویہ کہتے ہیں کہ انہیں ایمان اور عمل کے مطابق جزا ملے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ثواب میں اتنا اضافہ کرے گا کہ ان کے اعمال یہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے، ان کے افعال اس ثواب تک نہیں پہنچ سکتے اور اس ثواب کا تصور بھی ان کے دل میں نہیں آ سکتا۔ اس ثواب میں ہر وہ چیز شامل ہے جو جنت میں موجود ہے مثلاً ماکولات، مشروبات، بیویاں، خوبصورت مناظر، فرحت وسرور، قلب وروح اور بدن کی نعمتیں بلکہ اس میں ہر دینی اور دنیاوی بھلائی شامل ہے جو ایمان اور عمل صالح پر مترتب ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:637/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھنے اور تکبر کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھنے اور تکبر کرنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے باز رہا اور اسے عبادت میں شرم آئی یا اس نے خود کو بڑا سمجھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب دے گا۔ (مختصر ابن کثیر:401/1)

(2) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس کے غضب اور بھڑکتی ہوئی آگ پر مشتمل ہے جو دلوں کو لپٹ جائے گی۔ (تفسیر سعدی:637/1)

(3) ﴿وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لیے نہ کوئی دوست پائیں گے'' وہ مخلوق میں سے کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے جو ان کا ولی ومددگار بن سکے اور وہ اپنا مطلوب ومقصود حاصل کر سکیں۔

(4) ﴿وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو ان سے اس چیز کو دور کر سکے جس سے یہ ڈرتے ہیں بلکہ صورتحال یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے وہ بھی ان سے الگ ہو جائے گا اور ان کو دائمی عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ اس کی قضا کو کوئی بدل سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:637/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے'' (174)

سوال 1: قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ یہ کسی انسان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلام نہیں۔قرآن مسحور کرتا ہے، جولوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں وہ بھی تلاوت قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔سیرت ابن ہشام میں اخنس بن شریق، ابوسفیان اور ابوجہل کا مشہور واقعہ ملتا ہے۔اخنس، ابوجہل اور ابوسفیان تینوں اپنی اپنی جگہ چل پڑے تاکہ نبی ﷺ کا کلام سنیں جب کہ آپ رات کے وقت گھر میں نماز کے دوران تلاوت فرماتے تھے۔ہر شخص ایک جگہ بیٹھ گیا اور قرآن کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ان میں سے کسی کو بھی دوسرے کے بارے میں خبر نہ تھی۔وہ رات کے وقت کلام الٰہی سنتے رہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔جب واپس ہونے لگے تو یہ سب ایک دوسرے سے راستے میں مل گئے۔انہوں نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر کسی شخص نے دیکھ لیا تو وہ بھی ان سے متاثر ہوجائے گا، پھر وہ واپس چلے گئے۔جب دوسری رات ہوئی تو پھر تینوں نہ رہ سکے اور پھر اپنے اپنے خفیہ مقامات پر بیٹھ گئے رات کو قرآن کریم سنتے رہے جب صبح ہونے لگی تو اتفاقاً پھر راستے میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور پھر انہوں نے پہلے کی طرح ایک دوسرے کو ملامت کی۔جب تیسری رات ہوئی تو پھر یہ تینوں قرآن کریم سننے کے لیے پہنچ گئے۔رات گئے تک قرآن سنتے رہے جب صبح کو لوٹنے لگے تو پھر راستے میں ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔اب کہ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم حلف نہ اٹھالیں گے ہم رک نہ سکیں گے اس کے بعد انہوں نے حلف پر معاہدہ کیا اور گھروں کو چلے گئے۔

(2) قرآن مجید واقعی برہان ہے لفظی اور معنوی طور پر معجزہ ہے۔جہاں تک معنوی برہان کا تعلق ہے تو قرآن حکیم نے ایسا نظام زندگی پیش کیا ہے جو انسانی زندگی کی ساری ضرورتوں کا جواب ہے اس اعتبار سے بھی قرآن برہان ہے۔

(3) برہان سے مراد ایسی پکی دلیل ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور ایسی قطعی حجت جو شبہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔(مختصر ابن کثیر:401/1)

(4) تمہارے پاس حق کی تائید میں قطعی دلائل آچکے ہیں جو حق کو واضح کرتے ہیں اور اس کی ضد کو بیان کرتے ہیں یہ براہین دلائل عقلیہ، آیات افقی اور آیات نفسی پر مشتمل ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہوجائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناً وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''(حم السجدہ:53)

(5)﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تمہارے رب کی جناب سے'' اس برہان و دلیل کی عظمت و شرف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ تمہارے رب کی طرف سے ہے جس نے تمہاری دینی اور دنیاوی تربیت کی ہے۔یہ اس کی تربیت ہی ہے جس پر اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمد وثنا بیان کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے تمہیں دلائل عطا کیے تا کہ وہ صراط مستقیم کی طرف تمہاری راہ نمائی کرے اور تمہیں نعمتوں سے بھری ہوئی جنتوں میں پہنچائے۔ (تفسیر سعدی:638/1)

(6) ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے'' قرآن مجید نور مبین ہے یعنی حق کو کھولنے والا ہے۔

(7) قرآن مجید ایسی روشنی ہے جس میں ہر چیز کی حقیقت صاف صاف نظر آتی ہے۔ مومن اس روشنی میں حق اور باطل کا فرق واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔ نفس کے اندر بھی صحیح اور غلط کو اور خیر و شر کو واضح طور پر دیکھ سکتا ہے اور عملی زندگی میں بھی اس نور سے فضا نکھر جاتی ہے اور وہ حیران ہوتا ہے کہ حقیقت تو بالکل واضح تھی لیکن نظر نہیں آ رہی تھی۔

(8) قرآن عظیم اولین و آخرین کے علوم، سچی خبروں، عدل و احسان اور بھلائی کے احکام اور ہر قسم کے ظلم و شر سے ممانعت پر مشتمل ہے۔ لوگ اگر قرآن سے روشنی حاصل کر کے اپنی راہوں کو روشن نہیں کریں گے تو اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے، اگر انہوں نے قرآن مجید سے بھلائی کو حاصل نہ کیا تو بہت بڑی بدبختی میں پڑے رہیں گے۔

سوال 2: قرآن مجید کی روشنی مومن کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: (1) جب مومن اس روشنی کو پانے کی دل سے کوشش کرے۔ (2) جب وہ اس کے لیے ذاتی ذوق پیدا کرے۔ (3) جب وہ قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے۔ (4) جب وہ براہ راست روشنی حاصل کرنے کے لیے صلاحیت پیدا کرے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

''چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انہیں اپنی رحمت

وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا'' (175)

سوال 1: قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے اعتبار سے لوگ کتنی طرح کے ہیں؟

جواب: قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے اعتبار سے لوگ دو طرح کے ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے نہ پکڑا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس کے حوالے کر دے گا اور وہ گمراہی میں جا پڑیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی خصوصیات کی وضاحت ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ ... مُّسْتَقِیْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''چنانچہ جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی پہلی خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ وہ تمام صفات میں کمال رکھتا ہے اور ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔

(2) قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی دوسری خصوصیت ہے کہ ﴿وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی پناہ لی اور اپنی قوت اور طاقت سے بری ہو کر اپنے رب سے مدد کے طلبگار ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 639/1)

(3) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو میں نے کہا: یہ کیا کہ لوگوں پر تو وصیت فرض کی گئی اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ وصیت کریں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ (کو مضبوطی سے تھامنے) کی وصیت کی تھی۔ (بخاری: 5022)

(4) ﴿فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ﴾ ''تو عنقریب وہ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا'' اللہ تعالیٰ ایمان کے تقاضے پورے کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت کو مضبوطی سے تھامنے والوں کو اپنی خاص رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ انہیں نیکیوں کی توفیق دے گا، انہیں بے پایاں ثواب عطا کرے گا اور ان سے بلائیں دور کر دے گا۔ (تفسیر سعدی: 639/1)

(5) ﴿وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا﴾ ''اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا'' اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور دین کو مضبوطی سے پکڑنے والوں پر دوسری رحمت یہ فرماتا ہے کہ انہیں اپنی طرف آنے کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ انہیں علم و عمل کی توفیق اور انہیں حق اور اس پر عمل کی معرفت عطا کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 639/1)

(7) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں اللہ تعالیٰ کی کتاب چھوڑ رہا ہوں، اگر اس کو تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔'' (مسلم: 2950)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور ہدایت پانے کے لیے انسان کو دنیا کی زندگی میں کیسے طرزِ عمل کی ضرورت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور ہدایت پانے کے لیے دو کاموں کی ضرورت ہے: (i) ایمان باللہ (ii) اعتصام باللہ۔

سوال4: جب کسی انسان کے اندر ایمان کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ کیا کوشش کرتا ہے؟

جواب: ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب کوئی ایمان کی حقیقت کو پالیتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں پہنچ جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اس کی بے چین اور حیران و پریشان روح اللہ تعالیٰ کی پناہ میں اطمینان اور سکون حاصل کرتی ہے۔

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ

"وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص فوت ہو کہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور

اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ

اس کی ایک ہی بہن ہو تو اس (بہن) کا اس کے ترکے میں آدھا حصہ ہے اور وہ (بھائی) اس (بہن) کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی اولاد

فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

نہ ہو۔ چنانچہ (وارث) اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں کا ترکے میں دو تہائی حصہ ہے اور اگر مرد عورت کئی بہن بھائی ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو

الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔" (176)

ع 24 4

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) ابو اسحاق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا: سب سے آخر میں جو سورۃ نازل ہوئی وہ سورۃ برأت ہے۔ اور احکام میراث کے سلسلے میں سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ ہے۔ (صحیح بخاری: 4605)

(2) یہ آیت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بہن ہے اس کے مرنے پر مجھے کیا حصہ ملے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت میراث نازل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائی ''وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے''۔(تفسیر ابن عباس:321/1)

سوال 2: کلالہ کی وراثت کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ ''وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے'' کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کی صلب سے کوئی اولاد نہ ہو، نہ کوئی پوتی پوتا، نہ باپ ہو اور نہ دادا۔

(2) کلالہ وہ ہے جس کا باپ نہ ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بہن بھائی وارث بنیں گے کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بہن بھائی باپ کی معیت میں وارث نہیں بنیں گے۔(تفسیر سعدی:640/1)

(3) ﴿اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ ''اگر کوئی شخص فوت ہو کہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو'' (i) اولاد نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی نہ ہو۔(ii) اس سے مراد ہے نہ صلبی بیٹا ہو اور نہ بیٹے کا بیٹا ہو۔

(4) ﴿وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ ''اور اس کی ایک ہی بہن ہو تو اس (بہن) کا اس کے ترکے میں آدھا حصہ ہے'' کلالہ مرد کی حقیقی یا باپ شریک بہن ہے تو اس بہن کو ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

(5) یعنی بہن کو کلالہ بھائی کے ترکہ یعنی نقدی، جائیداد اور دیگر اثاثوں میں سے نصف ملے گا۔

(6) یہ حصہ میت کی وصیت کو پورا کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد دیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:640/1)

(7) اگر مرنے والے کی بیٹی موجود ہو تو بیٹی کی موجودگی میں بہن کو ذوی الفروض کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا لیکن بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جائے گی اور ایک بیٹی ہو تو بہن کا نصف حصہ اور ایک سے زائد ہوں تو بہن کا تیسرا حصہ ہے۔

(8) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک بہن اور ایک پوتی کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ بیٹی اور بہن کو نصف نصف ملے گا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے یہ کہا کہ جاؤ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو وہ میری تائید کریں گے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا ذکر بھی کیا گیا۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ جواب دوں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا۔ میں تو اس کے بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ وہ یہ کہ بیٹی کے لیے نصف رہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو باقی بچے گا وہ بہن کے لیے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے واپس جا کر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب بتایا تو انہوں نے کہا کہ جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے مجھ سے نہ پوچھا کرو۔ (بخاری:6736)

(9) ﴿وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ ''اور وہ (بھائی) اس (بہن) کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی اولاد نہ ہو'' کلالہ عورت (میت) کا حقیقی بھائی یا باپ کی طرف سے بھائی اس بہن کا وارث ہوگا، اگر اس کے اولاد نہیں ہوگی اور اس کے لیے حصہ میراث مقرر نہ ہو کیونکہ وہ تو عصبہ ہے۔ اگر اصحاب فروض یا عصبہ میں شریک کوئی فرد نہ ہو تو وہ تمام ترکہ لے گا۔ یا اصحاب فروض کو ان کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا۔ (تفسیر سعدی:640/1)

(10) نبی ﷺ نے فرمایا: ''فرائض اہل فرائض کو دے کر جو باقی رہے وہ قریبی عزیز مرد کا حق ہے۔'' (بخاری:6746)

(11) ﴿فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ﴾ ''چنانچہ (وارث) اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں کا ترکے میں دو تہائی حصہ ہے'' کلالہ دو بہنیں چھوڑ گیا یا دو سے زیادہ تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا یہیں سے دو بیٹیوں کا حکم لیا گیا۔ (مختصر ابن کثیر:403/1)

(12) ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ ''اور اگر مرد عورت کئی بہن بھائی ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے'' اس سے مراد ہے کہ اگر ملے جلے وارث ہوں تو مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

(13) عورتوں کا مقررہ حصہ (دو تہائی) ساقط ہو جائے گا اور ان عورتوں کو ان کے بھائی عصبہ بنا دیں گے۔ یعنی عورتوں کا حصہ دو تہائی ساقط ہو جائے گا۔

(14) ﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ احکامات کی وضاحت اس لیے کرتا ہے کہ انسان بھٹکنے سے بچ جائیں۔ انسان کے پاس دو ہی راستے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا راستہ یا گمراہی کا راستہ، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا طریقہ کار واضح کر دیا ہے تاکہ تم اس پر عمل کرو اور لاعلمی کی وجہ سے سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤ، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟'' (یونس:32)

(15) اللہ تعالیٰ نے وراثت کے قانون کو قبول کرنے کے لیے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ تم اس کی تعلیم کے محتاج ہو وہ تمہیں اپنے علم میں سے سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری حکمتوں اور مصلحتوں کو جاننے والا ہے اس لیے علیم ہستی کے دیئے ہوئے قانون کو قبول کر لو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکوعاتھا:16 | 5- سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ - 112 | آیاتھا: 120

سوال1:اس سورت کا نام المائدہ کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں مائدہ سے متعلق قصہ مذکور ہے جو کہ سب سے عجیب ہے۔اسی لیے اس سورت کا یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:سورۃ المائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ پانچویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے ایک سو بارہویں (112) سورت ہے۔

سوال3:اس سورت کی فضیلت بیان کریں؟

جواب:(1) سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی عضباء کی نکیل تھامے ہوئی تھی جب آپ ﷺ پر سورہ مائدہ پوری نازل ہوئی۔قریب تھا کہ اس بوجھ سے اونٹنی کے بازو ٹوٹ جائیں۔(مسند احمد:6/455،حسن لغیرہ)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورتیں سورہ المائدہ اور فتح ہیں۔(مستدرک حاکم:3211)

(3) مستدرک حاکم میں ہے کہ جبیر بن نفیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:میں حج کے لئے گیا،وہاں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا:تم سورہ مائدہ پڑھا کرتے ہو؟میں نے کہا:ہاں،فرمایا:سنو سب سے آخری یہی سورت نازل ہوئی ہے،اس میں جس چیز کو حلال پاؤ،حلال ہی سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام پاؤ حرام ہی جانو۔(نسائی فی الکبریٰ:11138،صحیح) یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ پھر میں نے اماں محترمہ سے نبی ﷺ کے اخلاق کی نسبت سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ تھے۔(مسند احمد:6/188،صحیح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو!معاہدوں کو پورا کرو تمہارے لیے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾

اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو، جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے"(1)

سوال 1: مومنوں کو مخاطب کر کے عہد پورا کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو!" ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں سے خطاب سنو تو اسے کان لگا کر توجہ سے سنو کیونکہ اس میں یا تو کسی اچھی بات کا حکم ہوگا یا کسی بری بات سے روکا ہوگا۔ (ابن ابی حاتم)

(2) ﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ "معاہدوں کو پورا کرو" ایمان کا تقاضا ہے کہ معاہدوں کو پورا کریں یعنی نہ ان کو توڑا جائے نہ ان میں کمی کی جائے۔

(3) یہ آیت کریمہ ان تمام معاہدوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے اس کی عبودیت کا التزام، اسے پوری طرح قائم رکھنا اور اس کے حقوق میں کچھ کمی نہ کرنا اور یہ ان معاہدوں کو بھی شامل ہے جو بندے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین آپ کی اتباع اور اطاعت کے بارے میں ہیں، اسی طرح اس میں وہ معاہدے بھی شامل ہیں جو بندے اور اس کے والدین اور اس کے عزیز و اقارب کے درمیان ان کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور عدم قطع رحمی کے بارے میں ہیں نیز اس آیت کریمہ کے حکم میں وہ معاہدے بھی شامل ہیں جو فراخی اور تنگ دستی، آسانی اور تنگی میں صحبت اور دوستی کے حقوق کے بارے میں ہیں۔ اس کے تحت وہ معاہدے بھی آتے ہیں جو معاملات، مثلاً خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ کے ضمن میں بندے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اس میں صدقات اور ہبہ وغیرہ کے معاہدے کی پابندی، مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ بھی شامل ہے جن کی پابندی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں عائد کیا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ "بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (الحجرات: 10) بلکہ حق کے بارے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا، مسلمانوں کا ایک دوسرے سے پیار اور محبت سے مل جل کر رہنا اور قطع تعلقات سے اجتناب وغیرہ شامل ہے۔ (تفسیر سعدی: 641/1)

(4) علی بن طلحہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حلال کیا یا حرام اور جو فرض کیا وہ معاہدے مراد ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو قرآن کریم میں حدود قائم کیں وہ ساری کی ساری (اس میں شامل ہیں) اور تم نہ عہد شکنی کرو اور نہ دھوکہ دو۔ (تفسیر قاسمی:8/6)

سوال 2: حلال اور حرام جانوروں کے احکامات کی وضاحت ﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ ... يُرِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ﴾ ''تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے'' یعنی رحمت کی وجہ سے تم پر حلال کیے گئے ہیں۔

(2) ﴿بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ ''مویشی جانور'' اس سے مراد اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ ہیں۔ (ایسر التفاسیر:320)

(3) بسا اوقات اس میں جنگلی جانور مثلاً ہرن، گورخر اور اس قسم کے دیگر شکار کیے جانے والے جانور بھی شامل ہیں۔ بعض صحابہ کرام اس آیت کریمہ سے اس بچے کی حلت پر بھی استدلال کرتے ہیں جو ذبح کرتے وقت مذبوحہ کے پیٹ میں ہوتا ہے اور ذبح کرنے کے بعد وہ مذبوحہ کے پیٹ میں مر جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:642/1)

(4) حدیث میں ایسے بچے کو حلال قرار دیا گیا ہے کیونکہ بچے کا ذبح کرنا یہی ہے کہ اس کی ماں کو ذبح کر دیا جائے۔

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں، گائے بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ سے بچے نکل آتے ہیں، تو کیا ہم ان کو پھینک دیں یا کھا لیا کریں؟ فرمایا: ''اگر چاہو تو کھا سکتے ہو، کیونکہ ان کی ماں کا ذبح کرنا ہی کافی ہے۔'' (ابوداؤد:2827)

(6) ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے'' جیسے المائدہ کی آیت 3 میں فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو۔''

(7) وہ تمام جانور جو ﴿بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ میں ہیں، مردار ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔

(8) چوپائے مویشی عام حالات میں مباح ہیں لیکن احرام کی حالت میں شکار نہیں کر سکتے۔

(9) ﴿غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ ''اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو'' احرام کی پابندیوں میں سے ہے کہ کسی جانور کا شکار نہ کیا جائے نہ کسی کو شکار کے بارے میں بتایا جائے۔

(10) شکار سے مراد وہ جنگلی جانور ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

(11) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ جو بھی ارادہ کرتا ہے اس امر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جو اس کی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے۔(i) جس طرح اس نے تمہارے مصالح کے حصول اور مضرت کو دور کرنے کے لیے تمہیں معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا۔(ii) تم پر رحمت کی بنا پر اس نے تمہارے لیے مویشیوں کو حلال کر دیا۔(iii) بعض موانع کی وجہ سے جو جانور اس سے مستثنیٰ ہیں ان کو حرام قرار دیا مثلاً مردار وغیرہ۔اس کا مقصد تمہاری حفاظت اور احترام ہے۔(iv) احرام کی حالت میں شکار کو حرام قرار دیا اور اس کا مقصد احرام کا احترام اور تعظیم ہے۔(تفسیر سعدی:642/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ

الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ

پٹے ڈالے گئے جانوروں کی اور نہ حرمت والے گھر جانے کا ارادہ کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور رضامندی

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

تلاش کرتے ہیں، اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں ہرگز

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ

اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم حد سے بڑھ جاؤ، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی پر

وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''(2)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حاطم بن ہند بکری مدینہ منورہ میں ایک قافلہ کے ساتھ غلہ لے کر آئے، اسے بیچ کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کی اور اسلام قبول کیا جب وہ وہاں سے چلے تو آپ نے اس کی طرف دیکھا اور آپ کے پاس جو حضرات بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ میرے پاس اس فاجر کی صورت لے کر آیا اور عہد شکن کی پشت کے ساتھ واپس گیا، چنانچہ جب وہ یمامہ پہنچا تو مرتد ہو گیا اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد ماہ ذی قعدہ میں ایک قافلہ کے ساتھ غلہ لے کر مکہ مکرمہ کے ارادہ سے نکلا، جب صحابہ کرام کو اس کی آمد کی اطلاع ملی تو مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے اس کے قافلہ پر چھاپہ مارنے کا ارادہ کیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے مومنو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو تو اس ہدایت کے آنے پر صحابہ کرام رک گئے کیونکہ صحابہ کرام حکم الٰہی کے پابند تھے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: شعائر اللہ اور حرمت والے مہینوں کے احترام کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو'' اللہ تعالیٰ کے ان محرمات کو حلال نہ ٹھہراؤ جن کی تعظیم اور ان کے عدم فعل (نہ کرنے) کا اس نے تمہیں حکم دیا۔ یہ ممانعت ان کے فعل کی ممانعت اور ان کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنے کی ممانعت پر مشتمل ہے یعنی یہ ممانعت فعل قبیح اور اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنے کو شامل ہے۔ (تفسیر سعدی: 643/1)

(2) ﴿شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ (i) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرمتیں ہیں یعنی جن کی حرمت اور تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو۔

(ii) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد حج کے مناسک ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن: 323/1) (iii) بحر المحیط اور روح المعانی میں حسن بصری اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: شعائر اللہ سے مراد تمام شرائع اور دین کے مقرر کردہ واجبات وفرائض اور ان کی حدود ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن: 18/3) (iv) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ (تفسیر منیر: 420/3) (v) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔'' (الحج: 32)

(3) ﴿وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ ''اور نہ حرمت والے مہینوں کی'' اس کی حرمت کی پاسداری کرو، اس کی عظمت کا اعتراف کرو اور اس میں لڑائی اور دیگر مظالم کا ارتکاب کر کے اس کی توہین نہ کرو۔

(4) حرمت کے مہینوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے، جس دن (سے) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، سوان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں کے خلاف سب مل کر لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔'' (التوبہ:36)

(5)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ﴾ ''وہ آپ سے حُرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے۔'' (البقرہ:217)

(6) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ زمانہ گھوم کر اس حالت میں آ گیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین مہینے ایک دوسرے کے بعد ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا مہینہ مضر (قبیلہ کا) رجب ہے جو جمادی الاول اور شعبان کے درمیان ہے۔'' (بخاری، کتاب التفسیر)

سوال 3: شعائر اللہ کے احترام کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا گیا ہے؟

جواب: یہ حکم اس دور میں دیا گیا جب مسلمانوں اور مشرکین میں جنگ تھی اور مشرکین مکہ پر قابض تھے۔ عرب کے ہر حصے سے لوگ حج اور عمرہ کرنے جاتے تھے ان میں بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی دسترس میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ٹھیک ہے تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہے لیکن جو تو وہ اللہ تعالیٰ کے گھر رہے ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ کر لے، جو حج اور عمرے کے لئے اور قربانیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو ان پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔

سوال 4: بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانور بھیجنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ﴾ ''اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹے ڈالے گئے جانوروں کی'' بیت اللہ کی طرف قربانیاں بھیجنا بند نہ کرو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی عظمت ہے اور ان کی گردنوں میں جوتوں کے پٹے ڈالنے سے بھی باز نہ رہو تا کہ یہ جانور دور ہی سے پہچان لیے جائیں اور معلوم ہو جائے کہ یہ جانور کعبہ کی نیاز ہیں تا کہ کوئی انہیں تکلیف نہ پہنچائے اور دیکھا دیکھی دوسروں کو بھی قربانی کے جانور بھیجنے کا شوق ہو۔ (مختصر ابن کثیر:406/1)

(2)﴿الْهَدْيَ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جسے اللہ تعالیٰ کے گھر کے لیے ہدیہ بھیج دیا جاتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:323/1)

(3)﴿وَلَا الْقَلَآئِدَ﴾ سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں جوتے وغیرہ کا ہار پہنا کر بیت اللہ کی طرف لے جایا جاتا تھا۔ (تیسیر الرحمن:323/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) ہدی کو علامت کے طور پر قلادے پہنانا سنت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مقام ذوالحلیفہ میں پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی طلب فرمائی، پھر اس کو کوہان کے اوپر داہنی طرف اشعار کیا (یعنی ایک زخم لگایا) اور خون صاف کر دیا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیاں لٹکا دیں۔ (مسلم:3016)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قربانی کے جانور (بیت اللہ) بھیجا کرتے تھے اور میں آپ کی قربانی کے جانوروں کے لیے پٹے بٹا کرتی تھی اور آپ ان کاموں سے نہیں بچا کرتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔ (مسلم:3194)

سوال 5: بیت اللہ جانے والوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَآ آٰمِّيْنَ ... وَرِضْوَانًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ ''اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو بیت اللہ جانے کا ارادہ رکھتے ہوں'' یعنی بیت اللہ کا قصد کر کے جانے والوں سے لڑنے کو بھی حلال نہ سمجھو کیونکہ جو اس گھر میں داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہو جاتا ہے، ان کی بے حرمتی نہ کرو، ان کی عزت کرو۔

(2) ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''جو اپنے رب کا فضل تلاش کرتے ہیں'' اس سے مراد ہے جو اپنے رب کے فضل یعنی جائز ذرائع سے تجارت کرنے کا ارادہ لیے ہوئے ہے۔

(3) ﴿وَرِضْوَانًا﴾ ''اور رضامندی'' جو حج، عمرے، طواف اور نمازوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی برائی سے پیش نہ آؤ۔

(4) بے دینی پھیلانے والے کو حرم سے روکنا واجب ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر اس نے چاہا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (التوبہ:28)

سوال 6: احرام اتارنے کے بعد شکار کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ ''اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو'' اس سے مراد ہے کہ احرام کی پابندیاں ختم ہونے کے بعد شکار کرنا حلال ہے۔

سوال 7: دشمنی کی بنا پر زیادتی نہ کی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ ... تَعْتَدُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا﴾ ''اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم حد سے بڑھ جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو روکا ہے کہ کسی قوم پر غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کرے کہ تم دشمنوں کے مقابلے میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ یہ تو تمہارا حق ہے تمہیں غصہ آئے لیکن یہ حق نہیں کہ فوری ردعمل ظاہر کرو۔ دشمنی اور کینہ کے ہاتھوں مجبور ہونے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

(2) اگر تمہارے دشمنوں نے تمہیں مسجد حرام جانے سے روکا ہے تو تم اس دشمنی کی وجہ سے انہیں مسجد حرام سے نہیں روکو، ان کی توہین نہ کرو، تکریم کرو۔ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرو۔

(3) اس حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ بیت اللہ کی طرف جانے والے راستوں کو پرامن بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے گھر جانے والوں کو راستے میں قتل وغارت اور اپنے مالوں کے بارے میں چوری ڈاکے کا خوف نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 644/1)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے حق پر قائم رہنے والے بنو، انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ جو بھی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے باخبر ہے۔'' (المائدہ: 8)

سوال 8: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کے حکم کی وضاحت ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ ''اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو'' اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا ہے یعنی واجبات اور فضائل کی ادائیگی کا حکم دیا۔ (ایسر التفاسیر: 320)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿الْبِرِّ﴾ ''نیکی'' سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند جانے کہ لوگ اس پر اطلاع پائیں۔'' (مسلم:6516)

(3) ''البر'' حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ضمن میں ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور وہ ان پر راضی ہے۔

(4)﴿وَالتَّقْوٰى﴾ ''اور تقویٰ'' اس مقام پر تقویٰ ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ترک کرنے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں۔ بھلائی کی ہر خصلت جس کے فعل کا حکم یا برائی کی ہر خصلت جسے ترک کرنے کا حکم ہے بندہ خود بھی اس کے فعل پر مامور ہے اور اسے اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ، اپنے قول و فعل کے ذریعے سے ان کو اس بھلائی پر آمادہ کرے یا اس میں نشاط پیدا کرے، تعاون کرنے کا حکم ہے۔ (تفسیر سعدی:645/1)

(5) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیہ میں لکھتے ہیں کہ کسی شخص پر حلال نہیں ہے کہ وہ ظلم پر تعاون کرے۔ تعاون کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک تقویٰ پر تعاون ہے اور وہ ہے جہاد، حدود اللہ کو قائم کرنا، حقوق کو پورا کرنا، مستحقوں کو عطا کرنا اسی کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ تعاون کی دوسری قسم: گناہ اور زیادتی پر تعاون ہے۔ (تفسیر قاسمی:25/6)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کرنے والے کو ساز و سامان دیا تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا اور جس نے خیر خواہانہ طریقہ پر غازی کے گھر بار کی (حفاظت) کی تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا۔'' (صحیح بخاری:2843)

(7) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بذیل قبیلے کی شاخ بنولحیان کی طرف (جب کہ وہ مشرک تھے) ایک لشکر (ان کے خلاف جہاد کرنے کے لیے) بھیجا اور فرمایا: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کا ہوگا۔'' (مسلم:4904)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے ان سب کے برابر اجر ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوگی اور ان کے اجر سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس کے لیے ان سب کے برابر گناہ ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوگی اور ان کے گناہوں سے کوئی کمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی جائے گی۔'' (صحیح مسلم:2674)

سوال 9: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا ... شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون کرنے سے روکا ہے۔

(2) ﴿الْاِثْمِ﴾ (i) اثم سے گناہ اور نافرمانی کے کام مراد ہیں اور وہ سارے کام ہیں جن سے شریعت نے روکا ہے جو دل میں کھٹکیں یا جن کے بارے میں لوگوں کو خبر ہونا ناپسند ہو۔

(ii) جس کام کے کرنے کا حکم ہے اسے چھوڑ دینا گناہ ہے۔

(3) ﴿وَالْعُدْوَانِ﴾ یہ مخلوق کے ساتھ ان کی جان و مال اور ان کی عزت و ناموس کے بارے میں ظلم و زیادتی ہے۔ پس بندے پر واجب ہے کہ وہ ہر گناہ اور ظلم و تعدی سے اپنے آپ کو بھی روکے اور دوسرے کے ساتھ بھی اس ظلم و تعدی کو ترک کرنے پر تعاون کرے۔ (تفسیر سعدی:646/1)

(4) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گناہ اور زیادتی پر تعاون یہ ہے کہ کسی معصوم کے خون بہانے پر تعاون کیا جائے یا کسی معصوم کا مال چھین لیا جائے یا کسی کو ناحق مارا جائے اور اسی طرح کے کام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول نے روکا ہے۔ (تفسیر قاسمی:25/6)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم'' عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کروں گا لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کس طرح کروں؟ فرمایا: ''اس وقت تم اسے ظلم کرنے سے روکنا، اسے ظلم سے باز رکھنا ہی اس کی مدد ہے۔'' (بخاری:6952)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے (یعنی جو جنگ اسلام میں جائز نہ ہو) اپنے قبیلہ کے لیے غصہ میں آئے یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کے باعث اپنے قبیلہ کی مدد کرے تو ایسا شخص اگر قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کے قتل کا سا ہوگا۔'' (صحیح مسلم:4786)

(7) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک تھے، مہاجرین بڑی تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرتا تھا، اس نے (مذاق میں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک انصاری کی پیٹھ پر مارا۔ انصاری لڑکے کو سخت غصہ آ گیا، چنانچہ دونوں لڑکے لڑنے لگے، یہاں تک کہ دونوں نے (اپنے قبیلوں کو) پکارا۔ انصاری نے پکارا: اے انصار! اور مہاجر نے پکارا: اے مہاجرین! رسول اللہ ﷺ نے یہ پکاریں سنیں تو آپ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی تھی؟'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''ان کا معاملہ کیا ہے؟'' لوگوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ایک مہاجر لڑکے نے ایک انصاری لڑکے کی پیٹھ پر ہاتھ مار دیا اور اس پر لڑنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس (قسم کی پکار) کو چھوڑ دو، یہ بڑی خبیث پکار ہے۔'' (بخاری:3518)

(8) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اس سے ڈرجاؤ اور ان کی اطاعت والے کام کر کے اور جس سے انہوں نے روکا ہے اس سے رک کر اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔ (ایسر التفاسیر:321)

(9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جو اس کی نافرمانی کرے گا اور محارم کے ارتکاب کی جسارت کرے گا۔ پس ہتک محارم سے بچو مبادا (ایسا نہ ہو) کہ تم اس کی دنیاوی یا اخروی سزا کے مستحق بن جاؤ۔ (تفسیر سعدی:646/1)

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مومن کا رشتہ کیسے اپنے رب سے جوڑ دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم دے کر اور زیادتی کے کاموں میں تعاون سے روک کر مومن کا رشتہ اپنے سے جوڑ دیا ہے۔ اسلام نے گناہ اور ظلم پر باہمی تعاون کو روکا ہے اس طرح پوری انسانیت کو تعصّبات سے نکالا ہے۔ خاندان کے تعصب سے جس کی بنیاد پر ظلم ہوتا ہے، علاقے کے تعصب سے، ذاتی میلانات اور شخصی رجحانات کے تعصب سے، دوستوں اور دشمنوں سے معاملہ کرتے وقت انسانیت کو بنیاد بنایا اور یوں ایک نئے انسان نے جنم لیا۔

(2) اسلام نے نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا حکم دے کر انسان کا رشتہ رب سے جوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے نہایت مشفقانہ رویہ اپنایا۔

(3) عرب اکثر و بیشتر باطل و گمراہی پر باہم تعاون کر لیتے تھے، ان کے یہاں سچ پر کم ہی حلف منعقد ہوئے، حق اور سچائی پر وہ کم ہی کبھی اکٹھے ہوئے تھے۔ اسلام نے بگڑے ہوئے انسان کی تربیت کی اور ان کے دلوں میں زمین آسمان کا فرق آ گیا۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ

''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ

والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے

عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ

نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو،

كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

یہ نافرمانی ہے۔ آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہو گئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور تم مجھ سے ڈرو، آج میں

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے، چنانچہ

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (3)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الصحابہ" میں الواسطہ عبداللہ، جبلہ جان بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور میں ایک ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا جس میں مردار کا گوشت تھا، اللہ تعالیٰ نے مردار کے گوشت کی حرمت نازل فرمائی تو میں نے فوراً ہانڈی پھینک دی۔ (یہ صحابہ کرام کا اطاعت الٰہی کا والہانہ جذبہ تھا)۔

(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو ہم پر حرام قرار دیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جو چیز حرام ٹھہرائی ہے وہ اپنے بندوں کی حفاظت اور ان کو اس ضرر سے بچانے کے لیے حرام قرار دی ہے جو ان محرمات میں ہوتا ہے۔ کبھی تو اللہ تعالیٰ یہ ضرر بندوں کے سامنے بیان کر دیتا ہے اور کبھی (اپنی حکمت کے تحت) اس ضرر کو بیان نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی: 646/1)

سوال 3: مردار حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ "تم پر حرام کر دیا گیا مردار" مردار حرام ہے۔ اس سے مراد وہ مرا ہوا جانور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ وہ کسی بھی وجہ سے مرا ہو چاہے موت یا گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر لگا کر یا جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔

(2) ذبح شرعی سے پہلے زندہ جانور سے جو کوئی جسم کا حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی ﴿اَلْمَيْتَةُ﴾ (مردار) کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

(3) سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور اس سے پہلے اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ زندہ اونٹوں کے کوہان اور دنبوں کی چکیاں کاٹ لیتے ہیں اور ان کو کھا جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے وہ میتہ ہے یعنی مردار ہے۔'' (ترمذی:1480)

(4)(i) مردار کا گوشت نقصان دہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اس کا نقصان اس کے اندر گوشت میں خون کا رک جانا ہے جس کا انسان کے بدن اور دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ (ii) وہ جانور جو کسی بیماری کی وجہ سے مر جاتے ہیں کھانے والے کے لیے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:646/1)

(5) مری ہوئی ٹڈی اور مچھلی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا کھانا حلال ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔ (تفسیر منیر:425/3)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو صدقہ میں ایک بکری ملی جو مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا تو فرمایا: ''تم نے اس کی کھال کو کیوں نہیں اتارا کہ اس کو رنگ دے کر اپنے کام میں لاتے؟'' لوگوں نے کہا، وہ مردار ہے۔ فرمایا: ''مردار کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے۔'' (مسلم:806)

سوال 4: ﴿وَالدَّمُ﴾ بہنے والا خون حرام ہے، اس حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالدَّمُ﴾ ''اور خون'' اس سے مراد بہنے والا خون ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ ''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت جو ناپاک ہے۔'' (الانعام:145)

(2) اہل عرب خون کو آنتوں میں بھر کر تیل میں تل لیا کرتے تھے پھر اسے کباب کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے تھے۔ (تفسیر انوار البیان:60/2)

(3) صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ خون کو جما کر توے پر بھون لیا کرتے تھے یا تل لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے پھر اس کو کھاتے تھے۔(تفسیر حقانی:4/7)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ ﷺ سے تلی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''کھاؤ'' لوگوں نے کہا: یہ تو خون ہے۔ فرمایا: ''تم پر بہنے والا خون حرام ہے۔ (اور یہ جما ہوا ہے)''(ابن ابی حاتم)

(5) ابوسفیان نے ہرقل شاہ روم سے کہا تھا کہ محمد ﷺ ہمیں مرے ہوئے جانوروں اور خون سے روکتا ہے۔(بخاری)

(6) خون کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ: (i) خون میں جراثیم اور زہریلی چیزیں ہوتی ہیں۔ (ii) انسانی طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ (iii) اس کو ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (iv) بہتے ہوئے خون کو پینے سے انسان کے اخلاق اور مزاج پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مضرات ہیں جن کی اصل حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

سوال 5: ﴿وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ سؤر حرام ہے، اس حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ ''اور سؤر کا گوشت'' سؤر کا گوشت بھی حرام ہے یعنی ہر قسم کا سؤر حرام ہے۔(مختصر ابن کثیر)

(2) اس حرمت میں اس کے تمام اجزاء شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ناپاک درندوں میں سے خنزیر کو خاص طور پر منصوص کیا ہے کیونکہ اہل کتاب میں سے نصاریٰ دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حلال قرار دیا ہے یعنی نصاریٰ سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ یہ خنزیر بھی حرام اور من جملہ خبائث کے ہے۔(تفسیر سعدی:647/1)

(3) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔'' عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: ''نہیں، یہ حرام ہے۔''(بخاری:2236)

(4) سؤر کا گوشت اس لیے حرام ہے کہ اس میں انسان کے جسم اور دین کے لیے ضرر ہے۔

سوال 6: ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ہے، اس حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ ''اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے'' غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ بات ضروری قرار دی کہ اس کی مخلوق اس کے عظیم نام پر ذبح کی جائے پھر اگر انسان اس حکم سے سرتابی کر کے کسی غیر کا نام لے کر (مثلاً کسی پیر) یا کسی بت کے نام پر یا مورتی کے نام پر یا جن و پری کے نام پر یا کسی بزرگ کے نام پر کوئی جانور ذبح کرے تو بالاتفاق وہ حرام ہے۔(مختصر ابن کثیر:408/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) یعنی اس پر بتوں، اولیاء، کواکب اور دیگر مخلوق کا نام لیا گیا ہو۔ جس طرح ذبیحہ پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا اسے پاک کر دیتا ہے اسی طرح غیر اللہ کا نام، ذبیحہ کو معنوی طور پر ناپاک کر دیتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔ (تفسیر سعدی:647/1)

(3) غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ اس لیے حرام ہے کہ: (i) اس میں غیر اللہ کی تعظیم ہوتی ہے۔ (ii) غیر اللہ کی عبادت میں کفار سے مشابہت ہوتی ہے۔ (iii) ذبیحے سے اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے جس کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔

(4) اہل جاہلیت ذبیحے پر لات، عزیٰ اور ہبل کا نام لیتے تھے جو ان کی عظمت کی دلیل ہے اور غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو ذبح کرتے وقت اپنا عظیم نام لینے کو واجب کیا ہے۔

سوال 7: حرام جانوروں کی وضاحت ﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ ... وَالنَّطِيحَةُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ ''اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور)'' سے مراد وہ جانور ہے جس کو رسی سے، ہاتھ سے، کسی بھی طرح سے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہو یا مر گیا ہو وہ بھی حرام ہے۔

(2) ﴿وَالْمَوْقُوذَةُ﴾ ''اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور)'' ایسے جانور کو کہا جاتا ہے جو کسی بھاری چیز مثلاً پتھر، لکڑی، لاٹھی وغیرہ کی چوٹ سے مر گیا ہو یا اس پر کوئی دیوار گر گئی ہو یا دب کر مر گیا ہو۔ ایسا جانور حرام ہے۔

(3) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں شکار پر ایک ایسی لاٹھی پھینکتا ہوں جس کے آگے چھری لگی ہوئی ہوتی ہے اور وہ شکار کو لگ جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چھری لگی لاٹھی پھینکو اور وہ جانور کو پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ اسے عرض کے بل لگے تو وہ وقیذ (موقوذ) یعنی چوٹ لگ کر مرا ہے، لہٰذا اسے نہ کھاؤ۔'' (بخاری:5476)

(4) ﴿وَالْمُتَرَدِّيَةُ﴾ ''اور بلندی سے گر کر مرنے والا'' ایسا جانور ہے جو کسی بلند جگہ سے نیچے گر کر مر جائے مثلاً کسی دیوار سے، کسی پہاڑ سے، کسی چھت سے یا کنویں میں گر کر مر جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جانور جو پہاڑ کی چوٹی یا بلند مقام سے گر کر مر جائے یا کنویں میں گر کر مر جائے وہ حلال نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:408/1)

(5) ﴿وَالنَّطِيحَةُ﴾ ''اور سینگ لگنے سے مرنے والا'' ایسے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے، اگرچہ سینگ سے اس کے خون جاری ہو جائے خواہ ذبح کرنے کی جگہ ہی سے خون کیوں نہ جاری ہو ہر صورت حرام ہے۔ (مختصر ابن کثیر)

(6) اگر جانور ابھی زندہ ہو تو اسے ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔ کعب بن مالک کا بیان ہے ہماری بکریاں سلع میں چرتی تھیں ایک روز ہماری باندی نے ایک بکری کو مرتے دیکھ کر فوراً ایک پتھر توڑ کر اس کی دھار سے بکری کو ذبح کر دیا میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا فرمایا: ''کھالو'' (بخاری)

سوال 8: درندے کا کھایا ہوا جانور حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ ''اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو'' اگر درندے نے کسی جانور کو پھاڑ کھایا ہو اور جانور مرجائے تو وہ حلال نہیں جیسے بھیڑیے، چیتے، شیر یا کسی شکاری پرندے نے پھاڑ کھایا ہو۔

(2) اگر سدھایا ہوا کتا کسی جانور کو کھالے اور وہ زخم سے مرجائے تو وہ بھی حرام ہے اگرچہ اس سے خون جاری ہوا ہو اور گلے سے بہا ہو تب بھی حلال نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 409/1)

(3) ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ ''مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر جانوروں کا پھاڑا ہوا جانور زندہ ہو اور تم اسے ذبح کرلو تو وہ حلال ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 409/1)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر جانور دم ہلادے یا پاؤں مارے یا دیدے پھرائے تو ذبح کر کے تم اسے کھا سکتے ہو۔ (ابن ابی حاتم)

(5) سیدنا رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کل دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوگی اور ہمارے پاس چھری موجود نہیں ہے، تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کرلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز بھی خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھالو لیکن اسے دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو اور ابھی میں اس کی وجہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔'' (بخاری: 2488، مسلم: 5092)

سوال 9: بتوں کے نام کا ذبیحہ حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ''اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو'' بتوں کے نام کا ذبیحہ حرام ہے۔ ایام جاہلیت میں کعبہ کے اردگرد بتوں کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ابن جریج کے بقول تین سو ساٹھ بت تھے۔ عہد جاہلیت میں لوگ ان کے سامنے اپنے جانور ذبح کیا کرتے تھے اور ان جانوروں کا خون بیت اللہ پر چھڑک دیا کرتے تھے اور گوشت کاٹ کر بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمادیا اور ان جانوروں کا گوشت جو بتوں کے سامنے ذبح کیے گئے ہوں حرام فرمادیا اگرچہ ذبح کرتے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا گیا ہو کیونکہ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک پایا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام فرما دیا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:409/1)

(2) سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ نحر کرے گا۔ (جب نذر پوری کرنے کا وقت آ گیا) تو وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی (سو کیا اب نذر کو پورا کر دوں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا: ''کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟'' لوگوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا وہاں مشرکین کی عیدوں میں سے کوئی عید تھی؟'' لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس شخص سے) فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو، البتہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز میں نذر پوری کرنا (جائز) ہے، جو ابن آدم کی ملکیت میں نہ ہو۔'' (ابوداؤد:3313)

سوال 10: تیروں سے فال لینا حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَاَنْ ... فِسْقٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ﴾ ''اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو'' تیروں سے فال لینا حرام ہے۔ (2) استقسام کے معنی ہیں کہ جو مقدر میں ہے اسے طلب کرنا۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: استقسام تیروں سے قسمت طلب کرنا۔ (ابن جریر)

(4) اللہ تعالیٰ نے تیروں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنے سے منع فرمایا۔

(5) دور جاہلیت میں تین طرح کے تیر ہوتے تھے جس کو اس کام کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جن میں سے ایک پر لکھا جاتا تھا کہ ''یہ کام کرو'' دوسرے پر لکھا ہوتا تھا یہ کام نہ کرو اور تیسرا خالی ہوتا تھا۔ اگر ''کام کرو'' کا تیر نکل آتا تو وہ کام کر لیتے اگر منع کا تیر نکلتا تو رک جاتے اور سادہ تیر نکلتا تو پھر دوبارہ تیر نکالتے یہاں تک کہ لکھا ہوا تیر نکل آتا۔ یہ کام سفر، شادی یا کسی اہم موقع پر کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اس صورت میں حرام قرار دے دیا اور کسی کام میں تردد کی صورت میں استخارے کا حکم دیا جیسا کہ ترمذی کی حدیث 480 سے معلوم ہوتا ہے۔

(6) ﴿ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ ''یہ نافرمانی ہے'' اللہ تعالیٰ نے قسمت کے تیر نکالنے کو فسق، گمراہی اور شرک قرار دیا ہے۔

(7) یہ تمام محرمات فسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل کر شیطان کی اطاعت میں داخل ہونا ہے۔ (تفسیر سعدی:648/1)

(8) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب، اور جوا، اور آستانے اور قسمت آزما تیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب گندے شیطانی کام ہیں۔ چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (المائدۃ:90)

(9) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص عراف (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔'' (مسلم)

(10) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے اور زنا کاری کی اجرت سے اور غیب کی خبریں بتانے والے کو جو کچھ بطور منہ میٹھا کرنے کے دیا جاتا ہے اس سے منع فرمایا۔'' (مسلم:2159)

سوال 11: کافر اور شیطان مسلمانوں کے دین سے ناامید ہو گئے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلْيَوْمَ...وَاخْشَوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ﴾ ''آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہو گئے جنہوں نے کفر کیا'' یعنی آج کافر مایوس ہو چکے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر سکیں جیسا کہ فتح مکہ اور ثقیف اور ہوازن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے انہیں امید تھی۔ (ایسر التفاسیر:322)

(2) ﴿اَلْيَوْمَ﴾ ''آج'' اس سے مراد کوئی خاص دن یا تاریخ نہیں بلکہ وہ دور مراد ہے جس میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی تو مشرک بے آسرا ہو گئے حالانکہ وہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' شیطان اب اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں۔ ہاں، البتہ وہ ان کے باہمی تعلقات خراب کرنے سے مایوس نہیں ہے۔'' (مسلم:7103)

(5) ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ ''چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو'' اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے خوف کھانے سے روکا ہے کیونکہ مشرکین مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

(6) دین کے غلبے اور کافروں کے خوف کے زائل ہو جانے، ان کے مغلوب و مقہور ہو جانے اور اپنے غالب ہو جانے کے بعد ان سے نہ ڈرو۔ (تفسیر قاسمی:46/6)

(7) ﴿وَاخْشَوْنِ﴾ ''اور تم مجھ سے ڈرو'' خشیت میں خالص ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں دنیا اور آخرت میں ان پر غالب کروں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 12: اسلام دین کامل ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلْيَوْمَ ... دِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے۔ اب انہیں اسلام کے سوا کسی دین کی ضرورت ہے، نہ اپنے نبی ﷺ کے سوا کسی اور نبی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے نبی مبعوث فرمایا ہے۔

(2) ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے'' یعنی دین کے احکامات اور اس کے فرائض۔ اس کے بعد اب کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حلال وحرام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ (تفسیر قاسمی: 46/6)

(3) ﴿اَلْيَوْمَ﴾ سے مراد عرفہ کا دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل کیا۔

(4) یہودیوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر ہمارے یہاں وہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم (جس دن وہ نازل ہوئی ہوتی) اس دن عید منایا کرتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کہاں اور کب نازل ہوئی تھی اور جب عرفات کے دن نازل ہوئی تو نبی ﷺ کہاں تشریف رکھتے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم اس وقت میدان عرفات میں تھے۔ سفیان ثوری نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا اور کوئی دوسرا دن۔ (بخاری: 4606)

(5) اللہ تعالیٰ نے شریعت کی تکمیل فرما دی ہے اس لیے دین کے احکامات میں کتاب وسنت کافی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کتاب وسنت کے علم کے علاوہ دین کو سمجھنے کے لیے دیگر علوم کی ضرورت ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جاہل قرار دینا ہے۔

(6) ﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ ''اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے'' اسلام سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین اور شریعت کی تکمیل سے نعمت اسلام کو مکمل کر دیا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 47/6)

(7) جب دین مکمل ہو گیا تو نعمت عظمیٰ بھی مکمل ہو گئی۔ (مختصر ابن کثیر: 41/1)

(8) ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ''اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے'' یعنی میں نے اسلام کو تمہارے لیے دین کے طور پر اور تمہیں اسلام کے لیے چن لیا ہے۔ اب اپنے رب کی شکر گزاری کے لیے اس دین کو قائم کرو اور اس ہستی کی حمد کرو جس نے بہترین، عالی شان اور کامل ترین دین سے نواز کر تم پر احسان فرمایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 649/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ''یقینا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔'' (آل عمران:19)

(10) ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ قطعاً قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والا ہو گا۔'' (آل عمران:85)

سوال 13: اضطراری حالت میں مردار کھانا جائز ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اضطراری حالت میں مردار کھانا جائز ہے، رب العزت نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''چنانچہ جو شخص مجبور کیا جائے'' یعنی جسے ضرورت کچھ حرام کھانے پر مجبور کر دے جس کا تذکرہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ میں کیا گیا ہے۔ (2) ﴿فِيْ مَخْمَصَةٍ﴾ ''بھوک میں'' یعنی وہ سخت بھوکا ہو۔

(3) ﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ﴾ ''گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو'' یعنی گناہ اور نافرمانی کا ارتکاب نہ کرنے والا ہو وہ ان حرام چیزوں کو اس وقت تک نہ کھائے جب تک وہ اضطراری حالت میں نہ ہو اور ضرورت سے بڑھ کر نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو اضطراری حالت میں مباح فرمایا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (البقرہ:173)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول کیا جائے، جیسا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔'' (ابن حبان:2742، مسند احمد:5868)

(5) ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم ایک ایسے علاقے میں ہیں، جہاں ہم بھوک سے ناچار ہو جاتے ہیں تو ہمارے لیے مردار کھانا کب حلال ہوتا ہے؟ فرمایا: ''جب تمہیں صبح کا کھانا نہ ملے اور جب شام کا کھانا نہ ملے اور تمہیں کوئی سبزی ترکاری وغیرہ بھی نہ ملے تو اسے کھا لو۔'' (مسند احمد:5/218)

(6) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے بھوک کی شدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مجبور ہو کر حرام کھانے والے کو بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو اپنے غفور یعنی بخشنے والے اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔(7)اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اضطرار کی حالت میں حرام کھانے کو جائز قرار دیا ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ رحیم ہے،اس نے دین میں کوئی نقص لاحق کیے بغیر رحم فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:649/1)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیں تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور شکاری

مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ

جانوروں میں سے جو تم نے سدھا رکھے ہیں،جنہیں تم شکاری بنانے والے ہو،تم انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

سکھایا ہے چنانچہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے''(4)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس امت میں سے کون سی قسم کے جانور ہمارے لیے حلال ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)(تفسیر ابن عباس:327/1)

سوال2:حلال چیزوں کی وضاحت ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ...لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ﴾''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟'' مومنوں کا سوال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کے لئے کیا حلال کیا ہے۔(2)اس آیت میں حلال چیزوں کا بیان ہے۔ (3)﴿قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾''آپ کہہ دیں تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں''طیبات سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں کوئی فائدہ ہے اور بدن اور عقل میں نقصان پہنچے بغیر ان سے لذت حاصل ہوتی ہے۔طیبات میں وہ تمام غلہ جات اور پھل وغیرہ شامل ہیں جو بستیوں اور صحراؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔اس میں وہ تمام حیوانات بھی شامل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو خشک زمین پر پائے جاتے ہیں سوائے ان حیوانات کے جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مثلاً درندے، ناپاک جانور اور ناپاک اشیاء وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:650/1)

(4) حلال کے لیے پاک کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غذا کھانے والے کے اخلاق پر غذا کا اثر پڑتا ہے۔ چیر پھاڑ کر کھانے والے جانوروں کو کھایا جائے تو انسان میں بھی اسی طرح کے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے ان کے کھانے سے منع فرمایا۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے جانور کے کھانے سے منع فرمایا جو اپنے دانتوں سے چیر پھاڑ کر کھاتا ہے (جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، بلی، کتا وغیرہ) اور ہر ایسے پرندہ کے کھانے سے منع فرمایا جو پنجے والا ہو یعنی پنجے سے دوسرے جانور کو شکار کر کے کھاتا ہو۔ (مسلم)

سوال 3: سدھائے ہوئے شکاری جانوروں سے شکار کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ ... عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ ''اور شکاری جانوروں میں سے جو تم نے سدھار رکھے ہیں'' یعنی تمہارے لیے وہ ذبیحے حلال ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، کھانے کی پاک چیزیں حلال ہیں اور وہ شکار حلال ہے جسے تم شکاری جانوروں مثلاً کتوں، چیتوں اور بازوں وغیرہ کے ذریعے سے شکار کرو۔ (المصباح المنیر:277/2)

(2) ''جوارح'' سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں آدمی شکار کرنے کے لیے سدھا لیتا ہے، جیسے کتا، چیتا، چیل، باز اور شاہین وغیرہ۔ (تیسیر الرحمن:327/1)

(3) شکار کے حلال ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ سدھائے جانور کو چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ کہہ لیا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ شکار کردہ جانور کا کوئی حصہ سدھائے ہوئے جانور نے نہ کھایا ہو۔ (تیسیر الرحمن:328/1)

(4) ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''تم انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر واضح کر دیا کہ جانوروں کو اگر تم سدھاتے ہو، وہ تمہارے مطیع ہوتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے تمہارا کمال نہیں ہے۔

(5) اس آیت میں حیوانات کو تعلیم دینے اور انہیں مصلحت کے تحت مارنے کا جواز ملتا ہے کیونکہ تعلیم بسا اوقات اس کی محتاج ہوتی ہے۔ (تفسیر قاسمی:73/6)

سوال 4: شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿فَكُلُوْا ... سَرِيْعُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ ''چنانچہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو'' یعنی جو جانور تمہارے لیے شکار کو روک کر رکھیں اس کو کھا لیا کرو لیکن اس کے لیے شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت تکبیر پڑھنا شرط ہے۔

(2) اگر شکاری جانور کو چھوڑتے وقت عمداً تکبیر نہ پڑھی گئی ہو تو اسکا مارا ہوا شکار جائز نہیں۔

(3) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو اللہ کا نام لے پھر اگر وہ شکار کو پکڑ لے اور تو اسے زندہ پالے تو ذبح کر لینا اور اگر تو نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ اسے قتل کر چکا ہے اور اس میں سے اس نے نہیں کھایا تو اس کو کھا لینا اور اگر کتے نے اس میں سے کھا لیا تو اس میں سے نہ کھانا کیونکہ اس نے وہ اپنے لیے روک رکھا ہے (جس سے معلوم ہوا کہ وہ کتا مُعلَّم نہیں) اور اگر تو اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو بھی پالے اور جس جانور پر حملہ کیا ہے، وہ مقتول ہو چکا ہے تو اس میں سے مت کھانا کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ دونوں کتوں میں سے کس نے قتل کیا۔'' (مسلم:4973)

(4) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے کتے کو بھیجو تو اس پر اللہ کا نام لو اور اگر وہ تمہارے لیے پکڑے اور تم اسے زندہ پالو تو اسے ذبح کر لو اور اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے لیکن اسے خود نہیں کھایا تو پھر تم اسے کھا لو۔'' (بخاری:5475، مسلم:(6)-1929)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو اور ان پر اللہ کا نام لو تو ان کا کیا ہوا شکار کھا لو۔'' (مسلم کتاب الصید والذبائح)

(6) سیدنا ابو ثعلبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شکار تم اپنے تیر سے مارو اور تیر چلاتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو اسے کھاؤ اور جو شکار تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے کھاؤ۔'' (بخاری:5488)

(7) شکار کے لیے کتا پالنا جائز ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث 2322 سے پتہ چلتا ہے۔ اس کے ساتھ عام کتا پالنا حرام ہے کتے کے شکار اور اس کو شکار کے لیے سکھانے کے جواز سے لازم آتا ہے کہ اس کا پالنا بھی جائز ہے۔ (تفسیر سعدی:651/1)

(8)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے اور اپنے قوانین کی پابندی کے لیے اپنے سریع الحساب ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب دیا جائے گا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ ''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (آسان حساب) تو بس (اللہ کے دربار میں) پیشی کا ذکر ہے، لیکن جس سے حساب کی کرید کی گئی تو اس کو ضرور عذاب ہوگا۔'' (بخاری::103، مسلم:7225)

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ

''آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ

اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور مومن پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

کتاب دیئے گئے، جب تم اُن کے مہر انہیں ادا کر دو، انہیں نکاح میں لانے والے ہو اعلانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫

اور نہ چھپے دوست بنانے والے ہو اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا

وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

اور وہی آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے'' (5)

سوال 1: اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿اَلْيَوْمَ ... حِلٌّ لَّهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾ ''آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں'' اس آیت میں بندوں کو کثرت سے شکر ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان چیزوں کو مباح قرار دیا جس کے وہ بہت محتاج تھے اور طیبات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(2) ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ ''اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے'' یہاں طعام سے مراد یہودیوں کا ذبیحہ ہے کیونکہ غلہ اور پھل وغیرہ میں اہل کتاب کی خصوصیت نہیں۔

(3) مسلمانوں کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کے ذبیحے حلال ہیں، باقی کافروں کے ذبیحے حلال نہیں کیونکہ اہل کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبیوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے منسلک ہیں اور سارے انبیاء غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی حرمت پر متفق ہیں کیونکہ یہ شرک ہے۔(4) اہل کتاب کا کھانا حلال وحرام کی پابندی کے ساتھ جائز ہے۔

(5)﴿وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ ''اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے'' مسلمانوں کا کھانا اہل کتاب کے لیے حلال ہے۔

سوال 2: اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ ... اَخْدَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور مومن پاک دامن عورتیں'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق عفت مآب عورتیں مراد ہیں۔

(2)﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے'' یہودیوں اور عیسائیوں کی پاکدامن عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔(ایسر التفاسیر:325)

(3) مشرکہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ ''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔'' (سورۃ البقرۃ:221)

(4)﴿اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''جب تم اُن کے مہر اُنہیں ادا کردو'' جب تم ان کے مہر انہیں دے دو تو ان کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہوگا۔(5) جس کا ارادہ ہو کہ وہ مہر ادا نہیں کرے گا تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں۔

(6) حق مہر کی عورت کی طرف اضافت دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنے تمام حق مہر کی مالک ہوتی ہے اور اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔(تفسیر سعدی:653/1)

(7)﴿مُحْصِنِيْنَ﴾ ''نکاح میں لانے والے ہو'' یعنی نکاح کرنے والے ہو اور بیویوں کی عزت کی حفاظت کر کے ان کو پاک رکھو۔

(8)﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ ''اعلانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو'' مسافحین بدکاری کرنے والے کو کہتے ہیں۔﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ زنا کرنے والے نہ ہو۔نکاح کی شرط ہے کہ مرد زنا کاری سے دامن بچانے والا ہو۔

(9)﴿وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ ''اور نہ چھپے دوست بنانے والے ہو'' ﴿اَخْدَانٍ﴾ سے مراد ہے معشوقوں سے زنا کرنا۔زمانہ جاہلیت میں زنا کرنے والوں کی دو قسمیں تھیں: کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرنے والے کو مسافحین کہا جاتا۔صرف محبوبہ کے ساتھ زنا کرنے والے کو اخدان کہتے ہیں۔دونوں صورتیں حرام ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: اسلامی معاشرے میں اہل کتاب کے ساتھ برتاؤ کی کیا صورت ہے؟

جواب: (1) اسلام اہل کتاب کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔

(2) اسلام مذہبی آزادی سے نہ تو سوسائٹی کے اندر اہل کتاب کو الگ تھلگ کرتا ہے اور نہ کاٹ کر پھینکتا ہے۔

(3) اسلام اہل کتاب کو شرکت اور محبت کا احساس دلاتا ہے۔

(4) اسلام اہل کتاب کو اسلامی معاشرے میں ضم ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

(5) اسلام اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیتا ہے اور اس بات کی چاہت دیتا ہے کہ اپنا کھانا اہل کتاب کو پیش کر سکیں تا کہ رواداری کی فضا وجود میں آئے۔

(6) اسلام اہل کتاب میں سے پاکدامن عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دیتا ہے۔

(7) اسلام اس طرح سے عالمی معاشرہ قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

سوال4: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ ... مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ ''اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا'' کفر کی حالت میں وفات پانے والے کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مر جائے اس حال میں کہ وہ کافر ہو تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:217)

(2) ﴿وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور وہی آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے'' ایسے لوگوں کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو قیامت کے روز اپنی جان، مال اور گھر والوں کے بارے میں سخت خسارے میں ہوں گے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا۔'' (الزمر:15)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا

اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنابت میں ہو تو غسل کر لو

فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو،

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو، سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لو۔

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ

اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے لیکن وہ ارادہ رکھتا ہے

وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿

کہ تمہیں پاک کرے اور تا کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ تم شکر کرو" (6)

سوال 1: وضو کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو!" اس سے مراد ہے کہ اے لوگو! اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو۔

(2) ﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ "جب تم نماز کے لیے اٹھو" جب تم نماز کے لیے جانے لگو تو وضو کر لو یعنی جب تم نماز کی نیت سے اٹھو تو وضو کر لو اس میں نماز کے لیے نیت کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(3) اس سے نماز قائم کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(4) نماز کے لیے وضو کا حکم ہے اور وضو میں نیت واجب ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 415/1)

(5) نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کے لیے اٹھتے وقت طہارت کا حکم دیا ہے اور اصولی طور پر حکم (امر) وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

(6) طہارت نماز کا وقت داخل ہونے پر واجب نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو صرف اس وقت واجب ہوتی ہے جب نماز پڑھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ارادہ کیا جائے۔

(7) ہر وہ نماز جس پر ''الصلوٰۃ'' کا اطلاق کیا جائے مثلاً فرض، نفل، فرض کفایہ اور نماز جنازہ وغیرہ ہر قسم کی نماز کے لیے طہارت فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے اہل علم کے نزدیک مجرد سجدہ، مثلاً سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کے لیے بھی طہارت ضروری ہے۔

(8) وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے یہ حدیث آئی ہے کہ اسکا کوئی وضو نہیں جس نے وضو پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 415/1) (ترمذی: 25)

(9) اس آیت میں وضو کے فرائض چار ہیں: (i) چہرہ دھونا۔ (ii) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔ (iii) سر کا مسح کرنا۔ (iv) دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا۔ (واضح البیر: 295)

(10) ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ ''تو اپنے چہروں کو دھولو'' چہرہ دھونا پہلا فرض ہے تین بار دونوں ہاتھ دھونے، تین مرتبہ کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کے بعد جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا۔ (ایسر التفاسیر: 326)

(11) ''تو اپنے چہروں کو دھولو'' اس میں چہرے کے دھونے کا حکم ہے اور چہرے میں چہرے کا صرف سامنے کا حصہ شامل ہے یعنی سر کے بالوں کی حدود سے لے کر طول میں جبڑوں کے نیچے اور ٹھوڑی تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک نیز کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چہرے کے دھونے میں شامل ہے اور یہ سنت ہے چہرے پر اگے ہوئے بال بھی چہرے میں داخل ہیں اگر زیادہ گھنے نہیں تو تمام جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے اگر داڑھی گھنی ہو تو اوپر سے دھونا کافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 655/1) (12) داڑھی کے بالوں میں خلال کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (ترمذی: 31)

(13) ﴿وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ ''اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک'' دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا ہے۔ یہ واجب اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ کہنیوں کو پوری طرح دھو یا نہ جائے۔

(14) ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ ''اور اپنے سروں کا مسح کرو'' یہ وضو کا تیسرا فرض ہے۔

(15) پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

(16) سر کا مسح دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے، کسی کپڑے سے کیا جائے یا لکڑی وغیرہ سے، جیسے بھی کیا جائے کفایت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسح کا علی الاطلاق حکم دیا ہے۔ کسی وصف سے مقید نہیں کیا۔ پس یہ چیز مسح کے اطلاق پر دلالت کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(17)وضو میں سر پر مسح کرنا فرض ہے۔اگر ہاتھوں کے ساتھ سر پر مسح کرنے کی بجائے سر کو دھولیا جائے تو یہ کفایت نہیں کرے گا کیونکہ اس نے وہ کام نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔(تفسیر سعدی:656/1)

(18)سر کے مسح کے لیے اپنے ہاتھ آگے سے پیچھے گدی تک لے جائیں گے پھر وہاں سے آگے کو لائیں گے جہاں سے شروع کیا تھا۔پھر کانوں کا مسح کریں گے۔

(19)اگر سر پر پگڑی ہو تو سنت رسول کے مطابق اس پر بھی موزوں کی طرح مسح کیا جائے گا۔

(20)﴿وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾''اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو''وضو کا چوتھا فرض ہے۔

(21)وضو میں پاؤں کا مسح نہیں بلکہ غسل ہے۔

(22)پاؤں دھونے حدیث سے ثابت ہیں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ معظمہ سے واپس ہوئے۔چلتے چلتے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا راستہ میں ایک جگہ پانی ملا تو لوگ جلدی سے آگے بڑھ گئے ہم جب ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں ظاہر ہو رہی ہیں جن کو پانی نہیں پہنچا۔نبی ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے جو دوزخ کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی۔اچھی طرح پانی پہنچایا کرو۔''(احمد وابن ماجہ)

(23)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ (خشک) چھوڑ دی۔رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا:''واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔''وہ شخص واپس گیا اور اس نے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھی۔(مسلم:576)(24)اگر پاؤں میں موزے پہنے ہوں تو ان پر مسح درست ہے۔

سوال 2:وضو کا مکمل طریقہ کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا حمران،عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے (حمران) سے پانی کا برتن مانگا (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا،اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی،پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھوئے۔پھر اپنے سر کا مسح کیا (پھر پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:''جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے،پھر دو رکعت پڑھے جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس کے گزشتہ گناہ صاف کر دیئے جاتے ہیں۔''(بخاری:159)

(2)وضو کے اعضاء کو ترتیب سے دھونے کا حکم ہے۔(تفسیر سعدی)

(3)ہر نماز کے وقت تجدید وضو کا حکم ہے تاکہ مامور بہ پر عمل کیا جا سکے (یعنی حکم کو پورا کیا جا سکے)۔(یہ بہتر صورت ہے،ورنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ وضو برقرار ہو۔'' فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھیں اور فرمایا کہ یہ میں نے عمداً کیا ہے (تاکہ لوگوں کو اس کا جواز معلوم ہو جائے)۔(مسلم:277)(تفسیر سعدی:1/657)

سوال 3: وضو کرتے وقت ذہن میں کیا رکھیں؟

جواب:(1) جب وضو کے لئے ہاتھ دھوئیں تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس وضو کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں کے گناہ دھل رہے ہیں آئندہ ہاتھوں سے ایسے گناہ نہیں کرنے۔

(2) وضو میں دوسرا عمل کلی ہے۔ زبان جھوٹ بولتی ہے، طعنہ دیتی ہے، غیبت کرتی ہے، مذاق اڑاتی ہے، جھوٹی قسمیں کھاتی ہے، جھوٹی گواہی دیتی ہے، غلط بات یا کام میں ہاں میں ہاں ملاتی ہے، فضول گپ شپ کرتی ہے، زبان گالی دیتی ہے، برے القاب رکھتی ہے، زبان زخم لگاتی ہے، زبان کو کیسے پاک کریں؟ کلی سے زبان اور پورا اندر کا حصہ صاف ہو جاتا ہے۔ کلی کرتے ہوئے ذہن میں رکھنا ہے کہ اس کلی سے منہ کی برائیاں دھل رہی ہیں۔

(3) وضو میں تیسرا عمل ناک جھاڑنا ہے۔ ناک عزت کا نشان ہے ہر ایک کو اپنی ناک کی فکر رہتی ہے۔ اس ناک کی خاطر کتنے گناہ کیے جاتے ہیں، وضو میں ناک میں پانی ڈال کر، ناک جھاڑ کر، ناک صاف کر کے ہم برے ماحول کے اثرات سے خود کو پاک کرتے ہیں۔ ناک جھاڑتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ آئندہ ناک کی خاطر کوئی گناہ نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے پچھلے گناہوں کی وجہ سے توبہ استغفار ضرور کرنی ہے۔

(4) وضو کا اگلا عمل چہرہ دھونا ہے۔ انسان کا تشخص چہرے سے ہے۔ چہرہ نہ ہو تو پہچان ختم ہو جائے۔ چہرے کا بناؤ سنگھار اس امر پر دلیل ہے کہ انسان کو اپنا چہرہ انتہائی عزیز ہے۔ لیکن یہ چہرہ دل کا آئینہ ہے۔ ایک طرف تو چہرہ دل کے حالات کی عکاسی کرتا ہے اور دوسری طرف کتنی نگاہوں کا مرکز بنتا ہے۔ ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ ''اس دن کچھ چہرے چمک دار ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ'' (آل عمران:106) چہرے کی سفیدی وضو کی وجہ سے اور سیاہی برے اعمال کی وجہ سے ہو گی۔ چہرہ دھوتے وقت یہ ذہن میں رکھنا ہے کہ قیامت کے دن چہرے کو سیاہ ہونے سے بچانا ہے۔ (i) نظروں کی آلودگی سے چہرے کو پاک کرنا ہے۔ (ii) قیامت کے دن چہرے کو پرنور بنانے کے لئے اچھی طرح دھونا ہے۔ (iii) رب سے ملاقات کے لئے چہرے کو پاک کرنا ہے۔

(5) وضو کا اگلا عمل بازو دھونا ہے۔ بازو دھوتے وقت ذہن میں یہ رکھنا ہے کہ یہ بازو صرف مالک کی بڑائی کے لئے جھکیں اور اٹھیں گے۔ میں ان بازوؤں سے صرف اپنے رب کی مرضی کے کام کروں گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)وضو کا اگلا عمل سر کا مسح ہے۔انسانی سوچ کا منبع و مرکز انسان کا دماغ ہے۔شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور ذہن شیطان کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔وضو کے درمیان مسح سوچ کو پاک کرنے کے عمل کا اظہار کرتا ہے۔مسح کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ میں اپنے دماغ سے شیطان کی نجاست نکال رہی ہوں۔آئندہ اس نجاست کو اندر نہیں آنے دینا۔

(7)وضو کا اگلا عمل کانوں کا مسح ہے۔سماعت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے لیکن کھلے کانوں کے اندر ہر آواز جگہ بنا سکتی ہے۔کان جھوٹ سنتے ہیں،غیبت سنتے ہیں،میوزک سنتے ہیں،گپ شپ سنتے ہیں۔ایسے کان لے کر رب سے ملاقات کیسے کریں؟ کانوں کا مسح کرتے ہوئے یہ سوچنا ہے کہ اس کان سے جو برائی کے کام کیے ہیں وہ سب دھل رہیں ہیں اور آئندہ برائی کے کام نہ کرنے کا عہد کرنا ہے۔

(8)وضو کا اگلا عمل پاؤں دھونا ہے۔پاؤں نہ ہوں تو حرکت ممکن نہیں ہے۔رب کے عطا کردہ ہمارے یہ پاؤں اٹھتے ہیں تو ہماری اپنی مرضی کے ایسے کاموں کے لئے کہ جن سے رب ناراض ہو جائے۔پاؤں دھوتے ہوئے ذہن میں یہ رکھنا ہے کہ پاؤں رب کی دی ہوئی نعمت ہیں۔ان کو اٹھانا ہے تو ایسی سمت میں جس سے رب کی رضا حاصل ہو جائے اور ان پاؤں پر چل کر جو گناہ کیے ہیں آئندہ ان پاؤں کو ان گناہوں کی راہ پر نہیں چلانا۔

سوال 4:وضو کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:(1)رسول ﷺ نے فرمایا:''مومن جب وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے سے سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اسکے ہاتھوں کے گناہ گر جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا۔اسی طرح جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کی طرف وہ چل کر گیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔''(مسلم:577)

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''جب میری امت کو قیامت کے دن لایا جائے گا وہ وضو کے آثار کی وجہ سے سفید پیشانی اور سفید اعضاء والی ہو گی لہٰذا جو شخص تم میں سے اس سفیدی کو بڑھا سکتا ہے ضرور بڑھا لے۔''(صحیح مسلم:580)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''قیامت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' (صحیح مسلم:586)

سوال 5: کیا وضو کے بغیر نماز قبول ہو جاتی ہے؟

جواب: پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دوبارہ وضو نہ کرے۔'' (بخاری:135)

سوال 6: حلال رزق اور پاکیزہ عورتوں کے احکامات کے بعد نماز اور اس کے لئے طہارت کے بیان میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) یہ تذکرہ محض اتفاقاً نہیں ہے۔ حلال رزق اور پاکیزہ عورتوں کے احکامات کے بعد نماز اور اس کے لیے طہارت کے بیان میں بڑی حکمت ہے۔ حلال رزق کے پاک ہونے اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کے احکامات جو کہ معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں کے بعد نماز جو کہ روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور اس کے لیے وضو کا ذکر کیا گیا جو کہ جسمانی طہارت کا ذریعہ ہے اس کے تذکرے سے انسان کی زندگی میں پاکیزگی اپنے کمال تک جا پہنچتی ہے۔

(2) اس سے یہ سمجھانا بھی مطلوب ہے کہ طہارت اور نماز کے احکامات بھی اسی طرح دین کا حصہ ہیں جیسے کھانے، شکار، نکاح، حلال و حرام اور جنگ و امن میں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے احکامات۔

(3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب معاہدات ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

سوال 7: جنابت کی حالت میں غسل کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ ''اور اگر تم جنابت میں ہو تو غسل کر لو'' جنبی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس سے سوتے یا جاگتے منی خارج ہوئی ہو یا اس نے مجامعت کی ہو خواہ منی کا انزال نہ ہوا ہو۔ جسے یاد آ جائے کہ اسے احتلام ہوا ہے مگر کپڑوں پر منی کے نشانات موجود نہ ہوں تو اس پر غسل واجب نہیں کیونکہ جنابت متحقق نہیں ہوئی۔ (تفسیر سعدی:657/1)

(2) ﴿فَاطَّهَّرُوْا﴾ تو غسل کر لو یعنی پورا بدن پانی سے دھو ڈالو۔ (ایسر التفاسیر:235)

(3) جنابت کی حالت میں غسل کا حکم دیا گیا ہے۔ غسل جنابت میں تمام بدن کا دھونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طہارت حاصل کرنے کو بدن کے کسی ایک حصے کے ساتھ مخصوص کرنے کی بجائے تمام بدن کی طرف مضاف کیا ہے۔ جنابت کی حالت میں بالوں کو اندر اور باہر سے دھونے کا حکم ہے۔ طہارت کے حصول کے وقت حدث اصغر سے بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے اس کے لیے اس کی نیت کر لینا کافی ہے۔ پھر وہ تمام بدن پر پانی بہائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف پاکیزگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے اور وضو لوٹانے کا ذکر نہیں فرمایا۔ (لیکن یہ بات اس وقت صحیح ہوگی جب سنت کے مطابق غسل جنابت کیا جائے اور وہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جائیں، پھر شرم گاہ کو بائیں ہاتھ سے دھو کر اس ہاتھ کو مٹی یا صابن وغیرہ سے دھویا جائے، پھر وضو کیا جائے اور سر پر مسح کرنے کے بجائے تین بار سر پر پانی ڈالا جائے، پھر سارے بدن پر پانی ڈال کر غسل کیا جائے، پھر آخر میں جگہ بدل کر پیر دھوئے۔ اس طرح غسل جنابت کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ دوران غسل شرم گاہ کو ہاتھ نہ لگے۔) (تفسیر سعدی:657/1)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غسل فرماتے تو آپ ﷺ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لیے آپ وضو کیا کرتے تھے پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہا لیتے۔ (بخاری:248)

سوال 8: غسل کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا پھر آپ ﷺ نے پہلے دو یا تین مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرم گاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر دو یا تین بار رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی جگہ سے سرک کر پاؤں دھوئے۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ایک کپڑا لائی تو آپ ﷺ نے اسے نہیں لیا اور ہاتھوں ہی سے پانی جھاڑنے لگے۔ (بخاری:274)

سوال 9: جنابت کی وجہ سے کیا کچھ ممنوع ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) قرآن پاک پڑھنا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ہمیں جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پڑھاتے تھے۔ (ترمذی) (2) مساجد میں داخل ہونا: قرآن پاک میں فرمایا: ﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ﴾ ''اور نہ جنبی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) مگر راستے سے گزرتے ہوئے۔'' (النساء:43)

(3) نماز پڑھنا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو اور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔'' (النساء:43)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) قرآن مجید کو ہاتھ لگانا۔ ﴿لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا'' (الواقعہ:79)

سوال 10: تیمم کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ ... وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى﴾ ''اور اگر تم مریض ہو'' اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے تیمم مشروع فرمایا۔ تیمم کے جواز کے اسباب میں سے ایک سبب ایسا مرض ہے جس میں پانی کے استعمال سے ضرر پہنچتا ہو، اس صورت میں تیمم جائز ہے۔ (تفسیر سعدی:657/1)

(2) ﴿اَوْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ ''یا سفر میں ہو'' سفر کی حالت میں جب پانی نہ ملے تو تیمم کو جائز کر دیا گیا ہے۔

(3) ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ ''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو'' پیشاب اور پاخانہ کے راستوں میں سے کوئی چیز باہر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:658/1) ایسے میں پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔

(4) ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ ''یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو'' لذت اور شہوت سے عورت کے بدن کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ایسے میں پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔

(5) ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً﴾ ''پھر تم پانی نہ پاؤ'' یعنی وضو اور غسل کے لیے پانی نہ ملے۔ تیمم کی صحت پانی کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ پانی مل جائے تو خواہ انسان نماز کے اندر ہو تیمم باطل ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿فَتَيَمَّمُوْا﴾ ''تو تیمم کرو'' یعنی ارادہ کرو تیمم میں نیت ضروری ہے۔

(7) ﴿صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ ''پاک مٹی'' (i) نبی ﷺ نے فرمایا: ''پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو کا کام کرتی ہے چاہے وہ دس سال پانی نہ پائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم مباح ہے۔'' (ابن حبان)

(ii) نجس مٹی سے تیمم نہیں ہوتا کیونکہ یہ پاک نہیں بلکہ ناپاک ہے۔

(8) حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں لاحق ہوں اور تیمم کرتے وقت دونوں سے طہارت کی نیت کر لیں تو تیمم ہو جائے گا۔

(9) عمران بن حصین خزاعی نے بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا؟'' اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم کو پاک مٹی سے تیمم کرنا ضروری تھا، بس وہ تمہارے لیے کافی ہو جاتا۔'' (صحیح بخاری:348)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ ''سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو'' تیمم میں صرف چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا کافی ہے۔(11) تیمم میں ترتیب اسی طرح شرط ہے جیسے وضو میں شرط ہے۔

(12) تیمم میں مسح ہاتھ سے یا کسی اور چیز سے جائز ہے۔

(13)﴿بِوُجُوْهِكُمْ﴾ تمام چہرے کو شامل ہے اور تمام چہرے کا مسح واجب ہے البتہ اس سے منہ اور ناک کے اندر مٹی داخل کرنا اور بالوں کی جڑوں تک مسح کرنا مستثنیٰ ہے۔

(14) ہاتھوں کا مسح صرف ہاتھ اور کلائی کے جوڑ تک ہے کیونکہ ہاتھ کا اطلاق صرف گٹے تک ہے۔اگر کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح تیمم کے لیے شرط ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس شرط سے مقید فرما دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں مقید فرمایا ہے۔

(تفسیر سعدی:659/1)

(15) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی لیکن پانی نہیں ملا۔اس لئے میں نے مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے صرف اتنا اتنا کرنا کافی تھا۔اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کو مل لیا پھر بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا۔پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔(صحیح بخاری:347)

سوال 11: تیمم کے فرائض کیا ہیں؟

جواب:(1) نیت۔(2) مٹی کا پاک ہونا۔(3) ایک بار دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارنا۔

(4) چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرنا۔

سوال 12: تیمم کب ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:(1) وہ سارے کام جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) پانی مل جانے پر تیمم ٹوٹ جاتا ہے خواہ نماز کے دوران ملے۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں۔

سوال 13: تیمم سے کون سے کام مباح ہو جاتے ہیں؟

جواب:(1) نماز۔(2) طواف۔(3) قرآن مجید کو ہاتھ لگانا۔(4) تلاوت قرآن۔(5) مسجد میں ٹھہرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 14: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ سفر (غزوۂ بنی المصطلق) میں تھے جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں کہیں قریب میں پانی نہ تھا لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ رسول ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ ہے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے رسول ﷺ اپنا سر میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا حالانکہ قریب کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ رسول ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول ﷺ جب صبح اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا یا ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ (بخاری:334)

سوال 15: وضو، غسل اور تیمم کے احکامات میں کیا حکمت ہے واضح کریں؟

جواب: (1) جسمانی اور روحانی صفائی کا حصول اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ پابندی میں بڑی آزمائش ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مشقت میں ڈالنے کے لئے عائد نہیں کی انسانوں کو پاکیزہ بنانے کے لئے عائد کی ہے۔ وضو اور غسل سے روحانی اور جسمانی پاکیزگی ملتی ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم سے پاکیزگی نصیب ہوگی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ناروا پابندیاں اور سخت قید کو ختم کیا ہے۔ یہودیوں کے یہاں طہارت کے معاملات میں سخت پابندیاں تھیں۔ تیمم کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ کوئی شخص پانی نہ ملنے پر عبادت نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرمائی ہے۔ ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ﴾ میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ تیمم کے ذریعے بطور انعام طہارت عطا فرما رہے ہیں تاکہ مسلمان شکر کریں۔

سوال 16: ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ ... تَشْكُرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو احکام ہمارے لیے مشروع فرمائے ہیں ان میں ہمارے لیے کوئی حرج، کوئی مشقت اور تنگی نہیں رکھی۔ یہ اس کی بندوں پر بے پایاں رحمت ہے تاکہ وہ ان کو پاک کرے اور ان پر اپنی نعمت کا اتمام کرے۔

(2) نماز کے لیے طہارت یا تیمم کے حکم سے مقصود بندوں کو تکلیف اور تنگی میں ڈالنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گناہوں سے پاک کرنا اور اپنی نعمت کو ان پر تمام کرنا چاہتا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 332/1)

(3) ﴿وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ﴾ ''لیکن وہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کرے'' اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں پاک کرے۔ اس نے پانی اور مٹی سے ظاہری بدن کی طہارت اور خالص توبہ اور توحید کے ذریعے سے حاصل ہونے والی باطنی طہارت کی تکمیل کی ہے۔

(4) تیمم کی طہارت میں اگرچہ وہ نظافت وطہارت نہیں ہوتی جس کا حس اور مشاہدہ کے ذریعے ادراک ہو سکتا ہے تاہم اس میں معنوی طہارت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پیدا ہوتی ہے۔

(5) ﴿وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے'' اللہ تعالیٰ نے طہارت کے ذریعے اسلام کی نعمت کی تکمیل کی ہے۔

(6) ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم شکر کرو'' اللہ تعالیٰ کے احکامات پر شکر گزاری اور ان سے محبت تب پروان چڑھتی ہے جب بندہ طہارت اور شریعت کے احکامات میں تدبر کرے اور اپنے علم اور معرفت میں اضافے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا

''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

اور ہم نے مانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' (7)

سوال: مومنوں کے لیے اسلام اور رسول اللہ ﷺ عظیم نعمتیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاذْكُرُوْا ... الصُّدُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی عظیم نعمتیں یاد دلا رہا ہے کہ اس نے انہیں یہ عظیم الشان دین عطا فرمایا اور رسول کریم ﷺ کو ان کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبعوث فرمایا۔(2)اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے انعامات کا دل اور زبان سے تذکرہ کیا جائے۔تذکرے سے شکر اور محبت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے احسانات کو پہچان کر اس کی محبت سے بھر جاتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے دینی انعامات کے تذکرے سے نفس کی خود پسندی ختم ہوتی ہے۔

(4)نعمت اسلام کا تذکرہ دراصل اسلام کے احکامات کا تذکرہ ہے اور نعمت رسول ﷺ کا تذکرہ دراصل سنتوں کا تذکرہ ہے۔

(5)﴿وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ﴾''اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا''اسلام لاتے وقت اور رسول ﷺ سے بیعت کرتے وقت مسلمان کہتا تھا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ کی بات مانیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہم آپ کی باتیں سن کر ان پر عمل کریں گے خواہ ہمیں اچھی معلوم ہوں یا بری،خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح ہی کیوں نہ دی جائے اور خلیفہ سے خلافت میں جھگڑا نہ کریں گے۔(مختصر ابن کثیر:418/1)

(6)سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی بات کے سننے پر اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں،سختی آسانی میں اور اگرچہ ہمارے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے۔(بخاری:7199،مسلم:4771)

(7)یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عہد یہودیوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ تم سے محمد ﷺ کی پیروی کا اور ان کے مقدس دین کی اطاعت کا عہد و پیمان لیا جا چکا ہے پھر ایمان کیوں نہیں لاتے۔(مختصر ابن کثیر:418/1)

(8)﴿اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾''جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا''اس سے مراد زبان سے کیا ہوا عہد نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اطاعت ہے یعنی ہم نے اللہ کا حکم سن لیا اور قبول کر لیا۔یہ ظاہری اور باطنی تمام شرعی احکام کو شامل ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ذریعے جو دعوت دی اسے ہم نے قبول کر لیا۔اب جن پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے ان پر عمل کریں گے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رکیں گے۔

(10)ایمان والے یہ عہد یاد رکھتے ہیں اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے پورا کرنے کی حرص رکھتے ہیں۔

(11)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ''اللہ تعالیٰ نے اپنا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو اور اپنے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا کہ جو خیالات تمہارے دل میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے اور جو راز تمہارے سینے میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہے۔

(13)﴿بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کا مفہوم عربی زبان میں ''دلوں کی مالکہ'' جو دلوں میں چسپاں ہو۔ کنایتاً مراد وہ خفیہ جذبات ہیں جو دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ پوشیدہ میلانات، دلوں کے خلجان، خفیہ راز، ایسے راز جو دلوں کے ساتھ چسپاں ہیں۔ یہ خفیہ راز بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہیں اس لئے کہ وہ دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ (فی ظلال القرآن)

(14) اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف دلایا ہے کہ تمہارے دلوں سے جو بھی فعل سرزد ہوا جس سے کوئی اور واقف نہیں ہو سکتا یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ وہ ایمان ہو یا شک اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے اس کے لیے اخلاص، اس کو راضی کرنے کی فکر، اس کی محبت، اس سے امید، اس پر توکل، اس کا تقویٰ، اس کی آیات پر تفکر کو تو رکھو لیکن اس کی ناراضگی کے ہر کام سے بچ جاؤ جیسے خواہشات سے محبت اور ان تمام افعال جیسے بدگمانی، حسد، کینہ اور نافرمانی کے خیالات سے دل کو پاک کرو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ،

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' (8)

سوال: عدل و انصاف قائم کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مان لیا اب اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔

(2)﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ'' یعنی انصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہونے والے بن جاؤ۔ تمہاری ظاہری اور باطنی حرکات قیام انصاف میں نشاط محسوس کریں اور یہ قیام عدل دنیاوی اغراض کی خاطر نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رضا کے لیے ہو (قسط) یعنی عدل تمہارا مقصد ہو تمہارے اقوال وافعال میں کسی قسم کی افراط وتفریط نہ ہو اور تم قریب اور بعید، دوست اور دشمن، سب کے ساتھ عدل وانصاف کرو۔ (تفسیر سعدی: 661/1)

(3) لوگوں کے لیے اور شہرت کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حق پر قائم رہو اور ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے گواہ بنو۔ (مختصر ابن کثیر: 418/1)

(4) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے کوئی چیز ہبہ کی ان سے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں جب تک اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالو۔ آخر کار میرے والد آپ ﷺ کی گواہی کے لیے آپ ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے اپنے ہر بچے کو اس جیسا ہبہ کیا ہے؟'' بولے نہیں۔ فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو'' اور فرمایا: ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔'' آخر کار والد محترم نے گھر آ کر وہ موہوبہ چیز مجھ سے واپس لے لی۔ (بخاری، مسلم)

(5) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' یہ فرما کر آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے، حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' پھر آپ برابر ان الفاظ کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا شاید آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ (بخاری: 5976، مسلم: 259)

(6) ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو'' کسی قوم سے کینہ، بغض اور عداوت تمہیں عدل سے نہ روکنے پائے۔ عدل کرو خواہ دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا پرایا، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ (مختصر ابن کثیر: 419/1)

(7) جن کے پاس عدل کا کوئی تصور نہیں ان جیسے کام نہ کرنا۔ دوست ہو یا دشمن، گواہی حق کی بنیاد پر دینا۔ اگر کوئی حق بات کہے تو اسے قبول کرو۔

(8) ﴿اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے'' عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اگر عدل کی خواہش کرو گے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے قریب ہے۔ عدل مکمل ہوگا تو تقویٰ بھی مکمل ہوگا۔

(9) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' تقویٰ ہی وہ کسوٹی ہے جس کی وجہ سے دشمن کے معاملے میں بھی انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعصب کا شکار نہیں ہوتا، عدل کرتا ہے اور عدل تقویٰ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

(10)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز سے باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔

(11) اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی یقین سے پیدا ہوتا ہے کہ جس سے میرا معاملہ ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ چھوٹے بڑے اور اچھے برے تمام اعمال کی آخرت میں جزا دے گا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

''ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے''(9)

سوال: ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں سے کیا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے جو نیک عمل کرتے ہیں گناہوں کی مغفرت اور اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے'' اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

(2)﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''ان لوگوں سے جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان لائے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولوں کا اقرار کیا اور جو کچھ رسول ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس لے کر آئے اس کا بھی اقرار کیا۔ (3)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' جنہوں نے نیک عمل کیے یعنی جو واجبات اور مستحبات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(4)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اُن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے'' مغفرت کی امید اور اجر عظیم کا وعدہ مومن کو اپنے طرز عمل پر اطمینان دیتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

'' اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، ایسے لوگ دوزخ والے ہیں''(10)

سوال: کافروں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) کافروں کو جہنم کی وعید دی گئی ہے، رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا جو کہ حق پر دلالت کرتی ہیں اور ان آیات سے کفر کیا حالانکہ ان آیات نے حق کو بیان کر دیا تھا۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''ایسے لوگ دوزخ والے ہیں''کافروں کو دوزخ نصیب ہوگی۔یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جس میں ظلم کا کوئی شائبہ نہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ عادل ہے، حکیم ہے، بڑی قدرت والا ہے۔

(3) کفر کرنے والے، انکار کرنے والے اپنے لیے جہنم کا راستہ کھول دیتے ہیں۔

(4) کفر کرنے والے جھٹلا کر اپنے راستے میں خود رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ان کے لئے جہنم کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔وہ جہنم کے ساتھ لازم وملزوم رہیں گے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں

اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ع 2/6

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کریں''(11)

سوال1: یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دیا، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ۔۔۔الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(2)﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾''اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو''اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا اعتراف کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ہاتھوں کو روکا، ان کی سازشوں سے بچایا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد ہے۔اس لیے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔اس کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

(3)﴿اِذْ هَمَّ قَوْمٌ﴾''جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا''جب کچھ لوگوں نے یعنی یہودیوں نے ارادہ کیا۔

(4)﴿اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ﴾''کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں''ان سب کے ہاتھ آگے بڑھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریب تھا کہ پکڑ لیتے۔

(5)﴿فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا'' ان کے ہاتھوں کو آگے بڑھنے سے، تمہاری طرف آنے سے روک دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ذہنوں میں زندہ کیا ہے۔

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ (آرام فرمانے کے لیے) پڑاؤ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کی تلاش میں پوری وادی میں پھیل گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پکارا، ہم جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے میری تلوار (مجھ پر) سونت لی تھی، میں اس وقت سویا ہوا تھا، میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے مجھ سے کہا: تمہیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ میں نے کہا: ''اللہ! اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ (بخاری:2910، مسلم:5950)

(7) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو نضیر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے آپ ﷺ کے سر پر گرانا چاہا تھا جبکہ آپ ﷺ عامری لوگوں کی دیت لینے کے لئے ان کے پاس گئے تھے تو ان شریروں نے عمرو بن مجاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو نیچے کھڑا کر کے باتوں میں مشغول کر لیں گے تو اوپر سے یہ پھینک کر آپ ﷺ کا کام تمام کر دینا لیکن راستے ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان کی شرارت وخباثت سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے وہیں سے پلٹ گئے، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/419)

(8)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' اللہ تعالیٰ نے اپنا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اس سے ثواب کی امید پر اطاعت کے کام کرواتا ہے اور اس کے عذابوں کے خوف سے نواہی سے اجتناب کرواتا ہے۔

(9) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔'' (الطلاق:2)

(10)﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:4)

(11)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' مومنوں کو اپنے دینی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیاوی معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔ جولوگ اپنی تدبیروں، اپنی قوت اور اپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر توکل نہیں کر سکتے۔

(12) ہر کسی کا توکل اس کے ایمان کے مطابق ہوتا ہے اور یہ دل کی عبادات میں سے ہے جن پر سب کا اتفاق ہے۔

(13) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تربیت کیسے کی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اتنا بڑا حادثہ ہے لیکن تمہیں دشمنی کو ختم کر دینا چاہیے، غصہ ختم کر دینا چاہیے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں، تم ٹھنڈے دل سے سوچو اور یقین رکھو، اللہ تعالیٰ نگران ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے غصے سے اطمینان کی طرف لا کر، سنجیدگی کی طرف لا کر، نرمی کی طرف لا کر ضبطِ نفس کی تربیت کی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ضبطِ نفس کے ذریعے سے دلوں کو رواداری کی طرف موڑا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے اس رواداری کے ذریعے عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے آگے تسلی دلائی ہے کہ تمہاری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو میں روک رہا ہوں۔

(6) یوں مومن اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر کاربند ہو جاتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ

اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ

میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کو قوت دی

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور تمہیں ضرور بہ ضرور جنتوں میں داخل کروں گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا تو یقیناوہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا''(12)

سوال: بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناًاللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور اس کی اطاعت کو لازم پکڑنے کا۔ (تفسیر ماوردی:19/2)

(2) اسرائیلیوں سے بیعت کے ذریعے یہ عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور کتاب مقدس کی باتیں سنیں، انہیں مانیں اور ان کی ہدایت پر عمل کریں۔ (مختصر ابن کثیر:420/1)

(3)﴿وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا﴾ ''اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں پر بارہ سردار مقرر کیے تھے۔

(4) بنی اسرائیل کے سرداروں کے فرائض یہ تھے: (i) بنی اسرائیل کے معاملات کی دیکھ بھال کرنا۔

(ii) جن باتوں کا بنی اسرائیل کو حکم دیا جاتا تھا ان پر عمل کرنے کے لیے ترغیب دلاتے تھے۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام جبابرہ سے جنگ کی مہم پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ چن لیں چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں سے ایک ایک نمائندہ چن لیا۔ (مختصر ابن کثیر:420/1)

(6) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو عہد لیا تھا اس کی شرائط یہ تھیں: (i) اقامت صلوٰۃ۔ (ii) ادائیگی زکوٰۃ۔

(iii) آئندہ آنے والے رسولوں پر ایمان۔ (iv) آئندہ آنے والے رسولوں کی تائید۔

(v) اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر دینی اجتماعی مقاصد کے لئے خرچ (انفاق)۔

(7)﴿وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری حفاظت، مدد اور میری نگرانی تمہارے ساتھ ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ ذمہ داری کے بوجھ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

(9) یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر ان پانچ شرائط کو پورا کرو گے تو میں (اللہ تعالیٰ) آپ کے ساتھ ہوں، آپ کا حامی ہوں، آپ کا ضامن ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کا ساتھی ہو تو کسی مخالفت کی کوئی حقیقت نہ ہوگی نہ مخالفت کا کوئی اثر ہوگا۔

(10)﴿لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ﴾ ''اگر تم نے نماز قائم کی'' یہ ان امور میں سے پہلا امر ہے جن پر عہد لیا گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی لوازم کے ساتھ قائم کرو گے اور پھر اس پر دوام اختیار کرو گے۔ (تفسیر سعدی:664/1)

(12) ﴿وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کی'' یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز اور زکوۃ کے پابند رہے یہ دوسرا امر ہے جس کا عہد لیا گیا تھا۔

(13) ﴿وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ﴾ ''اور میرے رسولوں پر ایمان لائے'' یعنی میرے تمام انبیاء کی رسالت کی تصدیق کرو گے اور ان میں سب سے افضل محمد ﷺ ہیں۔ یہ تیسرا امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔

(14) ﴿وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ﴾ ''اور ان کو قوت دی'' اگر تم انبیاء کی تعظیم اور ان کی اطاعت اور ان کا احترام کرو گے جو تم پر واجب ہے۔ یہ چوتھا امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔ (تفسیر سعدی:664/1)

(15) ﴿وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا'' یعنی قرض حسنہ واجب زکوۃ سے زیادہ اور عام صدقہ ہے جو کہ ایمان اور اعمال صالح کے ساتھ، تزکیہ نفس کے لیے ہے۔ (ایسر التفاسیر:330)

(16) یعنی صدقہ دو گے اور بھلائی کرو گے جس کا مصدر صدق و اخلاص اور کسب حلال ہو۔ (تفسیر سعدی:665/1) یہ پانچواں امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔

(17) ﴿لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا'' تمہارے نفوس سے برائیوں کے آثار کو دور کروں گا یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہو جائیں گے۔

(18) سیئات سے مراد لغزشیں اور کوتاہیاں ہیں۔ اگر دین کی بنیادی باتوں کا اہتمام کیا جائے تو چھوٹی موٹی غلطیاں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

(19) ﴿وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ﴾ ''اور تمہیں ضرور بہ ضرور داخل کروں گا'' اس تطہیر کے بعد میں تمہیں داخل کروں گا۔

(20) ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جنتوں میں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' یعنی اس کے درختوں اور اس کے محلات کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ (21) یہ عہد کو پورا کرنے کی جزا ہے۔ (ایسر التفاسیر:330)

(22) ﴿فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ﴾ ''چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا'' جو اس میثاق کے بعد کفر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

(23) ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''تو یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا'' جو عہد شکنی کرتا ہے اور جان بوجھ کر سیدھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راستے کو چھوڑتا ہے تو وہ گمراہی کا مستحق ہو گیا۔

(24)﴿سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ سے مراد وہ راستہ ہے جو متوازن، معتدل اور افراط وتفریط سے پاک ہو کیونکہ یہ راہ اس علیم و حکیم ہستی کی بتائی ہوئی ہے جو تمام حقائق سے باخبر اور واقف ہے اور سب انسان اس کی نظروں میں یکساں ہیں یہ کسی انسان کی بتائی ہوئی راہ نہیں، جس پر اس کے اپنے جذبات، وطن اور قوم کی محبت یا دوسرے معاشی اور معاشرتی عوامل اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:514)

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ

''چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہ

عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ

سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا،

مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ

اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے، چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (13)

سوال 1: بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی وجہ سے ان کو کیا سزا دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَبِمَا ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) یہ بیان کرتے ہوئے کہ اس عہد شکنی کی بنی اسرائیل کو کیا سزا ملی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ﴾ ''چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی'' یعنی انہیں حق سے دور اور ہدایت سے محروم کر دیا۔ (المصباح المنیر :301/2)

(2) اسی لعنت کی وجہ سے انہیں نہ شوق ترغیب دے سکتا ہے، نہ خوف ان کو بے قرار کر سکتا ہے۔

(3)﴿وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾ ''اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا'' انسان کے لیے سب سے بڑی سزا یہی ہے کہ اس کے دل پر ہر آیت بھی برا اثر ڈالے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کردیں اس کے اندر سے اللہ تعالیٰ کی خشیت ختم ہوجاتی ہے جو دل کی زندگی کی ضمانت ہے۔ ایسے شخص کا دل پتھر ہو کر توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

(5) ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ ''وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں'' وہ کلام الٰہی کو بدل دیتے ہیں، اس کے وہ معنی بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد نہیں۔ انہوں نے اللہ کی مراد کے خلاف اس کے کلام کی تفسیر کی۔ (6) کلام میں تحریف دو طرح کی ہوتی ہے: ایک الفاظ میں کمی یا زیادتی کر کے تحریف کی جاتی ہے، دوسرے معانی بدل کر کچھ سے کچھ بنا دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر منیر:475/3)

(7) ﴿وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ ''اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں'' انہیں تورات اور ان تعلیمات کے ذریعے سے نصیحت کی گئی جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھیں مگر انہوں نے ان کو فراموش کر دیا، یہ اس بات کو بھی شامل ہے کہ انہوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے علم کو فراموش کر دیا، بنابریں علم ان سے ضائع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ بہت سا علم ناپید ہو گیا۔ یہ آیت کریمہ نسیان عمل کو بھی شامل ہے جو ترک عمل کا نتیجہ ہے، پس جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کرنے کی ان کو توفیق نہ ہوئی۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے بعض ان امور کا انکار کیا جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے، یا ان کے زمانے میں واقع ہوئے، یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن کو انہوں نے فراموش کیا۔ (تفسیر سعدی:666/1)

(8) ﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ''اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے'' یہود دائمی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور بندوں کے ساتھ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ انہوں نے حق کو چھپایا اور انہیں کفر پر باقی رکھا۔

(9) ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا'' اس سے مراد یہود کا وہ گروہ ہے جو عہد شکنی اور خیانت کاری سے بچا رہا۔

(10) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل نہیں کرتا اسے بھی یہی سزا ملتی ہے کہ اس پر لعنت کر دی جاتی ہے، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، وہ کلام الٰہی میں تحریف کرتا ہے۔ اسے حق اور صواب کی توفیق نہیں ملتی، وہ ان امور کو فراموش کر بیٹھتا ہے جن کی اسے یاددہانی کروائی گئی تھی اور خیانت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(11) ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں'' عفو سے مراد دل سے معاف کرنا نہیں بلکہ درگزر کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)انہیں قتل کے لیے نہ پکڑو۔(ایسرالتفاسیر)(13)ان کی طرف سے جو تکلیف پہنچتی ہے معاف کر سکتے ہو تو معاف کرو۔

(14)﴿وَاصْفَحْ﴾''اوران سے درگزر کریں''ان کے مکروہ کاموں پر نفرت سے نہ پکڑو،ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔

(15)صفح سے مراد نظر انداز کرنا اور مہلت دینا ہے۔

(16)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''احسان کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

(17)احسان کی دو قسمیں ہیں ایک خالق کے حق میں اور دوسرے مخلوق کے لیے۔خالق کے لیے احسان کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:''اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھتے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔''(بخاری:50)مخلوق کے حق میں احسان یہ ہے کہ انہیں دینی اور دنیاوی فائدہ پہنچایا جائے۔

سوال2:معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم کس دور کے لیے تھا؟

جواب:معافی اور درگزر کا حکم اس دور کے لیے تھا جب لڑنے کی اجازت نہیں تھی۔

سوال3:کیا عفو و درگزر کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟

جواب:عفو و درگزر کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔حالات کے مطابق اس پر عمل ہو سکتا ہے۔

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠

''اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں،پھر جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ

تو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان بغض و عداوت بھڑکا دی ہے۔اور عنقریب

اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے''(14)

سوال:عیسائیوں کی عہد فراموشی اور اس کے انجام کی وضاحت ﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ...يَصْنَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ﴾''اور ہم نے ان لوگوں سے''یعنی عیسائیوں سے بھی ہم نے اسی طرح عہد لیا جیسے ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہود سے لیا۔

(2)﴿قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى﴾ ''جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں'' یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار ہیں۔

(3)﴿نَصٰرٰى﴾ یعنی انہوں نے عیسائیت میں بدعت اختیار کی وہ نہ عیسائی ہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار۔ وہ ''نصاریٰ'' یعنی مددگار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن عملاً انہوں نے فرقہ وارانہ جنگوں میں خون بہایا، سربراہی کے حصول کے لیے اور سیاسی مقاصد کے لیے خون بہایا، انہوں نے اختلافات کو گہرا کیا، عقیدۂ توحید چھوڑا اور گمراہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آئینہ دکھایا کہ کیا مددگاری یہی ہوتی ہے؟ کیا معاہدہ خونریزی اختلافات کے لیے تھا یا انسانوں کو جوڑنے کے لیے تھا؟

(4)﴿اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ﴾ ''ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا'' ہم نے ان سے محمد ﷺ کی پیروی پر اور ان کی مدد پر عہد لیا تھا۔

(5)﴿فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ ''پھر جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں آخری نبی محمد ﷺ کی پیروی کرنے اور ان کی مدد کرنے کی نصیحت کی تھی جسے وہ بھول گئے۔ وہ علمی طور پر بھی اسے بھول گئے اور عملی طور پر بھی بھول گئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہوں نے وہ حصہ چھوڑ دیا جس کا ان کی کتاب میں انہیں حکم دیا گیا تھا یعنی محمد ﷺ کی اتباع اور ان پر ایمان لانے کے بارے میں۔ (تفسیر الوسیط: 167/1)

(6)﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''تو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان بغض و عداوت بھڑکا دی ہے'' عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑ ڈالا اور انجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان میں بغض ڈال دیا۔

(7) قیامت تک ان کے فرقے ایک دوسرے کو کافر کہتے رہیں گے۔ ہر فرقہ ایک دوسرے کو برا کہتا رہے گا اور اپنے عبادت خانے میں داخل نہیں ہونے دے گا۔

(8) یہ حقیقت ہے جو ساری دنیا کے سامنے ہے۔ ان کا شر، فساد، کینہ، بغض، ایک دوسرے کی مخالفت اور عداوت قیامت تک جاری رہے گی۔ (9) عیسائیوں کے درمیان بغض و عداوت اور فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تدبیر ہے۔

(10)﴿وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا یعنی ان کے کیے کی انہیں سزا دے گا۔ یہ سخت وعید ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کی بیوی اور اولاد بنا کر رب العالمین کی طرف جھوٹی نسبت کی جب کہ وہ واحد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی کی اولاد ہے، وہ اس کی سزا ضرور پائیں گے۔

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

''اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے، جو کتابِ الٰہی میں سے بہت سی چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اس میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے، یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے

نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾

ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے''(15)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس رجم کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے آئے اور ان سے پوچھا: ''تم میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' سب نے ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا، آپ ﷺ نے اس کو اس ذات کی قسم دے کر (زنا کی سزا کے حوالے سے) پوچھا جس نے تورات کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا اور کوہ طور کو ان پر اٹھایا اور ان سے تمام عہد لیے، تو وہ کہنے لگا جب زنا ہم میں زیادہ ہوتا ہے تو سو کوڑے مارتے ہیں اور سر مونڈ دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے رجم کا فیصلہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے۔ الخ (لباب النقول)

سوال 2: محمد رسول اللہ ﷺ سچا دین لے کر آئے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ... كَثِيْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تمام زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، امی ہوں یا کتابی۔ (2) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ اے یہود و نصاریٰ۔

(3) ﴿قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا﴾ ''یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے'' ہمارے رسول، خاتم الانبیاء محمد ﷺ دینِ حق لے کر آ گئے ہیں۔

(4) ﴿يُبَيِّنُ لَكُمْ﴾ ''تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی نبی ﷺ آپ کے سامنے وہ چیزیں بیان کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔﴿مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''جو آپ اپنی کتاب میں سے لوگوں سے چھپاتے ہیں'' جب کہ علم حاصل کرنے والوں کے لیے ان کے سوا علم حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ان حالات میں رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے حقائق کھول کر بیان کر رہے تھے کہ آپ ﷺ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی کھلی دلیل ہے۔

(5)﴿مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتابِ الٰہی میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے'' ان کی کتابوں میں یعنی تورات اور انجیل میں محمد ﷺ کی صفات اور بشارتیں موجود تھیں جنہیں وہ چھپاتے تھے۔اسی طرح وہ آیت رجم، قصہ اصحاب السبت (جن کو بندروں اور سؤروں کی شکل دے دی گئی تھی) کو چھپاتے تھے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تمہاری کتاب تورات میں اس کی سزا کیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے (اس کی سزا) چہرہ کو سیاہ کرنا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا تجویز کی ہوئی ہے۔اس پر سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ان سے تورات منگوایئے۔ جب تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا۔سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ (اور جب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو) آیتِ رجم اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہیں بلاط (مسجدِ نبوی ﷺ کے قریب ایک جگہ) میں رجم کیا گیا۔(بخاری:6819،مسلم:4437)

(7)﴿وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے'' یعنی نبی ﷺ بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتے ہیں جن کا بیان کرنا حکمت کے خلاف تھا۔آپ ﷺ ان باتوں کو بیان نہیں کرتے تھے۔

(8) آپ ﷺ جو بیان کرتے تھے وہ نبی ﷺ کی نبوت پر دلیل تھی اور آپ کی صداقت پر گواہی تھی۔

(تفسیر واضح المیسر:250)

سوال 3: قرآن نور اور کتاب مبین ہے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ جَآءَكُمْ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب کے بارے میں فرمایا: ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ﴾ ''یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی آئی ہے'' اس نور سے مراد قرآن حکیم ہے جس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہالت کی تاریکیوں اور گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:668/1)

(2) قرآن مجید نور ہے جو شک اور شرک کے اندھیروں کو زائل کرتا ہے۔

(3) ﴿وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور روشن کتاب'' مخلوق اپنے دین اور دنیا میں جن امور کی محتاج ہے اس کتاب نے ان کو واضح کر دیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا علم، احکام شرعی اور احکام جزائی کا علم۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کون ہے جو اس قرآن سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اور کون سا سبب ہے جو بندہ اس راہنمائی کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:668/1)

(4) مبین سے مراد قرآن حکیم ہے جو رسول کریم ﷺ پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور تفصیل سے مسائل بیان کرنے والی کتاب ہے۔(مختصر ابن کثیر:422/1)

(5) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمائے گا اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلیل کر دے گا۔''(مسلم:218)

سوال 4: قرآن حکیم کے نور سے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) قرآن حکیم کی روشنی کو مسلمان اپنے دل، اپنے نقطہ نظر، اپنی اقدار، اپنی پوری زندگی اور اپنے معاشرے کے افراد میں اچھی طرح محسوس کرتا ہے۔(2) قرآن کی روشنی سے مومن کی شخصیت روشن ہوتی ہے۔

(3) وہ شک سے یقین کی طرف آجاتا ہے۔(4) اس کا راستہ، واضح، سیدھا اور روشن ہو جاتا ہے۔

(5) اس کا مقصد متعین ہو جاتا ہے۔(6) اس کا نفس اس راستے پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا، اور وہ اپنے حکم سے انہیں

اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے''(16)

سوال: قرآن مجید کے ذریعے کن لوگوں کو ہدایت دی جاتی ہے، اس کی وضاحت ﴿يَّهْدِيْ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ﴾''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا'' اس کتاب یعنی قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا کرتا ہے جو اس کی رضا کے لیے سلامتی کے راستے تلاش کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں یعنی جو قرآن وسنت کا علم حاصل کر کے ان کی پیروی کرتے ہیں۔

(2)﴿سُبُلَ السَّلٰمِ﴾''سلامتی کے راستے کی'' سلامتی کے راستے جو عذاب سے بچا کر سلامتی کے گھر تک پہنچا دیتے ہیں۔

(3)سلامتی کے راستے سے مراد سعادت اور کمال کے راستے ہیں۔(ایسر التفاسیر:333)

(4)پوری سلامتی، مادی وروحانی، ہر حیثیت سے مکمل جنت ہی میں جا کر نصیب ہو سکتی ہے، اس کے راستے یعنی جنت میں جانے کے طریقے صحیح عقائد اور صحیح اعمال ہیں۔(تفسیر سعدی:669/1)

(5)سلامتی کے راستوں سے مراد حق کا علم اور اس پر عمل کرنا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور محمد ﷺ کی سنت کا علم ہے جس کا ذریعہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

(6)اسلام ایک فرد کے لئے جو طریقہ زندگی دیتا ہے وہ سلامتی کا راستہ ہے۔اس میں ضمیر کی، عقل کی، گھر، خاندان، معاشرے اور پوری انسانیت کی سلامتی ہے حقیقتاً اسلام کے ساتھ ہی زندگی کی سلامتی ہے۔اسلام ہی انسانیت کے لئے سلامتی کا ضامن ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ دین کی طرف اس کی راہ نمائی فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔اللہ تعالیٰ کی مرضی یعنی اسلام میں ہی سلامتی کے راستے ہیں۔

(8)﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ﴾''اور وہ اپنے حکم سے اُنہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے''انہیں اندھیروں سے یعنی کفر، شرک، شک، بدعات، جہالت، معصیت، غفلت، خواہش پرستی اور گناہوں کے اندھیروں سے نکالتا ہے۔﴿اِلَى النُّوْرِ﴾روشنی کی طرف یعنی صحیح ایمان اور صحیح عبادت کی طرف۔

(9)ایمان، سنت، اطاعت، علم اور ذکر الٰہی کی روشنی۔یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے راہ ہدایت ہیں۔(تفسیر سعدی:669/1)

(10)﴿يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾''انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے''اللہ تعالیٰ ایسے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو دین کے صحیح مقاصد تک پہنچا دیتا ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں تک پہنچاتا ہے۔(تفسیر منیر:484/3)

(11)اس کے ساتھ وہ گمراہ نہیں ہوتے اور نہ کبھی بد بخت ہوتے ہیں۔وہ دین حق اسلام ہے جس کے بغیر کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا جسے اس دین کی ہدایت نہیں ملتی اس کے لیے اسے چھوڑنے پر کوئی سعادت اور کمال نہیں۔(ایسر التفاسیر:333)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہے۔ میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔'' (صحیح مسلم:5958)

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ

''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ تعالیٰ ہے، آپ کہہ دو پھر کون اللہ تعالیٰ سے

شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ

کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو بھی زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے،

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (17)

سوال 1: عیسائیوں کے کفر و شرک کی وضاحت ﴿لَقَدْ... مَرْيَمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ تعالیٰ ہے'' اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے کفر و شرک کی خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی مسیح ابن مریم علیہ السلام کو الٰہ بنا لیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ اس کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی قادر ہے، وہی تصرف رکھتا ہے، ہر چیز پر وہی غالب ہے۔ (2) عیسائیوں سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کہی۔ (3) نصاریٰ کے شبہ کا سبب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے حالانکہ سیدہ حوا علیہا السلام کو بغیر ماں کے اور سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا اس لحاظ سے تو وہ الوہیت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیا انہوں نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی الوہیت کا بھی دعویٰ کیا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ الوہیت مسیح کا دعویٰ بے دلیل ہے اور محض خواہش نفس کی بنیاد پر ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال2: عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کو خدا کیسے بنالیا؟

جواب: (1) عیسائیوں کے اندر اچانک الوہیت مسیح کا عقیدہ پیدا نہیں ہوا، آہستہ آہستہ عیسائیوں کی مذہبی مجالس نے ان کو دین میں داخل کیا۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ ان کے شاگردوں اور پیروکاروں میں عقیدہ توحید رائج رہا۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے بارے میں جو اناجیل لکھی گئیں ان میں سے ایک اہم انجیل برناباس ہے جو یہ بتاتی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(4) اس کے بعد ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے مگر مخلوق نہ تھے۔

(5) ان اختلافات کو ختم کرنے کے لئے 325ء میں نیقیا کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں 48 ہزار مذہبی لیڈر شامل ہوئے اس مجلس میں سیدنا عیسیٰؑ کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا۔

(6) اس کے بعد روح القدس کے بارے میں اختلافات شروع ہوئے کہ وہ بھی الٰہ تھے۔ قسطنطنیہ کی پہلی مجلس 381ء میں منعقد ہوئی تا کہ اختلافات کو ختم کر دے اس مجلس میں اسکندریہ اسقف کے مقابلہ پر تھا اور یہ ثابت کیا کہ روح القدس الٰہ کے سوا کچھ نہیں۔ اس مجلس میں باپ، بیٹے اور روح القدس کی تثلیث قائم ہو گئی۔

(7) اس کے بعد ان کے درمیان یہ اختلافات ہوئے پھر اس شہر میں 413ء میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں سیدہ مریم کو الٰہ کی والدہ کا درجہ دیا گیا۔ موجودہ مسیحیت کا بانی پال ہے۔ اس غلط عقیدے کی وجہ سے فسادات ہوئے، عداوتیں ہوئیں، فرقے وجود میں آئے جو ابھی تک موجود ہیں۔

سوال3: کیا تمام عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں؟

جواب: پہلے تو صرف فرقہ یعقوبیہ کا یہ عقیدہ تھا۔ اب تقریباً تمام عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے کسی نہ کسی اعتبار سے قائل ہو چکے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی الوہیت کو باطل قرار دینے کے لیے کیا دلائل دیئے ہیں، ان کی وضاحت ﴿قُلْ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ ''آپ کہہ دو پھر کون اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو بھی زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے'' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کی الوہیت کو باطل قرار دینے کے لیے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ہلاک کرنا چاہے تو وہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے اور چھڑانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔

(2)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ کیا مملوک اور مالک دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا محتاج بندہ الٰہ ہو سکتا ہے؟ یہ الوہیتِ مسیح کے باطل ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

(3)﴿يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ خالق ہے جو چاہے پیدا کر سکتا ہے چاہے تو ماں باپ کے ذریعے، چاہے تو بن ماں کے یا بن باپ کے۔ کیا خالق اور مخلوق دونوں الوہیت میں برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا مخلوق ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان دونوں کی الوہیت کا دعویٰ باطل ہے۔

(4)﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کسی چیز کو ایجاد کرنے پر بھی اور اسے ختم کرنے پر بھی۔ اس کے سامنے مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اختیار میں ہیں پھر وہ الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

(5) بندگی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی جو پیدائش اور موت پر قادر ہے جو پیدائش اور موت پر قادر نہیں وہ بندگی کروانے کا حق نہیں رکھتا۔ (6) اللہ تعالیٰ نے الوہیت مسیح کے رد کے لئے اپنی صفت ملکیت، اپنی تخلیق اور اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

سوال 5: اہل کتاب نے اپنے دین میں کس قسم کی غلطیاں کیں؟

جواب: دو قسم کی غلطیاں کیں: (1) کچھ تعلیمات کو تاویل اور تحریف سے دین سے خارج کر دیا۔ مثلاً کتاب میں تبدیلی کر کے انہوں نے یہ گھڑ لیا کہ اب انہیں نجات کے لیے کسی اور پیغمبر کی ماننے کی ضرورت نہیں۔

(2) دین کے نام پر اپنے اوپر ایسی پابندیاں لگائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نہیں ڈالی تھیں مثلاً قربانی کی ادائیگی کے جزوی مسائل جو انبیاء نے نہیں بتائے تھے ان کے علماء نے خود سے گھڑ لیے تھا۔

سوال 6: مسلمان اپنے دین میں کون سی بنیادی غلطیاں کر رہے ہیں؟

جواب: (1) آخرت کی نجات کے لیے، قرآن و سنت سے راہ نمائی لینا ضروری خیال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن وسنت کا علم حاصل نہیں کرتے۔

(2) دین کے نام پر خود ساختہ پابندیاں مثلاً جمعرات کے کھانے، مرگ کے موقع پر سوئم چہلم کے کھانے، جمعراتیں، ساس سسر کی وفات پر سسرال والوں کے سوٹ، بیٹی کے لیے خصوصی رقم لے جانا، کونڈے، شب برأت کے حلوے بانٹنا اور عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے، وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

عذاب دیتا ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' (18)

سوال 1: اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، ان کے اس دعوے کی کیسے تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قَالَتِ الْيَهُوْدُ ... وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ ''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں'' یہودیوں کی لغت میں بیٹے سے مراد محبوب ہے وہ اس سے حقیقی بیٹا ہونا مراد نہیں لیتے۔ (تفسیر سعدی: 670/1) (2) یہودی اللہ تعالیٰ کے انعامات اور نصرت کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ ہم اس کے محبوب ہیں۔

(3) بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھتے تھے مثلاً مخالفین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت، زمین پر اقتدار، مغفرت اور جنت کا وعدہ وغیرہ۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو ان کے گناہوں پر عذاب دیا۔ ان میں سے کچھ کی صورتیں مسخ کر دیں، کچھ کو بندر اور سؤر بنا دیا اصحاب السبت اور اصحاب المائدہ میں سے۔ (تفسیر الوسیط: 170/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) کہیں باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی محب اپنے حبیب کو عذاب دیتا ہے؟ (تیسیر الرحمن:336/1)

(7) ﴿بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ﴾ ''بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے'' یعنی تم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک ہو جس پر اس کے احکامات نافذ ہوتے ہیں۔ پھر تمہیں دوسروں پر فوقیت کیسے ہو سکتی ہے؟

(8) ﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ (اللہ تعالیٰ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' یعنی جب وہ مغفرت یا عذاب کے اسباب لے کر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان اسباب کے مطابق ان کو بخش دیتا ہے یا عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:671/1)

(9) عذاب اور مغفرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوگا کہ اہل ایمان کے لئے مغفرت اور اہل کفر اور فاسقوں کے لیے عذاب ہے۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔'' (مسلم:6853)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پکار لگائی۔ فرمایا: ''اے جماعتِ قریش! اپنی اپنی جانوں کو (نیک اعمال کے بدلے) مول لے لو (بچا لو) میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے بنی عبد مناف! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے عباس ابنِ مطلب! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! تم چاہے میرا مال مانگ لو لیکن میں تمہیں اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔'' (صحیح بخاری:4771,2753)

(12) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ مالک ہے اور سب اس کے مملوک ہیں اور یہودی بھی ان میں ہی شامل ہیں پھر ان کی کیا فضیلت ہے جس کی وجہ سے وہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا نہیں دے گا۔

(13) ﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ انصاف سے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے، ظلم نہیں کرتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونے کی غلط فہمی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جو نعمتیں کسی قوم کو اس کے اعمال کی وجہ سے ملتی ہیں بعد میں آنے والے نسلی تعلق کی وجہ سے اپنے آپ کو ان کا مستحق اور اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھ لیتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی سے کیسے نکالا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ (2) حقیقت میں تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ (3) وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ (4) مالک اور غلام میں فرق ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ (5) تمام لوگ مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ

''اے اہلِ کتاب! یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ

کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا

وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ع 3/7

اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (19)

سوال: اہل کتاب کو کیا دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب کے نام سے پکارا ہے یہ ان کے لیے اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب سے نوازا۔ اسی وجہ سے انہیں دعوت دی ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لے آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھیج کر احسان کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ۔

(2) ﴿عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ''رسولوں کے ایک وقفے کے بعد'' فترہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نبی ﷺ کے درمیان تھا یعنی تقریباً 570 یا 600 سال کا فاصلہ۔ (3) اللہ تعالیٰ نے طویل عرصے تک رسول مبعوث نہیں کیا جب کہ ان کی شدید ضرورت تھی۔ اسی بناء پر دعوت دی گئی ہے کہ ایمان لے آؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ابن مریم علیہ السلام سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہوں، انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہیں اور میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔''
(صحیح بخاری:3442، مسلم:6130)

(5) ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾ ''کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا'' اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر حجت پوری کر دی ہے کہ وہ یہ نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

(6) ﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ﴾ ''تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی کی آمد پر واضح کیا ہے کہ اب بشیر و نذیر آ گیا ہے جو تمہیں دنیا و آخرت کے ثواب کی خوش خبری دیتا ہے ایسے اعمال سے آگاہ کرتا ہے جن سے ثواب ملے، ان اعمال کو انجام دینے والوں کی صفات بیان کرتا ہے، دنیا و آخرت کے عذاب سے اور ان اعمال سے ڈراتا ہے جو برے انجام کا باعث بنیں اور ان اعمال کا ارتکاب کرنے والوں کی صفات سے واقف کرواتا ہے۔

(7) ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ بڑا زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

(8) عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں جیسے کہ ''اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے تم نہ بدخو ہو، نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور مچانے والے (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہے) وہ میرا بندہ اور رسول ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا بلکہ معاف اور درگزر کر دے گا۔ اللہ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھا نہ کرا لے یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اس کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا، پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔'' (بخاری:2125)

(9) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے ہر ایک چیز نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔کوئی اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔اس نے اپنی قدرت سے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ثواب دیتا ہے اور جو رسول کی نافرمانی کرتا ہے اسے عذاب دیتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لئے اس نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیج دیا۔اب اگر تم نے ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اُس نے تم میں سے انبیاء بنائے

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا'' (20)

سوال 1: اس رکوع میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا تذکرہ کیا گیا اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کسی گروہ کا انتخاب کر لیتا ہے قدیم دور میں یہ اعزاز بنی اسرائیل کو حاصل تھا اسی لئے ان کی تاریخ کا تذکرہ کیا گیا۔اس تذکرے میں حکمت کے کئی پہلو ہیں۔

حکمت کا پہلا پہلو: بنی اسرائیل کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمیشہ حق کے دشمن رہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ وہ پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے دشمن رہیں گے لہٰذا ان کی تاریخ کو کھول کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا تا کہ مسلمانوں کے خلاف جو طریقے، جو ذرائع یہ اختیار کریں مسلمان ان سے آگاہ ہو کر ان اثرات سے بچ سکیں۔

حکمت کا دوسرا پہلو: ایک حکمت یہ بھی تھی کہ بنی اسرائیل کے دینی تجربات سے امت مسلمہ کو واقف کروایا جائے تا کہ مسلمان جان لیں کہ دین پر چلتے ہوئے ٹھوکر کہاں لگتی ہے؟ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ بعد میں آنے والوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ شیطان کہاں سے حملہ کرتا ہے؟ دین میں تبدیلی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ بے خوفی اور سنگ دلی کے رویئے کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے تجربات سے مسلمان سبق لیں۔

حکمت کا تیسرا پہلو: اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قومیں جب طویل مذہبی زندگی گزار لیتی ہیں تو سنگ دل ہو جاتی ہیں اور آنے والی نسلیں ہدایت کے راستے سے ہٹ جاتی ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ قیامت تک طویل چلنی ہے۔اندیشہ یہ تھا کہ ایسے حالات آئیں گے جس میں امت گمراہ ہو جائے گی لہٰذا آنے والے وقتوں میں مسلمان مصلحین کو یہ معلوم ہو جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جب لوگ ہدایت کے راستے سے دور نکل جائیں، غافل اور سنگ دل ہو جائیں تو انہیں حق کی دعوت کیسے دی جائے؟ اور خود کو مایوسی سے کیسے نکالا جائے؟

سوال 2: کلیم اللہ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں یاد دلائیں، ان کی وضاحت ﴿وَاِذْ قَالَ ... مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم!'' اللہ تعالیٰ اپنے بندے، رسول اور کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا ذکر فرما رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفراز فرمایا تھا اور کہا کہ اگر تم استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں سے نواز دے گا۔ (المصباح المنیر: 311/2)

(2) اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس واپس جانے کے لیے ان پر جہاد فرض کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تاکہ وہ جہاد پر قائم رہیں۔

(3) ﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ ''اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنی زبان اور اپنے دل سے یاد کرو۔ (4) اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کی عبادت میں خوشی نصیب ہوتی ہے۔

(5) ﴿اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ﴾ ''جب اُس نے تم میں سے انبیاء بنائے'' ان انبیاء میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام وغیرہ ہیں جو تمہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ہلاکت سے ڈراتے ہیں۔ تمہیں ہمیشہ کی سعادت کی طرف بلاتے ہیں اور تمہیں ایسی باتیں سکھاتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

(6) ﴿وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا﴾ ''اور تمہیں بادشاہ بنایا'' تم اپنے معاملات کے خود مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دشمن کی غلامی سے نجات دلائی اور تم اپنے معاملات کے خود مالک بن گئے اور تمہارے لیے اپنے دین پر قائم رہنا ممکن ہو گیا۔ (تفسیر سعدی: 673/1)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں انبیاء ہی حکمران ہوا کرتے تھے، جب کبھی کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی لے لیا کرتا تھا۔'' (بخاری: 3455؛ مسلم: 4773)

(8) ﴿وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تمہیں دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کیں۔

(9) اس سے ان معجزات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو عطا کئے گئے تھے جیسے من وسلویٰ کا نازل کرنا، بادلوں کا سایہ اور فرعون سے نجات کے لئے دریا سے راستہ بنانا۔ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کی وجہ سے یہ قوم اپنے دور میں بڑی فضیلت کے مقام پر تھی۔

(10) اس سے مراد بنی اسرائیل کا منصب امامت پر فائز ہونا تھا۔ امت مسلمہ سے پہلے بنی اسرائیل اس ذمہ داری پر مامور تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچائیں گے۔ شہادت حق کا فریضہ فقط بنی اسرائیل کی ذمہ داری تھی اس آیت میں اسی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

(11) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔'' (الجاثیہ:16)

(12) اب یہ فضیلت اُمت مسلمہ کو حاصل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔'' (آل عمران:110) تم بہترین اُمت ہو جسے نسل انسانی کے لئے بنایا گیا ہے اور اُس کا مقصد وجود بھی واضح کر دیا گیا کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اسی کام کے ساتھ خیر اُمت یعنی بہترین امت ہونے کا اعزاز برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ

''اے میری قوم! اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

ورنہ تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے'' (21)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جہاد کی ترغیب دلائی، ان کے خطاب کی وضاحت ﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...خٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''اے میری قوم!اس پاک زمین میں داخل ہوجاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ ترغیب دی کہ وہ جہاد کریں اور بیت المقدس میں داخل ہوں جو ان کے جدامجد یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں ان کے قبضہ میں تھا۔

(2)﴿الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ﴾ ''اس پاک زمین میں داخل ہوجاؤ'' اس سے مراد کنعان اور فلسطین کا علاقہ ہے۔

(3)یہ وہ علاقہ ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت کا آغاز کیا تھا، چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اللہ تعالیٰ کی توحید کی پہلی پکار اس سرزمین سے اٹھی تھی اسی لئے اسے مقدس سرزمین کہا گیا۔

(4)﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سرزمین فلسطین لکھ دی ہے کہ اسے جا کر فتح کرلیں اور دشمنوں پر فتح حاصل کرلیں۔

(5)ارض مقدس لکھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کا فتح اور اپنی طرف سے نصرت یعنی مدد کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جہاد کرنے کی صورت میں کر رکھا تھا۔

(6)یہ حکم اس دور کا ہے جب بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد ساری منزلیں طے کرتے ہوئے دشتِ فاران میں پہنچے۔ یہ بیابان جزیرہ نمائے سینا میں عرب کی شمالی اور فلسطین کی جنوبی سرحد سے متصل ہے۔

(7)﴿وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ﴾ ''اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ'' اس سے مراد ہے کہ جہاد سے منہ مت پھیرو۔

(8)﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''ورنہ تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے'' یعنی اپنے دشمن پر فتح نہ پانے کی وجہ سے تم خسارے میں رہو گے اور آخرت میں نافرمانی کی وجہ سے ثواب سے محروم ہو کر خسارے میں رہو گے۔

(9)اللہ تعالیٰ نے ایک پستیوں میں گری ہوئی شکست خوردہ ذہنیت رکھنے والی قوم کو ابھارا ہے۔ بزدلی اور کم حوصلگی کے برے انجام سے آگاہ کیا ہے کہ اگر پیچھے قدم ہٹایا تو نامراد ہو کر رہ جاؤ گے۔ پیچھے مصر کی غلامی ہے اور آگے قدم نہ بڑھایا تو صحرا میں مر کر فنا ہو جاؤ گے۔

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ اس میں ایک جابر قوم ہے اور بلاشبہ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ﴾

اس سے نکل جائیں، چنانچہ اگر وہ خود وہاں سے نکل جائیں تو یقیناً ہم داخل ہونے والے ہیں'' (22)

سوال: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کیا جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... دٰخِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ اس میں ایک جابر قوم ہے'' انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ موسیٰ! جس شہر میں داخل ہو کر جہاد کرنے کا تم نے ہمیں حکم دیا ہے، وہاں بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں۔ جو جسمانی طور پر بڑے تنومند اور طاقت ور ہیں اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے۔ (المصباح المنیر: 312/1)

(2) ﴿قَوْمًا جَبَّارِيْنَ﴾ اس سے مراد عمالقہ ہیں۔ جبار کے معنی قد آور، زور آور، تگڑے اور طاقت ور کے ہیں عربی میں جبار کھجور کے ان درختوں کو بھی کہتے ہیں جو بہت اونچے ہوں۔ (تدبر)

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سردارانِ بنی اسرائیل کو فلسطین کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا انہوں نے ملک کے باشندوں کے بارے میں جب یہ بتایا کہ وہ زور آور ہیں تو ذرخیز اور شاداب علاقے کے بارے میں ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ واپس مصر جانے کی سوچنے لگے۔ (4) بنی اسرائیل عمالقہ کی بہادری سے مرعوب ہو کر ہمت ہار بیٹھے تھے۔

(5) بنی اسرائیل اس بات کو بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک فلسطین کی میراث دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(6) یہودی ایسی سستی اور آرام دہ فتح چاہتے تھے جس کے لئے انہیں کوئی کوشش نہ کرنی پڑے۔

(7) ﴿وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں چنانچہ اگر وہ خود وہاں سے نکل جائیں تو یقیناً ہم داخل ہونے والے ہیں'' ان کا یہ قول ان کی بزدلی اور قلت یقین پر دلالت کرتا ہے ورنہ اگر وہ عقل مند ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ بھی سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور طاقتور وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی اعانت سے نواز دے، کیونکہ اللہ کی اعانت و توفیق کے بغیر کسی کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں، نیز انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کو ضرور فتح و نصرت سے نوازا جائے گا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ساتھ فتح و نصرت کا خاص وعدہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 674/1)

﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

''ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو" (23)

سوال 1: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں نے قوم سے جہاد کے بارے میں جو خطاب کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ﴾ "ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے" یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے انہوں نے اپنی قوم کا دل بڑھاتے ہوئے ان کو دشمن کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے علاقوں میں اترنے پر آمادہ کرنے کے لیے کہا۔ (تفسیر سعدی: 674/1)

(2) تورات کے مطابق تفتیشی مہم کے دو ارکان یوشع اور کالب تھے۔ (جامع البیان: 190/6)

(3) ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا﴾ "جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا" اسلام یا یقین اور اصلاح۔ (تفسیر قرطبی: 69/3)

(4) اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا ایمان عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خوف عطا کیا تھا۔ انہیں صبر اور یقین کی نعمت عطا کی تھی اور کلمہ حق کہنے کی جرأت عطا کی تھی۔

(5) ﴿اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ﴾ "ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو" اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں نے کہا کہ جب تم پختہ ارادہ کر لو گے اور شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو وہ شکست کھا جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ اور فتح نصیب کرے گا۔

(6) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو" تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ (7) یہ آیت توکل کے وجوب پر دلیل ہے۔

(8) توکل کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔" (الطلاق: 3)

(9) توکل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے معاملے میں آسانی ہوتی ہے اور ایسے موقع پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

(10) (i) اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور خدا خوفی کی وجہ سے جرأت پیدا ہوتی ہے۔

(ii) انسانی دنیا کے جباروں کی جباری متاثر نہیں کرتی۔ خطروں کے مقابلے میں شجاعت پیدا ہوتی ہے۔

سوال 2: بنی اسرائیل کے دو مومنوں نے اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھائی۔ اُن کے اندر یہ ہمت کہاں سے آئی تھی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: دونوں مومنوں کو ایمان اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے پر یقین کی وجہ سے خود ہمت ملی تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے دوسروں کی ہمت بندھائی۔

سوال 3: دلوں کی دنیا اور جنگ کے میدان کا اصول کیا ہے؟

جواب: (1) اقدام کرو۔ (2) گھس جاؤ۔ جب کسی قوم کے گھر کے اندر دشمن پہنچ جائے تو اس کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں اور حملہ آور کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جو کہ سب سے بڑا اصول اور سب سے بڑی تیاری ہے۔

سوال 4: دین کی نمائندہ قوم سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطالبہ ہے؟

جواب: دین کے نمائندوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ دنیا میں باعزت ہوں، دنیا میں برتری حاصل کریں تاکہ اس بات کا عملی مظاہرہ ہو سکے کہ آخرت میں بھی سرفرازی صرف اہل حق کو ہوگی اور باقی لوگ جیسے دنیا میں مغلوب ہوں گے اہل حق سے آخرت میں بھی مغلوب ہو جائیں گے۔

سوال 5: کیا دنیا میں کامیابی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے؟

جواب: (1) دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے انسان کو امتحان دینا پڑتا ہے۔ (2) انسان کو عملی طور پر ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والا، صبر کرنے والا اور اس کی مرضی پر قائم رہنے والا ہے۔

سوال 6: توکل سے کیا مراد ہے؟

جواب: توکل وکالت سے ماخوذ ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی اپنا کام اس کے سپرد کیا، اس پر اعتماد کیا۔ توکل کے معنی بھروسے کے ہیں۔ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے، عزم، تدبیر اور کوشش کے ساتھ انجام دینے کا اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب کر دے گا۔ توکل خدا اعتمادی کا نام ہے۔

سوال 7: ایمان اور توکل کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) رب پر ایمان کا لازمی تقاضا رب پر اعتماد اور توکل ہے۔ اسی وجہ سے دونوں مومنوں نے یہ کہا تھا کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔ (2) توکل بندۂ مومن کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 674/1)

سوال 8: توکل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: توکل کے کئی درجات ہیں۔ (1) یقین۔ اس پر یقین کہ جس ذات پر بھروسہ کر رہا ہوں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔ اس پر یقین کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدرت رکھنے والا ہے۔اس کی قدرت سے زیادہ کسی کی قدرت نہیں۔اس پر یقین کہ وہ رحمت کرنے والا ہے۔اس سے زیادہ کوئی رحمت کرنے والا نہیں۔اس یقین سے دل اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اور کسی دوسری ہستی کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

(2) دوسرے درجے کا توکل یہ ہے کہ انسان اس ہستی کو توجہ کا مرکز بنالے جس پر اعتماد ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا اسی کے پاس شکایت لے کر جاتا ہے وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔اس کے دل میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہوتی۔ اس درجے میں انسان سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(3) اپنی رائے، اپنی ہستی کو مٹا کر اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انسان زندہ ہوتے ہوئے خود کو، اپنے مسائل کو جانتا ہے وہ روتا ہے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے اور میت خود کو نہیں جانتی۔یہ مقام انتہائی مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو انسان اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔

سوال 9: توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: اعتماد، یقین، تسکین، اطمینان، بے خوفی اور اُمید جیسی صفات ملتی ہیں۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کر کے انسان کیا کھو دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر انسان توکل نہ کر کے اپنا چین، اطمینان، سکون، امید اور صحت کھو دیتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بے شک ہم اس وقت تک ہرگز اس میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ اس

فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾

میں رہیں گے سو تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو، یقیناً ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں''(24)

سوال 1: بنی اسرائیل کے قول ﴿قَالُوْا ... قَاعِدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بے شک ہم اس وقت تک ہرگز اس میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ اس میں رہیں گے سو تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو، یقیناً ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں'' بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم تو اس شہر میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔اس کٹھن صورت حال میں ان کا قول کتنا تکلیف دہ تھا اس بات کی ضرورت تھی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے نبی کی مدد کرتے ان کے اس قول سے ان کے اور امت محمدیہ کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے موقع پر سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ "آپ خود اور آپ کے خدا چلے جائیں اور آپ دونوں لڑ بھڑ لیں۔ ہم تو یہاں سے ٹلنے کے نہیں۔" آپ چلئے، ہم آپ کے ساتھ جان دینے کو حاضر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس بات سے خوشی ہوئی۔ (صحیح بخاری: 4609)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے پھر مشورہ طلب کیا تو انصاری کہنے لگے کہ اے گروہ انصار! رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن تمہاری طرف ہے۔ تو انصار نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے تو ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقٰتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ "سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں" اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ برک غماد تک بھی جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ (مسند احمد: 3/188 ح: 12959، السنن الکبریٰ للنسائی: 1141، ابن حبان: 4731)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے پر بنی اسرائیل کی صورتِ حال کیا تھی؟

جواب: (1) بنی اسرائیل پر زوال آ چکا تھا۔ (2) ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں کرتی تھی۔

(3) وہ صبر کا ثبوت دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ (4) ان کا ایک طبقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے گستاخی کرنے لگا۔

(5) ان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ دنیا کی طاقت ور قوموں کا خوف سمایا ہوا تھا۔

سوال 3: جب اللہ تعالیٰ کا نمائندہ گروہ قربانیاں نہ دے تو وہ درحقیقت کیا چاہتا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کا نمائندہ گروہ اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے قربانیاں نہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود زمین پر تشریف لے آئیں اپنے دین کا کام خود انجام دیں جیسے بنی اسرائیل نے زبان سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ زبان سے نہ کہیں لیکن عملی رویہ یعنی اللہ تعالیٰ کے کاموں سے پیچھے ہٹنے کا رویہ یہی ظاہر کرتا ہے۔

سوال 4: بزدل اپنے فرائض کی طرف کیسے بڑھتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)بزدل فرائض ادا کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے لیکن بزدلی دکھا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

(2)وہ فرض چھوڑ دیتا ہے۔(3)وہ مقصد کو ہی برا کہنا شروع کر دیتا ہے۔

(4)وہ اس دعوت کو برا بھلا کہتا ہے جو اس سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طویل جدوجہد کا کیا انجام ہوا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے طویل سفر کیا۔ان کی قوم نے قدم قدم پر نافرمانی کی،احکامات سے منہ موڑا،بزدلی،من مانی اور ہٹ دھرمی دکھائی۔ارض مقدس کی فتح سے الٹے پھرے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ

''اُس نے کہا:''اے میرے رب!یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا،سو تُو ہمارے اور اس

الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾

نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کر دے''(25)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو بددعا دی،اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الْفٰسِقِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾''اُس نے کہا:''اے میرے رب!یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا،سو تُو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کر دے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قوم پر بددعا کی کہ اے رب! مجھے اپنے اوپر اور بھائی کے اوپر تو اختیار ہے اور کسی پر اختیار نہیں۔یعنی اسرائیلیوں میں سے کوئی میری بات نہیں سنتا کہ تیرے فرمان ذی شان کی تعمیل کی جائے اور تیرا حکم بجالایا جائے۔میں اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام تیرے فرمان کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں تو ہی میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما۔(مختصر ابن کثیر:427/1)

(2)سیدنا ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وزیر تھے۔انہوں نے ہر موڑ پر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا اس وجہ سے ان پر اعتماد تھا اور اپنے ساتھ سیدنا ہارون علیہ السلام کے لئے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ ﴿رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ﴾''اے میرے رب!یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھ لیا کہ ان کے بھائی کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کریں کہ مجھے اجازت دیجئے اس قوم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاؤں یعنی قیادت اور اصلاح کے کام سے مجھے الگ کر دیا جائے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان رابطہ دعوت حق کی بنیاد پر تھا کہ انہوں نے ایک جگہ مل کر کوشش کی تھی۔ لیکن انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا اس لئے انہوں نے مکمل علیحدگی کی درخواست دے دی اتنے انعامات، طویل کوششوں کے باوجود جن کے اندر بے یقینی ہے ان پتھروں کو میں کیا جونک لگاؤں گا۔ آپ فیصلہ فرما دیں۔

﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ

''اللہ تعالیٰ نے کہا: پھر وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کی گئی ہے، یہ لوگ زمین میں بھٹکتے رہیں گے، چنانچہ آپ

عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾

نافرمان قوم پر غم نہ کریں'' (26)

سوال 1: چالیس سال تک بیت المقدس میں یہودیوں کا داخلہ حرام کر دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... الْفٰسِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کہا: پھر وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کی گئی یہ لوگ زمین میں بھٹکتے رہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کو چالیس سال (1400۔1440ق م) تک فاران اور شرق اردن کے درمیان صحراؤں کے حوالے کر دیا جب کہ وہ مقدس سرزمین کی دہلیز پر رہے اللہ تعالیٰ نے وہ سرزمین چالیس سال تک ان کے لئے حرام کر دی۔ وہ زمین میں مارے مارے پھرتے رہے لیکن کسی طرف جانے کی کوئی راہ نہیں پاتے تھے۔

(2) اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ گناہوں کی سزا میں بڑی نعمت کو بھی ٹال دیا جاتا ہے۔

سوال 2: بنی اسرائیل ارض مقدس کی دہلیز پر پہنچ گئے لیکن فتح اور حکمرانی نصیب نہ ہوئی، وجوہات بتائیں؟

جواب: (1) بنی اسرائیل ارض مقدس کی دہلیز پر پہنچ کر بھی فتح و کامرانی حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کو اپنا مقصد بھول گیا تھا۔

(2) وہ دنیا کی حرص میں مبتلا ہوئے۔ (3) ان کا عزم کمزور ہو گیا۔ (4) ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)ان کی فطرت خراب ہوگئی۔ذلت،ظلم اور غلامی نے ان کی فطرت بدل ڈالی تھی۔ان کے ضمیر خراب کر دیئے تھے جو حکمرانی کے لئے نامناسب ہے۔

سوال3:حکمرانی کے لئے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:(1)مقصد پر جمے رہنا۔(2)اولوالعزمی۔(3)عالی ہمتی۔

(4)دوراندیشی۔(5)فیصلے کرنے اور ان پر جمنے کی صلاحیت۔

سوال4:بنی اسرائیل کے بچوں میں حکمرانی کی صفات کیسے پیدا ہوئیں؟

جواب:(1)لمبی مدت تک صحرائی زندگی کی مشقتوں کو برداشت کیا۔

(2)بچوں کے باپ جن پُرخطر حالات کو بچوں کے حق میں موت سمجھتے تھے ان پُرخطر حالات میں داخل ہونے میں ان کی زندگی کا راز چھپا ہوا تھا۔بنی اسرائیل کے بچوں کی عقل وشعور کی تربیت ہوئی تو ان کے ارادے بلند ہوئے،ان میں عالی ہمتی پیدا ہوئی۔وہ غلامی سے آزاد ہونے اور سعادت کے لیے کوشش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

سوال5:انسان کے اندر بہترین صفات کب پیدا ہوتی ہیں؟

جواب:انسان کے اندر بہترین صفات تب پیدا ہوتی ہیں جب اس کو حالات کا مقابلہ کر کے زندہ رہنا پڑے،جب چیلنجز قبول کرنے پڑیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو بلندی تک پہنچانا چاہیں۔

سوال6:عافیت کی زندگی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:(1)قوم مردہ قوم بن جاتی ہے۔(2)اپنی عافیت کے لیے ذلت گوارا کر لیتی ہے۔

(3)اپنی عافیت کے لیے مغلوب ہونا گوارا کر لیتی ہے۔

(4)اپنی عافیت کے لیے غلام ہونا گوارا کر لیتی ہے۔

(5)عافیت پر اطمینان کے نتیجے میں نہ ارادے بلند ہوتے ہیں،نہ عالی ہمتی رہتی ہے،نہ جہاد ہوتا ہے،نہ دنیا میں سعادت نصیب ہوتی ہے،نہ آخرت میں جنت۔

سوال7:کون سے اوصاف ہیں جو کسی قوم کو زندہ قوم بناتے ہیں؟

جواب:(1)مقصد کے لیے جینا۔(2)مقصد کے لیے جان دینے کی تمنا رکھنا۔(3)ارادوں کی بلندی۔(4)عالی ہمتی۔

(5)جفاکشی۔(6)سادگی۔(7)یک سوئی۔(8)حقیقت پسندی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 8: یہودی اپنے آپ کو عمل اور اطاعت کی ذمہ داریوں سے کیوں بری خیال کرتے تھے؟

جواب: یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور چہیتا سمجھتے تھے۔ جنت کو اپنی میراث سمجھتے تھے۔ یہ واضح کیا گیا کہ اگر گمان کی کچھ حقیقت ہے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی سرزمین کو فتح کرنے کے باوجود حرام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فلسطین نہیں پہنچایا۔

سوال 9: بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟

جواب: دنیا کی جنت (آسائشیں) اگر محنت سے ملتی ہے تو آخرت کی جنت مفت نہیں ملے گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' (البقرہ:214)

سوال 10: آج کی امت مسلمہ کے لئے اس میں کیا سبق ہے؟

جواب: امت مسلمہ کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں سبق ہے کہ اگر اپنی حالت نہ بدلی تو مستقل غلامی کی وجہ سے فطرت بھی خراب ہو جائے گی اور ضمیر بھی بدل جائے گا۔ پھر ذلت میں چین ملے گا اور کبھی عروج نصیب نہیں ہوگا۔ دردر کی ٹھوکریں مقدر بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سوال 11: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ نافرمان قوم پر غم نہ کریں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے بے حد نرم دل تھے۔ اسی وجہ سے جب بنی اسرائیل کو سزا ملتی تو وہ بے حد غم زدہ ہو جاتے تھے اس شفقت کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے حق میں دعائیں کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نافرمان لوگوں کے حال پر ترس کھانے سے روکا ہے۔

(2) فاسق قوم بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرض ادا کر دیا تھا۔ غم فطری امر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ آپ نے اپنا کام کر دیا ہے۔

(3) ان کی نافرمانی سزا کا تقاضا کرتی تھی اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فاسقوں پر ترس کھانے سے روکا ہے۔

سوال 12: نافرمانوں کی حالت پر ترس کیوں آتا ہے؟

جواب: انسانی تعلق کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو نافرمانوں کی جگہ پر رکھ کر دیکھتا ہے پھر ترس کھاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال13: نافرمانوں پر ترس کھانے سے انسان کے معاملات پر کیا فرق پڑتا ہے؟

جواب: (1) نافرمانوں پر ترس کھانے کی وجہ سے انسان نافرمانیاں برداشت کر لیتا ہے۔

(2) کچھ حالات میں نافرمانیاں کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔

(3) آہستہ آہستہ نافرمانیوں کو بُرا محسوس نہیں کرتا۔

سوال14: نافرمانوں پر ترس نہ کھانے سے مومن پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: (1) نافرمانوں پر ترس نہ کھانے کی وجہ سے مومن نافرمانیاں ہوتی نہیں دیکھ سکتا وہ نافرمانیوں سے روکتا ہے۔

(2) مومن نافرمانیاں کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(3) مومن نافرمانیوں سے نفرت کرتا ہے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ

"اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی

يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ

اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اُس (دوسرے) نے کہا: "میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کر دوں گا" اُس نے جواب دیا کہ بے شک

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے" (27)

سوال1: قصہ ہابیل وقابیل کی وضاحت ﴿وَاتْلُ ... مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ﴾ "اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سناؤ" سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے درمیان ہونے والے جھگڑے کا قصہ بیان کر دیں۔

(2) سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے مراد ہابیل اور قابیل ان کے صلبی بیٹے ہیں جن میں سے ایک کی قربانی کے قبول ہونے کی وجہ سے دوسرے نے اسے قتل کر ڈالا۔

(3) ﴿بِالْحَقِّ﴾ ٹھیک ٹھیک، صحیح واقعات سنا دیجئے۔ اس میں تاریخی واقعات کے بیان میں اہم اصول کی تلقین کی گئی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احتیاط لازم ہے۔(معارف القرآن)(4)واقعات کو بیان کرنے کا حق اس طرح سے ادا ہوسکتا ہے کہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔

(5)﴿اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا﴾''جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی'' حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا قصہ بے کم وکاست سنا دو، ان دونوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔مروی ہے کہ چونکہ اس وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی اس لئے یوں ہوتا تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے لڑکی اور لڑکا ہوتے تھے۔پھر دوسرے حمل میں بھی اس طرح ہوتا اس طرح اس حمل کا لڑکا اور دوسرے حمل کی لڑکی ان دونوں کا نکاح کرا دیا جاتا تھا، ہابیل کی بہن تو خوبصورت نہ تھی اور قابیل کی بہن خوبصورت تھی تو قابیل نے چاہا کہ اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرے۔سیدنا آدم علیہ السلام نے اس سے منع کیا آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ نکالو جس کی خیرات قبول ہو جائے اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ہابیل کی خیرات قبول ہوگئی پھر حسد کی وجہ سے دونوں میں یہ واقعات پیش آئے۔(مختصر ابن کثیر:429/1)

(6)﴿فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ﴾''تو اُن دونوں میں ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی'' آسمان سے نازل ہونے والی آگ نے جب ایک کی قربانی کو کھا لیا تو پتہ چلا کہ اس بھائی کی قربانی قبول ہوگئی اور جس کی قربانی کو آگ نے نہیں کھایا اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔

(7)﴿قَالَ﴾''اس (دوسرے) نے کہا'' اس بیٹے نے کہا جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی۔

(8)﴿لَاَقْتُلَنَّكَ﴾''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کر دوں گا'' قابیل نے ہابیل کو دھمکی دی کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

(9)قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی تو اس نے قصور اپنے بھائی میں تلاش کیا جس کی قربانی قبول ہوئی۔

(10)قابیل نے کہا کہ تیرے لیے والد نے دعا کی اور تیری قربانی کی قبولیت کے لیے نماز پڑھ کر خاص طور سے دعا فرمائی جس کی برکت سے تیری قربانی قبول ہوگئی۔اس سوچ کی وجہ سے اسے اپنے بھائی سے حسد ہوگیا۔حسد اور بغض کی وجہ سے بس اسے یہی سجھائی دیا کہ بھائی کو قتل کر ڈالے یہ اسی کا اظہار ہے۔

(11)انسان کے اندر حسد تب پیدا ہوتا ہے:(i) جب انسان کو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتیں۔(ii)جب وہ اپنی ناکامیوں کے اسباب دوسروں میں تلاش کرتا ہے۔(iii)پھر انسان غصے میں انتقام لینا چاہتا ہے اور انسان کے دل کو حسد کی آگ لگ جاتی ہے۔

(12)حسد کا یہ جذبہ اس لئے ٹھنڈا نہیں ہوتا کیونکہ(i)انسان اپنے ذہن میں عذر گھڑ لیتا ہے جو اس کے جرم کو جائز ثابت کر سکیں۔(ii)انسان خود ساختہ وجوہات میں تسکین تلاش کر لیتا ہے۔(iii)انسان اپنے ضمیر کی آواز کو دبا لیتا ہے۔

(13)﴿قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اُس نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول کرتا ہے'' بائبل نے کہا اللہ تعالیٰ متقیوں کی نذریں ہی قبول کرتا ہے۔

(14) یعنی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر، اس کو راضی کرنے کے لیے عمل کرے اللہ تعالیٰ تو اسی سے قبول کرتے ہیں۔

(15) اس نے نرمی سے کہا کہ میرا کون سا جرم ہے جو تجھ پر میرے قتل کو واجب کرتا ہے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (تفسیر سعدی:677/1)

(16) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک وقت کی نماز قبول کر لی ہے تو مجھے اس سے اتنی خوشی حاصل ہو جو دنیا و مافیہا کے ملنے سے بھی نہ ہو۔ یہ فرما کر انہوں نے یہی آیت پڑھی۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 2: اللہ تعالیٰ متقیوں کے اعمال ہی قبول کرتا ہے اس سلسلے میں متقین کے اقوال تحریر کریں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا تو یہ وہ نعمت ہے کہ ساری زمین سونا بن کر اپنے قبضے میں آ جائے تو بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔

(2) سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ ''میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا، اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔'' (معارف القرآن)

(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے اسے چھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

(4) سیدنا عامر بن عبداللہ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، لوگوں نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں آپ تو ایسے ایسے یعنی بڑے عبادت گزار تھے۔ فرمایا: میں نے سنا ہے اللہ تقویٰ والوں کا عمل ہی قبول فرماتا ہے۔ (تفسیر مظہری:291)

(5) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون، بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' (الحج:37)

﴿لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ

''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ تو مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں کہ میں تجھے قتل

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

کر دوں، یقیناً میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں'' (28)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: قتل کی دھمکی کا ہابیل نے کیا جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿لَئِنْ ... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ﴾ ''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ تو مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں کہ میں تجھے قتل کر دوں'' جب کسی جرم یا گناہ کے بغیر بھائی نے اسے قتل کی دھمکی دی تو اس کے اس نیک بھائی نے اسے یہ جواب دیا تھا (تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جس کی قربانی کو قبول فرمالیا تھا) کہ میں تمہاری اس بری حرکت کا جواب اسی طرح کی بری حرکت سے نہیں دوں گا کیونکہ اس طرح تو ہم دونوں گناہ کے اعتبار سے برابر ہو جائیں گے اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں کہ اس طرح کا کوئی کام کروں جس طرح کا کام تم کرنا چاہتے ہو، اس لیے میں تو صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ (المصباح المنیر: 323/1) (2) یہ آیت امن، تقویٰ اور صلح کے نمونے کو پیش کرتی ہے۔

(3) یہ نمونہ ایسے وقت میں پیش کیا جا رہا ہے جب کہ انسان اور اس کا ضمیر تک غصے میں آ جاتا ہے اگرچہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا ہو۔ (4) ''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ تو مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں'' کے الفاظ دشمنی کو دوستی میں بدلنے کے لئے کافی تھے۔

(5) یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قتل کے جواب میں جوابی قتل کی تیاری سے اللہ تعالیٰ کا خوف ہی انسان کو روک سکتا ہے۔

(6) نبی ﷺ فرماتے تھے: ''جب دو مسلمان تلوار کھینچ کر ایک دوسرے سے بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جاتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک تو قاتل تھا لیکن مقتول کو سزا کیوں ملے گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی اپنے قاتل کے قتل پر آمادہ تھا۔'' (صحیح بخاری: 6875)

(7) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں'' ہابیل نے قابیل سے کہا کہ میرا یہ رویہ میری بزدلی یا میرے عجز کی وجہ سے نہیں یہ تو صرف اس وجہ سے ہے کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا گناہ کا اقدام نہیں کر سکتا، خاص طور پر کبیرہ گناہ کا۔

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ کی قسم! یہ شخص دونوں میں سے زیادہ بہادر اور طاقت ور تھا مگر تقویٰ کی وجہ سے اس نے کوئی زیادتی نہ کی۔ (تفسیر طبری)

(9) اس آیت میں اس شخص کے لیے سخت تخویف ہے جو قتل کا ارادہ کرتا ہے اور تیرے لیے مناسب یہی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس سے ڈرے۔ (تفسیر سعدی: 677/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: کیا اپنی جان یا مال کی مدافعت کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے منافی بات ہے؟

جواب: (1) اپنی جان یا مال کا تحفظ کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے منافی بات نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو خدا کا خوف دلاؤ۔'' سوال کرنے والے نے کہا: اگر وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ مانے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گردوپیش کے مسلمانوں سے اس کے مقابلے کے لئے مدد چاہو۔'' سوال کرنے والے نے کہا: اگر میرے گردوپیش ایسے لوگ نہ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر حکومت سے مدد چاہو۔'' سوال کرنے والے نے کہا: اگر وہ بھی دور ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مال کی حفاظت کے لئے لڑو حتیٰ کہ اپنے مال کو بچالو یا شہید ہو جاؤ۔'' (مسند احمد: 22881)

(2) سیدنا سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنے کے موقع پر کہا تھا، میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''بلاشک وشبہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا کہ جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔'' عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی شخص میرے گھر میں داخل ہو کر میری طرف اپنا ہاتھ دراز کرے، تاکہ مجھے قتل کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس صورت میں آدم کے بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جاؤ۔'' (ترمذی: 2194)

سوال 3: ایک مومن کے لیے ہابیل وقابیل کے واقعہ میں کیا سبق ہے؟

جواب: اپنے بھائی کے دل میں پائے جانے والے شر پسندی کے جوش کو ٹھنڈا کرے، دشمنی کو دوستی میں بدلے، حسد کو ٹھنڈا کرے، شر کا جوش کم کرے، ہیجان زدہ اعصاب کو ٹھنڈا کر کے دوسرے شخص کو بھائی چارے کی محبت میں لے آئے، آخرت کے برے انجام سے ڈرائے اور اس کے دل میں تقویٰ کا احساس پیدا کرے۔ (فی ظلال القرآن)

﴿اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾

''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ لے کر تم لوٹو، پھر تم آگ والوں میں سے ہو جاؤ اور ظالموں کی یہی جزا ہے'' (29)

سوال 1: ہابیل کے جواب کی وضاحت ﴿اِنِّيْٓ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ﴾ ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ لے کر تم لوٹو'' ہابیل نے یہ واضح کیا کہ میں آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتا باوجود یہ کہ آپ نے ایک غلط کام کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔

(2) مجاہد، سدی، ابن جریر سے روایت ہے کہ ہابیل نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو نے پہلے جو گناہ کیے ہیں ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ میرے قتل کا گناہ بھی تیرے سر ہو۔

(3) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقتول کے سارے گناہ قاتل کے نامہ اعمال میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

(4) قیامت کے دن ایسا ہو سکتا ہے کہ قاتل کی ساری نیکیاں دے کر بھی مقتول کا حق ادا نہ ہو۔ (ابن کثیر)

(5) میرے گناہ کا مطلب وہ قتل ہے جو اس وقت ہوتا اگر ہابیل آگے بڑھ کر قتل کر دیتا۔ اور اپنے گناہ سے مراد وہ قتل ہے جو قابیل نے بعد میں کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔'' (بخاری، مسلم، کتاب الفتن)

(6) ﴿تَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر تم آگ والوں میں سے ہو جاؤ اور ظالموں کی یہی جزا ہے'' ہابیل نے قابیل کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلایا اور یہ بھی بڑے ظلم کی وجہ سے ہے جو عین عدل پر مبنی سزا ہے۔

(7) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ قتل کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہے اور یہ جہنم میں داخل ہونے کا موجب ہے۔ (تفسیر سعدی: 678/1)

(8) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں کہ اگر مجھے ناپسندیدگی اور ناگواری کے باوجود ان دونوں صفوں میں سے ایک صف یا ایک گروپ میں کھڑا کر دیا جائے پھر کوئی آدمی اپنی تلوار سے مجھے مار دے یا کوئی تیر میری طرف آ جائے جو مجھے قتل کر ڈالے۔ (تو میرا کیا حشر ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(تم پر کوئی گناہ نہیں، بلکہ ایسی صورت میں) وہ (جس نے تمہیں قتل کیا ہے) آدمی اپنے گناہ اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور دوزخ والوں میں سے ہوگا۔'' (مسلم: 7250)

سوال 2: قتل کے جواب میں قتل نہ کرنے اور قاتل کو قتل سے روکنے کے لئے ہابیل نے کیا دلائل دیئے؟

جواب: (1) ہابیل نے کہا میرا ذہن قتل کی طرف نہیں جاتا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

(2) جب معاملے کا دارومدار دو امور پر ہے ایک یہ کہ میں قاتل بنوں دوسرا یہ کہ تو مجھے قتل کرے تو میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ تو مجھے قتل کرے تاکہ تو دونوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر واپس لوٹے۔ (تفسیر سعدی: 677/1)

(3) حرام سے روکنے کے لئے ہابیل نے قتل کے بھیانک نتائج پیش کئے تاکہ بھائی گناہ سے متنفر ہو جائے اور گناہ سے نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر رکھے۔ ہابیل نے خوف کی بھیانک تصویر پیش کی تاکہ ظالم بھائی ظلم سے باز آ جائے۔

﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ

''چنانچہ اُس کے نفس نے اُس کے لیے اس کے بھائی کے قتل کو پسندیدہ بنا دیا تو اُس نے اسے قتل کر ڈالا، چنانچہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا" (30)

سوال 1: دنیا میں سب سے پہلے قتل کے واقعہ کی وضاحت ﴿فَطَوَّعَتْ...مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ﴾ "چنانچہ اُس کے نفس نے اُس کے لیے اس کے بھائی کے قتل کو پسندیدہ بنادیا" قابیل کے نفس نے اس کے لیے قتل کے معاملے کو مزین کردیا۔

(2) یہ حال ہر بدی و معصیت کا ہے، ابتداء میں ہر فطرت سلیم اس سے رکتی ہے، ہچکچاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ نفس اس کی جانب مائل اور اس پر گرویدہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی طرف سے جھجک مٹتی جاتی ہے، یہاں تک کہ انسان اسے بے دھڑک کر گزرتا ہے۔ (تفسیر ماجدی: 895/1) نفس کے اندر کے حسد نے قابیل کو ہولناک جرم پر آمادہ کرلیا۔

(3) ﴿فَقَتَلَهٗ﴾ "تو اُس نے اسے قتل کر ڈالا" ہابیل کی قربانی قبول ہونے پر قابیل کو سخت ملال تھا اس نے کہا میرے والد نے تیرے لیے دعا کی اور تیری قربانی قبول ہوگئی اب میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ایک دن ہابیل بکریوں میں گھرے رہے اور آنے میں دیر ہوگئی تو باپ نے کہا: بھائی کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ اس پر قابیل نے سوچا اچھا موقع ہے چنانچہ قابیل بھائی کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں ہابیل سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ قابیل نے کہا تیری قربانی قبول ہوگئی اور میری نہیں ہوئی میں تجھے قتل کیے بغیر نہیں رہوں گا۔ ہابیل نے کہا: میں نے اپنا پاکیزہ اور محبوب ترین مال پیش کیا تھا اور تو نے ردی مال۔ حق تعالیٰ پاکیزہ مال کو قبول کرتا ہے اور پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔ ہابیل کے اس جواب سے قابیل چراغ پا ہوگیا اور لوہا اٹھا کر ہابیل کے دے مارا۔ ہابیل نے کہا: بدنصیب قابیل! تو اللہ تعالیٰ کو بھول گیا کہ وہ تیرے کرتوتوں کی سزا دے گا آخر کار اس نے ہابیل کو مار کر میدان میں لا کر ڈال دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 430/1)

(4) ﴿فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ "چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا" قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اور وہ دنیا اور آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہوگیا۔ اس نے اپنے نفس کا نقصان کیا اور اسے ہلاکت میں ڈال دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی نگاہ میں وہ مبغوض ہوگیا۔

(6) اپنے بھائی کا قتل کر کے قابیل کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اور اس نے ہر قاتل کے لیے یہ سنت جاری کردی۔

(7) قیامت تک ہونے والے قتل کے گناہوں کا سزاوار ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کوئی بری سنت رائج کی تو اس پر اس برائی کے گناہ کا بوجھ اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی پڑے گا جو قیامت تک اس بری سنت پر عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں گے۔'' (مسلم:1017)

(8) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو آدم کے سب سے پہلے بیٹے قابیل کے نامہ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے کیونکہ قتل ناحق کی بناء سب سے پہلے اس نے قائم کی تھی۔'' (صحیح بخاری:3335)

سوال 2: ہابیل اور قابیل کا قصہ ظلم اور نیک نفسی کے نمونے پیش کرتا ہے، واضح کریں؟

جواب: (1) اس قصے میں ایک بھائی دوسرے بھائی کو قتل کر کے صریح ظلم کرتا ہے اور اس قتل کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

(2) اس قصے میں مقتول کی پاک نیتی اور صلح جوئی کا پتہ چلتا ہے جس نے اپنے بھائی کے قتل کے ارادوں کے باوجود اس کے قتل کی تدابیر نہ کیں بلکہ اپنے بھائی کے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوششیں کیں۔

(3) اس قصے کی وجہ سے انسان کا ضمیر جوش میں آتا ہے اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ ایسے صریح ظلم کے خلاف قانونِ قصاص ضروری ہے۔

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ

''پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدتا تھا تا کہ وہ اُسے دکھائے کہ کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے؟'' اُس نے کہا:

يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ ۚ

''ہائے میری بربادی! کیا میں اس سے عاجز ہو گیا کہ اس کوے کی مانند ہو جاؤں تو میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں؟''

فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾

چنانچہ وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا'' (31)

سوال 1: قابیل نے دفن کرنے کا طریقہ کیسے سیکھا، اس کی وضاحت ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ ... مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قابیل نے اپنے بھائی کی لاش یوں ہی چھوڑ دی تھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

(2) ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدتا تھا'' کوے کی یہ عادت ہے کہ جب کھانے کی کسی چیز کو کھانا نہیں چاہتا تو زمین کھود کر چھپا دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ﴾ ''تا کہ وہ اسے دکھائے کہ کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے'' کوے کی وجہ سے بھائی کی لاش کو چھپانے کا طریقہ سمجھ آ گیا۔

(4)﴿قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ﴾ ''اُس نے کہا: ''ہائے میری بربادی کیا میں اس سے عاجز ہو گیا کہ اس کوے کی مانند ہو جاؤں تو میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں؟'' قابیل نے جب بھائی کو قتل کر کے لاش کھلے آسمان تلے ڈال دی تو اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر چونچ سے گڑھا کھود کر اس میں کوے کو ڈال کر اس کے اوپر مٹی ڈال دی۔ قابیل نے جب یہ منظر دیکھا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگا: ہائے میری بدبختی! میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش نہ دفن کر سکا۔

(5) کوے کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے: (i) جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور ضمیر کی آواز کی پرواہ نہیں کرتے وہ کوے سے الہام حاصل کرتے ہیں۔ ضمیر کی آواز اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہنا چاہیے۔

(ii) جرم کرنے کے بعد اعتراف اور ندامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جرم چھپانے کی تدبیر کرنا شیطانی کام ہے۔

(6)﴿فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾ ''چنانچہ وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا'' اپنے بھائی کے قتل کے بعد کوے کی تدبیر کی وجہ سے قابیل نادم ہوا۔ تمام گناہوں کا انجام ندامت اور خسارہ ہے۔

(7) یہ پشیمانی اور ندامت عذاب پر عذاب تھا۔

(8) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت میں دینے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی جلد دیتا ہو۔'' (ابوداؤد: 4902، ترمذی: 2511)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے میت کو دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) لاش کو ختم کرنے کے اور بھی طریقے تھے مثلاً آگ میں جلا دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا۔ انسان کا اکرام اسی میں ہے کہ موت کے بعد اسے دفن کر دیا جائے اور انبیاء کرام کا یہی طریقہ ہے۔ (انوار البیان: 106/2)

(2) اسلام چونکہ دین فطرت اور خالص حق ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کی ہر بات عدل کے ترازو میں تل کر نکلے۔ اصول سے لے کر فروع تک ہر چیز میں ایک قدرتی نکھار ہو اور کوئی حصہ مذہب ایسا نہ ہو جسے انسانی دماغ کا کرشمہ و اختراع کہا جا سکے۔ مردوں کے متعلق قدیم (زمانے) سے مختلف زاویہ ہائے نگاہ رہے ہیں۔ قدیم مصری لاشوں کو مخفی کر کے خواب گاہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بحفاظت تام رکھتے تھے۔ ہندوؤں کا خیال ہے کہ لاش کو گھی وغیرہ میں ڈال کر جلایا جائے۔ اسلام اس باب میں بالکل سادہ اور فطری طریق اختیار کرتا ہے یعنی تدفین، کوے کا قصہ اس لیے بیان کیا ہے تا کہ ابن آدم کا ذہن فوراً تدفین کی طرف منتقل ہو سکے، چنانچہ یہی ہوا۔ (سراج البیان:1/267)

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ یقیناً جس شخص نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے (بدلے) قتل کیا

اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ

یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا

اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا

اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ یقیناً اُن کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لائے تھے، پھر بے شک

مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾

اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں'' (32)

سوال 1: انسانیت کا احترام واجب ہے، اس کی وضاحت ﴿مِنْ ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ﴾ ''اسی وجہ سے'' آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے قتل کے معاملے کی وجہ سے جس میں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قتل کا انجام لکھ دیا کہ دنیا و آخرت میں سخت خسارے والا ہے۔

(2) ﴿كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا'' یہ اصول صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں تھا، ہمیشہ کے لئے ہے۔ سلیمان بن ربعی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے جس طرح بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ انہوں نے فرمایا: ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بنی اسرائیل کے خون ہمارے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں۔ (ابن کثیر)

(3) ﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ ''یقیناً جس شخص نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے (بدلے) قتل کیا یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا'' جو شخص کسی کو ناحق قتل کر دے تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس کے پاس کوئی داعیہ نہیں جو اسے تمیین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر آمادہ کرتا اور قتل ناحق کے اقدام سے روکتا۔ پس جب اس نے اس جان کو قتل کرنے کی جسارت کی جو قتل ہونے کی مستحق نہ تھی، تب معلوم ہوا کہ اس مقتول ناحق اور دیگر مقتولین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ یہ تو نفس امارہ کے داعیے کے مطابق ہے۔ پس اس کا اس نفس کو قتل کرنے کی جسارت کرنا تمام نفوس انسانی کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ اس طرح جس نے کسی نفس انسانی کو زندگی بخشی یعنی نفس امارہ کے داعیے کے باوجود کسی نفس کو باقی رکھا اور اسے قتل نہ کیا، اللہ تعالیٰ کے خوف نے اسے قتل ناحق سے روک دیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ کیونکہ اس کے ہمراہ جو خوف الٰہی ہے وہ اسے ایسے نفس کے قتل سے روکتا ہے جو قتل کا مستحق نہیں۔ (تفسیر سعدی:679/1)

(4) کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے اور اس کی وجہ سے شر و فساد کا جو خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، اس کا بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:341/1)

(5) قتل ناحق سارے انسانوں کے قتل کے برابر اس لئے ہے کہ ہر نفس دوسرے نفس کے برابر ہے زندگی کا حق ہر انسان کو حاصل ہے ایک انسان سے زندگی کا حق چھیننا تمام انسانوں سے زندگی کا حق چھیننا ہے۔

(6) ﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ ''اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا'' جو عفو و درگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا، تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔ (تیسیر الرحمن:341/1)

(7) جب باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو اس دوران سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں آپ کے لیے باغیوں کی طرف قتال کرنے آیا ہوں کیونکہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم ان سب کو قتل کرنا چاہتے ہو جن میں سے ایک میں بھی ہوں؟ انہوں نے عرض کیا میں تو ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ اگر تو نے ایک آدمی کو قتل کیا تو ایسے ہو گا گویا تم نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ واپس چلے جاؤ اللہ تمہیں اجر دے گا۔ (ابن کثیر)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قتل کو گناہ کبیرہ اور جرم عظیم قرار دیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قتل نفس کو گناہِ کبیرہ اور جرم عظیم قرار دیا ہے اس کی چار وجوہات ہیں۔

(1) انسانیت کے اندر مجرموں کی موجودگی کی وجہ سے ناحق قتل کو سارے انسانوں کے قتل کی طرح لکھ دیا۔

(2) شر اور ظلم سے بھاگنے والوں کے خلاف قاتلوں کے ارتکاب جرم کی وجہ سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) بعض لوگ جو فطری طور پر شر پسند ہوتے ہیں ان پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

(4) جن پر نصیحت اثر نہیں کرتی ان کے لئے امن کی بات چیت مفید نہیں ہوتی۔

سوال 3: اس آیت کریمہ کے مطابق قتل کن امور کی بناء پر جائز ہے؟

جواب: یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دو امور کی بنا پر قتل جائز ہے:

(1) اگر کسی نے جان بوجھ کر ناحق قتل کیا ہو، اگر قاتل مکلف اور بدلہ لئے جانے کے قابل ہو، وہ مقتول کا باپ نہ ہو، تو اسے (قصاص میں) قتل کرنا جائز ہے۔

(2) وہ لوگ جو لوگوں کے دین، جان اور اموال کو ہلاک کر کے زمین میں فساد برپا کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، مثلاً مرتدین، اہل کفر، محاربین اور بدعات کی طرف دعوت دینے والے وہ لوگ جن کو قتل کیے بغیر ان کے شر و فساد کا سد باب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ راہزن وغیرہ ہیں جو لوگوں کا مال لوٹنے یا ان کو قتل کرنے کے لیے شاہراہوں میں لوگوں پر حملہ کر دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 679/1)

سوال 4: قانونِ قصاص کی ذمہ داریاں جو ہر فردِ ملت پر عائد ہوتی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ قتل کا ہر حادثہ پوری قوم میں ایک ہلچل پیدا کر دے جب تک اس کا قصاص نہ لے لیا جائے۔ ہر شخص یہ محسوس کرے کہ وہ اس تحفظ سے محروم ہو گیا ہے جو اس کو اب تک حاصل تھا۔ قانون ہی سب کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر قانون منہدم ہو گیا تو صرف مقتول ہی قتل نہیں ہوا بلکہ ہر شخص قتل کی زد میں ہے۔

(2) دوسری یہ کہ قاتل کا کھوج لگانا صرف مقتول کے وارثوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ پوری جماعت کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ قاتل نے صرف مقتول ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ سب کو قتل کیا ہے۔

(3) تیسری یہ کہ کوئی شخص اگر کسی کو خطرے میں دیکھے تو اس کو پرایا جھگڑا سمجھ کر نظر انداز کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ اسکی حفاظت وحمایت تا بہ حد مقدور اس کے لئے ضروری ہے اگر چہ اس کے لئے اسے خود جو کھم برداشت کرنی پڑے۔ اس لیے کہ جو شخص کسی مظلوم کی حمایت و مدافعت میں سینہ سپر ہوتا ہے وہ صرف مظلوم ہی کی حمایت میں سینہ سپر نہیں ہوتا بلکہ تمام خلق کی حمایت میں سینہ سپر ہوتا ہے جس میں وہ خود بھی شامل ہے۔

(4) چوتھی یہ کہ اگر کوئی شخص کسی قتل کو چھپاتا ہے یا قتل کے حق میں جھوٹی گواہی دیتا ہے یا قتل کا ضامن بنتا ہے یا قاتل کو پناہ دیتا ہے یا قاتل کی دانستہ وکالت کرتا ہے یا دانستہ اس کو جرم سے بری کرتا ہے وہ گویا خود اپنے اور اپنے باپ، بھائی، بیٹے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قاتل کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہے کیونکہ ایک کا قاتل سب کا قاتل ہے۔

(5) پانچویں یہ کہ کسی مقتول کے قصاص کے معاملے میں مقتول کے وارثوں یا حکام کی مدد کرنا بھی درحقیقت مقتول کو زندگی بخشنا ہے۔اس لئے کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ قصاص میں زندگی ہے۔(تدبر القرآن)

سوال5:﴿وَلَقَدْ... لَمُسْرِفُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اُن کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لائے تھے'' اللہ تعالیٰ نے انسانی دنیا میں امن وامان قائم رکھنے کو صرف فرض ہی نہیں بتایا بلکہ مسلسل رسول بھیجے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سکھاتے رہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کے احترام کے قانون کے ساتھ ہدایت کے مکمل قانون کی یاددہانی کروائی ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی راہ نمائی کا انتظام جاری رہا ہے۔

(3) ان دلائل نے کسی کے پاس کوئی حجت نہیں رہنے دی۔

(4)﴿ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾''پھر بے شک اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں'' ہدایات کے باوجود اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

(5) انسانوں کی جانب سے اسراف اور زیادتی یہ ہے کہ (i) وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ دیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ کی شریعت میں تبدیلی پیدا کریں۔ (iv) گناہوں کے اعمال اور انبیاء ورسل کی مخالفت میں جو کہ واضح دلائل اور براہین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، حد سے بڑھ جائیں۔

سوال6:﴿لَمُسْرِفُوْنَ﴾ میں کس صورت حال کی طرف اشارہ ہے؟

جواب:(1) وہ صورت حال جو مسلمانوں کو مدینہ میں پیش آ رہی تھی۔

(2) یہود نے مسلمانوں کے ساتھ صلح اور امن کے کئی معاہدے کر رکھے تھے لیکن انہوں نے ان معاہدوں کا احترام نہیں کیا۔انہوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان پہنچانے کی سازشیں کیں۔ (i) قریش نے مسلمانوں پر جتنے حملے کئے ان سب میں یہود شریک رہے۔ (ii) انصار اور مہاجرین کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی انہوں نے بارہا کوششیں کیں۔ (iii) عورتوں اور بچوں کے اغواء میں یہ نہایت سنگ دل واقع ہوئے تھے۔ (iv) نبی ﷺ کے قتل کی انہوں نے بارہا سازشیں کیں۔

(v) مسلمانوں کو ہمیشہ ان سے عزت اور جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ (vi) مسلمان جب انہیں کسی معاملے پر گفتگو کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاتے تو ان کو ہلاک کرنے کے لئے پہلے ہی سازشیں تیار رکھتے تھے۔ (تدبر القرآن) (3) اس آیت کے ذریعے واضح کیا گیا کہ ان میں سے بکثرت لوگ زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا

''یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں،

اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ

یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دیے جائیں یا اُنہیں

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

اس زمین سے باہر نکال دیا جائے، یہ اُن کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' (33)

سوال 1: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: (1) ابن جریر نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کریمہ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ ...(الخ)﴾ کے بارے میں دریافت کرنے کے متعلق لکھا، انھوں نے جواب میں لکھا کہ آیت اصحاب عرینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ مرتد ہو گئے تھے اور رسول اکرم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا تھا اور آپ کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے تھے۔ (لباب النقول)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان عکل کے آٹھ اشخاص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کے دست مبارک پر قبول اسلام کی بیعت کر لی، بعد ازاں انھیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو وہ بیمار پڑ گئے۔ تب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس امر کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے، تاکہ ان کا پیشاب اور دودھ استعمال کرو؟'' انھوں نے کہا، ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ وہاں انہوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا تو وہ تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں صحابہ کو بھیجا جو انہیں پکڑ کر مدینہ واپس لے آئے، تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور انھیں دھوپ میں پھینک دیا جائے، تو ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب مر گئے۔(بخاری:3018)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ (محاربت) سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا...عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ سے مراد ان کی اطاعت سے نکل جانا اور مومن پر ہتھیار اٹھانا اور انہیں قتل کرنا اور ان کے اموال سلب کرنا اور ان کی حرمتوں پر زیادتی کرنا ہے۔(ایسر التفاسیر:340)

(2)﴿يُحَارِبُوْنَ﴾ سے کفر کرنا مراد ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(3) اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ (محاربت) سے مراد ہے

(i) کسی ایسی مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کرنا جو حکومت شریعت کے مطابق چلائی جا رہی ہو۔

(ii) اس بغاوت میں باغی اجتماعی طور پر لوگوں کے اندر خوف و ہراس پھیلا رہے ہوں۔

(iii) اس گروہ کی جانب سے دار الاسلام کے باشندوں کو مالی، جانی اور عزت کے نقصان کے خطرات لاحق ہوں۔

(iv) یہ بغاوت صرف سربراہ مملکت کے خلاف نہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کے خلاف ہو۔

(v) بغاوت اس سربراہِ مملکت کے خلاف ہو جو شریعت کے مطابق سربراہ بنا ہو اور شریعت کو نافذ کرنے والا ہو۔(فی ظلال القرآن)

(4)﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا﴾ ''اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں نافرمانیوں کے کام کرتے ہیں۔ مومنوں کا مال لوٹتے ہیں، قتل کرتے ہیں، دہشت پھیلاتے ہیں، شاہراؤں پر سفر کرنا بند کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے راستے منقطع ہو جاتے ہیں۔

(5)﴿اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ ''یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دیئے جائیں'' محاربت کی سزائیں یہ ہیں: (i) قتل۔ (ii) سولی چڑھانا۔ (iii) ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالنا۔ (iv) جلاوطن کر دیئے جائیں۔

(6) اصحاب تفسیر میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ان سزاؤں میں اختیار ہے اور امام یا اس کا نائب، ہر راہزن کو اپنی صوابدید اور مصلحت کے مطابق ان سزاؤں میں سے کوئی سزا دے سکتا ہے۔ آیت کریمہ کے الفاظ سے یہی ظاہر ہوتا ہے یا ان کی سزا ان کے جرم کے مطابق دی جائے گی اور ہر جرم کے مقابلے میں ایک سزا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت کریمہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہے یعنی اگر وہ قتل اور لوٹ مار کا ارتکاب کریں تو ان کو قتل کرنے اور سولی دینے کی سزا حتمی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا سولی دیا جانا مشہور ہو جائے اور دوسرے لوگ لوٹ مار اور راہزنی سے باز آ جائیں۔ اگر وہ لوگوں کو قتل کریں اور مال نہ لوٹیں تو ان کو صرف قتل کیا جائے۔ اگر وہ صرف مال لوٹیں اور لوگوں کو قتل کرنے سے باز رہیں تو مخالف سمت ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر صرف لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور دہشت پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہوں اور انہوں نے کسی کا مال لوٹا ہو نہ کسی کو قتل کیا ہو تو ان کو جلاوطن کیا جائے گا اور ان کو کسی شہر میں پناہ نہیں لینے دی جائے گی یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔ یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (تفسیر سعدی:1/680,681)

(7) ﴿ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا﴾ ''یہ اُن کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے'' دنیا کی سزا کی وجہ سے آخرت میں گناہ اور گندگی سے پاک نہ ہوں گے۔ اسی لئے دنیا کی رسوائی کے ساتھ آخرت میں عذاب عظیم کی وعید سنائی گئی ہے۔

(8) ﴿وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور آخرت میں اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' راہزنوں کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

(9) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ راہزنی بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔

(10) راہزنی کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اس لیے دنیا کی رسوائی اور آخرت میں عظیم عذاب ہے۔

(11) مسلمانوں کے لیے دنیاوی سزائیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بیعت لی جس طرح خواتین سے بیعت لی تھی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں اور ایک دوسرے پر بہتان نہ لگائیں، پھر فرمایا: ''پھر جو اس وعدہ کو نبھائے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، اگر کسی نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اگر وہ چاہے تو اسے معاف کر دے۔'' (مسلم:4461)

(12) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ أَصَابَ مِنْكُمْ حَدًّا، فَعُجِّلَتْ لَهُ عُقُوبَتُهُ، فَهُوَ كَفَّارَتُهُ، وَإِلَّا فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ﴾ ''تم میں سے اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے حد لازم آئے، اور اسے اس کی سزا مل جائے، تو یہی اس کا کفارہ ہے، ورنہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔'' (ابن ماجہ:2603)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: قانون محاربہ کے استعمال کی مثالیں دیں؟

جواب: (1) عکل اور عرینہ کو نبی ﷺ نے جو سزا دی امام بخاری نے ان کی سزا کو اس آیت کے تحت لیا ہے۔

(2) بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع کے ساتھ جو معاملہ نبی ﷺ نے کیا۔

(3) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی بھی اسی قانون کے تحت کی۔

(4) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہود کو عرب سے نکال باہر کیا۔ اسی قانون کے تحت کیا گیا۔

ع 5 9

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (34)

سوال 1: حکومت کے ایکشن سے پہلے اگر محاربین توبہ کر لیں اور اپنے رویے کی اصلاح کر لیں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" محاربین میں سے جو لوگ حکومت کے ایکشن سے پہلے توبہ کر لیں ان کے خلاف پچھلے رویے کی وجہ سے اقدام نہیں کیا جائے گا۔

(2) اب ان کے ساتھ عام قانون کے تحت معاملہ ہوگا۔ ان سے جرم اور گناہ ساقط ہو جائیں گے۔

(3) ان کے ہاتھوں جن کے حقوق تلف ہوئے ہوں تو ان کی تلافی کرا دی جائے گی۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محارب قابو میں آ جائے تو اس کی توبہ معتبر نہیں، نہ ہی سزا ساقط ہوگی۔

(4) امام ابن ابو حاتم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حارثہ بن بدر تمیمی اہل بصرہ میں سے تھا، اس نے فتنہ و فساد اور جنگ برپا کی لیکن پھر اس نے قریش کے کئی لوگوں سے اس سلسلے میں معذرت کی جن میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے اس بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بات کی تو آپ نے اس کی معذرت کو قبول نہ کیا تو یہ شخص سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آ گیا جس نے اسے اپنے گھر میں چھپا دیا، پھر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: یا امیر المومنین! جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فتنہ و فساد برپا کرے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے، اس نے یہ کہہ کر ان آیات کو پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہاں تک پہنچ گیا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ﴾ تو یہ ارشاد باری تعالیٰ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امان لکھ دی۔(تفسیر طبری:6/301،302)

سوال2:توبہ کرنے والوں کی سزا اور جرم معاف کرنے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:(1)توبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے جب کہ وہ قوت ہونے کے باوجود، بغاوت جاری رکھ سکنے کے باوجود ہدایت پر آ گئے۔

(2)ایسے لوگوں کو دیکھ کر دوسرے افراد بھی توبہ اور اصلاح کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔

(3)جنگ اور مقابلے سے مغلوب کرنے کے مقابلے میں اصلاح کا طریقہ آسان ہے۔

سوال3:اس رکوع سے کون سے اصول ملتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے عہد پر قائم رہنے کے لئے اصل چیز یہ ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہو جو سخت سے سخت آزمائش کے موقع پر بھی اس کے قدم راہِ حق پر استوار رکھے۔اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا ہے۔

(2)عہد توڑنے کا سبب وہ فاسد جذبات ہیں جو شیطان کے اکسانے سے پیدا ہوتے ہیں۔وہ انسان کو آخر کار ایسے جرائم پر آمادہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عہد کے خلاف ہوتے ہیں۔لہٰذا فاسد جذبات سے بچنے کے لئے شیطان کی اکساہٹوں سے پناہ مانگنی ہے اور شعوری طور پر ان اکساہٹوں کو محسوس کر کے اپنے آپ کو اس کی دشمنی سے بچانا ہے۔

(3)حق پر مر جانا باطل پر زندہ رہنے سے ہزار درجے بہتر ہے۔ہابیل نے اپنی شہادت سے آنے والی نسلوں کے لئے مثال قائم کی لہٰذا جینا ہے تو حق پر، باطل پر زندگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی ہے۔(ان شاء اللہ)

(4)اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت، عبادت کے لئے اخلاص اور تقویٰ کی شرط، عدل کا تصور، قتل نفس کا جرم ہونا، جنت اور دوزخ کا عقیدہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کا عہد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور اس کی امت سے لیا ہے۔اس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہو رہی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائی انسان حق اور عدل کے ان تصورات سے بالکل خالی تھے جو اب اس کے اندر پائے جاتے ہیں۔

(5)آزادی اور حکمرانی کی ذمہ داریوں کے لئے خود اعتمادی اور اولوالعزمی ضروری ہے، مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل سے جب یہ صفات ختم کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے صحرا کی بھٹی میں تپا کر ان کے اندر یہ جوہر پیدا کیا۔

(6)اللہ تعالیٰ نے اجتماعی ترقی کے لئے جو زینے بنا دیئے ہیں ان کو طے کیے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

(7)عمل اور اطاعت کی ذمہ داریوں سے کوئی بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''(35)

سوال 1: تقویٰ، وسیلہ اور جہاد کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ ایمان کا تقاضا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کریں اور جس سے روکا ہے اس کے عذابوں کے خوف سے ان کاموں سے رک جائیں۔

(2) ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ ''اور اس کی طرف قرب تلاش کرو'' وسیلہ کے معنی قربت کے ہیں۔ ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو۔ یعنی ایسا کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاؤ۔

(3) مومن کے لیے دنیا میں سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی قربت ہے۔ یہ اپنی مکمل صورت میں تو آخرت میں مومن کو حاصل ہوگی لیکن اس کا عمل جب اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے تو ایک احساس کی صورت میں اس کا تجربہ مومن کو دنیا میں بھی ہونے لگتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کا قرب، اس کے پاس مرتبہ اور اس کی محبت طلب کرو۔ یہ چیز فرائض قلبی مثلاً محبت الٰہی، اس کے خوف، اس پر امید، اس کی طرف انابت اور اس پر توکل، فرائض بدنی مثلاً زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور قلب و بدن سے مرکب فرائض مثلاً نماز، ذکر، تلاوت اور لوگوں سے اپنے اخلاق، مال، علم، جاہ اور بدن کے ذریعے سے بھلائی سے پیش آنے اور ان کی خیر خواہی کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس یہ تمام اعمال تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ بندہ اعمال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کان بن جاتا ہے جن کے ذریعے سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہے جن کے ذریعے سے وہ چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 682/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) حدیث میں مقام محمود کو وسیلہ کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر یہ کہے ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ ا الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ﴾ اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔'' (صحیح بخاری:614)

(6) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر میرے وسیلہ کی دعا کرو، وسیلہ جنت کا وہ عظیم مقام ہے جو بندگان الٰہی میں سے صرف ایک ہی کو نصیب ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا، لہٰذا جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' (مسلم:849)

(7) ﴿وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور اس کی راہ میں جہاد کرو'' اے مومنو! میرے راستے میں میرے اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت کے لیے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کی ہے وہ اسلام ہے۔ (جامع البیان:244/6)

(8) پھر اللہ کے قریب کرنے والی عبادت میں سے جہاد فی سبیل اللہ کا خصوصی طور پر بیان کیا اور یہ جہاد نام ہے کافروں کے ساتھ لڑائی میں اپنی پوری طاقت صرف کرنے کا، مال، جان، رائے، زبان کے ذریعے سے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد میں اپنی مقدور بھر سعی و کوشش کرنے کا۔ اس لیے کہ عبادت کی یہ قسم تمام طاعات میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور قربات میں سب سے افضل ہے، نیز یہ کہ جو اس کی ادائیگی کا اہتمام کر لیتا ہے وہ دیگر فرائض و عبادات بہ طریق اولیٰ بجالاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:682/1)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔'' (ابوداؤد:2504)

(10) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' فلاح مکروہ سے نجات پانے اور پسندیدہ چیز سے کامیابی حاصل کرنے کے لیے اسم جامع ہے۔ (تفسیر رازی:220/11)

(11) ﴿تُفْلِحُوْنَ﴾ تم آگ سے نجات پاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:342)

سوال 2: وسیلہ کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: (1) وسیلہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے مراد ایسا عمل ہے جس کے ذریعے رغبت کے ساتھ کسی کا قرب حاصل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔جنت کے سب سے اعلیٰ مقام کو بھی وسیلہ کہتے ہیں۔

(2)شریعت کی اصطلاح میں وسیلہ عبادت اور اعمال صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔اس کی رضا کے تمام راستوں پر چل کر اسے خوش کرنا ہے تا کہ آخرت کی کامیابی نصیب ہو۔وسیلہ وہ سبب ہے جس کے ذریعے وسیلہ چاہنے والا اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچتا ہے اور مقبول بارگاہ بنتا ہے۔

(3)قرآن وسنت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان اعمال صالح کو وسیلہ بنائیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔عمل صالح وہ عمل ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے،اس کے خوف کے تحت نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیا جائے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔'' (آل عمران:31)

(4)شرعی وسیلہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا اور جس کی نبی ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ ان اعمال کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔

(5)ممنوع وسیلہ یہ ہے کہ ایسے اعمال وسیلہ سمجھ کر اختیار کئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اس کی روح کے خلاف ہوں بلکہ شریعت میں ان کی حیثیت حرام یا مکروہ کی ہو۔

(6)دنیاوی وسیلے ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں۔(i)مثلاً رزق حاصل کرنے کے لیے تجارت،ملازمت یا اجرت وغیرہ۔یہ سب جائز ذرائع ہیں لیکن رزق کے حصول کے لیے سود،چوری،ذخیرہ اندوزی اور خیانت کو ذریعہ بنایا جائے تو یہ حرام ہے۔(ii)اسی طرح صحت کے حصول کے لیے حلال دواؤں سے علاج کروانا جائز ہے لیکن حرام،زہریلی اور ناپاک دواؤں سے علاج کروانا حرام ہے اور صحت نہ ملنے پر کسی درگاہ پر حاضری دینا،قبر والے کو پکارنا،فریادیں کرنا شرک اکبر ہے۔

(7)نکاح کرنے کے لیے پیغام دینا جائز ہے۔رشتہ منظور نہ ہونے کی صورت میں کسی جادوگر کے پاس جا کر ایسی تدبیر کرنا کہ لڑکی خود اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے،یہ شریعت کی نظر میں حرام ہے۔

(8)کسی کا مال چوری ہو جائے اور چور نہ ملے تو کسی عامل کے جن کے ذریعے چور کا پتہ لگانا شرعاً حرام ہے اس لیے کہ کوئی غیب کی خبر نہیں جانتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)مشروع وسیلے:(i)خالص ایمان کا وسیلہ۔(ii)نماز کا وسیلہ۔(iii)روزے کا وسیلہ۔(iv)حج کا وسیلہ۔(v)عمرہ کا وسیلہ۔(vi)صدقے کا وسیلہ۔(vii)جہاد کا وسیلہ۔(viii)استغفار کا وسیلہ۔(ix)دعا کا وسیلہ۔(x)درود کا وسیلہ۔(xi)قرآن مجید کا وسیلہ۔(xii)اسمائے حسنیٰ کا وسیلہ۔(xiii)مؤمن بھائی کی دعا کا وسیلہ۔(xiv)نیک اعمال کا وسیلہ۔(xv)گناہوں سے بچنے کا وسیلہ۔

(10)حرام وسیلے:(i)اولیاء اللہ اور نیک لوگوں سے فریادیں کرنا۔(ii)غیر اللہ کے لیے نذر ماننا۔(iii)قبروں پر جانور قربان کرنا۔(iv)کسی کے حق کا وسیلہ لینا۔(v)کسی کے جاہ ومرتبہ کا وسیلہ لینا۔

سوال3:آخرت کی ابدی کامیابی کے لیے اسلام کیا لائحہ عمل دیتا ہے؟

جواب:(1)ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔(2)اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کریں۔(3)اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے تقویٰ اور جہاد کا کیا کردار ہے؟

جواب:(1)تقویٰ:دل کا چوکیدار ہے۔انسان لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہوتا ہے لیکن تقویٰ اس کا نگران ہوتا ہے۔تقویٰ برائی اور بے حیائی سے روکتا ہے۔تقویٰ دل کی زندگی کا باعث بنتا ہے۔دل کی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ضمیر اور روح کی زندگی کا باعث بنتا ہے اور یوں انسان وہ طرزِ عمل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتا ہے۔

(2)جہاد:مومن کی زندگی میں ایسا وقت آتا ہے جب وہ اپنے آپ کو خیر اور شر کے درمیان،حق اور ناحق کے درمیان کھڑا ہوا پاتا ہے۔اگر وہ حق کی طرف بڑھے تو اس کی انا ٹوٹتی ہے اور اس کی دنیا کی مصلحت بکھرتی ہوئی نظر آتی ہے۔جب وہ حق کو چھوڑتا ہے تو اس کی انا برقرار رہتی ہے،مصلحتیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔اس وقت جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ناحق کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کو پکڑ لے اور ہر مشکل اور مصیبت کو جھیل کر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو یہی جہاد ہے۔یہ چیز انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہے۔اس قربت کا تجربہ ایک احساس کی صورت میں انسان کو اسی وقت ہو جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''(36)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے وسائل پر اعتماد کرنے والوں کا کیا انجام ہونے والا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے دنیا کے ڈر کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کی قربت کی بجائے بے بنیاد سہاروں کے اعتماد پر زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرگرم عمل ہونے کی بجائے خیالی سفارشوں کے سہارے زندگی گزار دی اور یہ سوچا کہ آخرت کی کامیابیاں ان کا مقدر بننے والی ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی۔

(2) ﴿لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ﴾ ''اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا'' ساری زمین کے خزانوں کے مالک بن جائیں اتنے ہی اور مل جائیں اور فدیے میں دے کر اپنا آپ چھڑانا چاہیں تب بھی آخرت کے عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے سب سے کم عذاب پانے والے (یعنی ابوطالب) سے پوچھے گا اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم ان کو فدیہ میں اس عذاب سے نجات پانے کے لیے دے دو گے؟ وہ کہے گا ہاں۔ اللہ فرمائے گا: میں نے تم سے اس سے بھی سہل چیز کا اس وقت مطالبہ کیا تھا جب تم آدم کی پیٹھ میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تم نے توحید کا انکار کیا آخر شرک ہی کیا!'' (صحیح بخاری: 6557)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ ''اور اگر واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔'' (الزمر: 47)

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اس لیے فرمایا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 435/1)

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے" (37)

سوال: کافروں کو دیئے جانے والے عذاب کے منظر کی وضاحت ﴿يُرِيْدُوْنَ ... عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا﴾ "وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے" یہ آخرت کے عذاب کا منظر ہے جہاں کفر کرنے والے آگ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے۔ (2) ان کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں۔

(3) اس منظر سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ اُس کا حکم فیصلہ کن ہے کل جاری ہو جائے گا تو بچ نہیں پاؤ گے پھر آج کیوں نہیں مان لیتے؟

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ "جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔" (السجدہ:20)

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ "اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے" کفر وہ بدنصیبی ہے جس کی تلافی ساری کائنات دے کر بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جو اس دنیا میں حقائق سے منہ پھیرتے ہیں حشر میں شفقت و رحمت کے چشموں کو سوکھا ہوا پائیں گے اور کوئی کوشش انہیں جہنم کے عذاب مقیم سے باہر نہ نکال سکے گی۔ (سراج البیان:269/1)

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ

"اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، سو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، (یہ) اس کا بدلہ ہے جو ان دونوں نے کمایا،

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے، اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (38)

سوال 1: اسلام میں چور کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالسَّارِقُ ... اَيْدِيَهُمَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ "اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، سو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دو" چور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے کا قابل احترام مال، اس کی رضامندی کے بغیر خفیہ طور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر ہتھیا تا ہے۔ چوری کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے جو بدترین سزا کا موجب ہے یعنی دایاں ہاتھ کاٹنا، جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت میں آتا ہے۔ ہاتھ کا اطلاق کلائی کے جوڑ تک ہتھیلی پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی چوری کرتا ہے تو ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد تیل میں داغ دیا جائے تا کہ رگیں مسدود ہو جائیں اور خون رک جائے۔ (تفسیر سعدی: 684/1)

(2) (پہلی بار) چوری کرے تو دایاں ہاتھ کاٹ دو پھر (دوسری بار) چوری کرے تو اس کا (بایاں) پاؤں کاٹ دو پھر (تیسری بار) چوری کرے تو اس کا (بایاں) ہاتھ کاٹ دو۔ پھر (چوتھی بار) چوری کرے تو اس کا (دایاں) پاؤں کاٹ دو۔ (شرح السنہ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الحدود)

سوال 2: قطع ید کی سزا کے لیے شرائط کیا ہیں؟

جواب: (1) کسی قدر و قیمت رکھنے والی چیز کی چوری ہو۔ (2) محفوظ کئے ہوئے مال کی چوری کی گئی ہو۔

(3) مجنون اور نابالغ کی چوری پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ (4) اضطرار کے شبے پر حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

(5) کسی کے بیوی بچے یا گھریلو ملازم اگر مال میں سے کچھ چوری کر لیں تو یہ قانون کے دائرے سے الگ ہے۔

(6) جس مال میں چوری کرنے والے کا حصہ ہو یا وہ مال اس کی حفاظت یا امانت میں ہو اس کی چوری پر بھی حد نہیں لگے گی۔ حد سرقہ کے نفاذ کے لیے دار الاسلام کا ہونا شرط ہے۔

سوال 3: چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کا اطلاق کتنے نصاب پر ہوگا؟

جواب: (1) نصاب: چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے مال مسروقہ کا نصاب ضروری ہے۔ یہ نصاب کم از کم ایک چوتھائی دینار یا تین درہم یا ان میں سے کسی ایک کے برابر ہو۔ مال مسروقہ اگر اس نصاب سے کم ہو تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ شاید یہ لفظ سرقہ اور اس کے معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ لفظ ''سرقہ'' سے مراد ہے کوئی چیز اس طریقے سے لینا جس سے احتراز ممکن نہ ہو اور یہ اسی وقت ہی ہوگا کہ مال کو حفاظت کے ساتھ رکھا گیا ہو۔ اگر مال کو حفاظت کے ساتھ نہ رکھا گیا تو اس مال کا لینا شرعی سرقہ کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ (تفسیر سعدی: 683/1)

(2) چوری کے اطلاق کے لیے ضروری ہے کہ مال محفوظ جگہ سے اٹھایا گیا ہو، یہاں مال کی حفاظت سے مراد وہ حفاظت ہے جو عادتاً کی جاتی ہے۔ چور نے اگر کسی ایسے مال کی چوری کی ہو جو حفاظت میں نہ ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 683/1)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک چوتھائی دینار اور اس سے زیادہ مالیت میں چور کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ کاٹ دیا جائے۔'' (بخاری:6789،مسلم:4406)

سوال4:﴿جَزَآءً ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا﴾ ''(یہ) اس کا بدلہ ہے جوان دونوں نے کمایا'' یعنی یہ چور کے لیے اس کی چوری کا بدلہ ہے۔اس کی یہ سزا ہے کیونکہ اس نے لوگوں کا مال چرایا ہے۔

(2) سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور آہستہ سے اس نے وہ چادر آپ کے نیچے سے کھینچ لی اتنے میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی جاگ آگئی تو وہ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا (اس پر صفوان کو اس آدمی پر ترس آگیا) اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کا قصور معاف کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو وہب! (یہ صفوان بن امیہ کی کنیت ہے) تم نے اسے ہمارے ہاں لانے سے پہلے کیوں نہ معاف کر دیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔'' (نسائی:4882)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم آپس میں ہی ایک دوسرے کو حدود معاف کر دیا کرو پھر جب مقدمہ مجھ تک پہنچ گیا تو حد واجب ہو جائے گی۔'' (نسائی:4889،4890)

(4)﴿نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے'' چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دیگر لوگوں کے لیے تنبیہ اور ڈراوا ہے۔اس تنبیہ سے دیگر لوگ جو چوری کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں وہ چوری سے باز آجائیں گے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6799)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مخزومیہ خاتون (فاطمہ بنت اسود) جس نے (غزوہ فتح کے موقع پر) چوری کر لی تھی،اس کے معاملہ نے قریش کو فکر میں ڈال دیا۔انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کرے! آخر یہ طے پایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز ہیں۔ان کے سوا اور کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اسامہ! کیا تو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا (جس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پچھلی بہت سی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔'' اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس عورت کے لیے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس عورت نے صدق دل سے توبہ کر لی اور شادی بھی کر لی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بعد میں وہ میرے یہاں آتی تھیں۔ ان کو اور کوئی ضرورت ہوتی تو میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیتی۔ (بخاری:3475، 4304) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ عورت اسباب مانگ کر لیتی پھر انکار کر دیا کرتی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا تھا۔ (صحیح مسلم:4412)

(7) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے چوری کی سزا قطع ید مقرر کی ہے۔ ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے مال محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے احکامات کو نافذ کرنے پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انتقام میں قوی ہے اور اپنی شریعت کو حکمت سے نافذ کرواتا ہے۔

سوال 5: اسلام میں چوری کی سزا سخت ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اسلامی ریاست ایسا ماحول فراہم کرتی ہے جس میں کوئی معتدل شخص چوری کے بارے میں سوچ ہی نہ سکے۔

(2) اسلامی ریاست اپنے باشندوں کو معاشی کفالت، اخلاقی تربیت اور درست طرز عمل اختیار کرنے کی ضمانت دیتی ہے۔

(3) اسلام ہر فرد کو زندہ رہنے اور زندگی کی بقاء کے لیے تمام وسائل استعمال کرنے کا اختیار دیتا ہے اگر ایک فرد اپنی ضروریات کی کفالت نہیں کر سکتا تو اس کا یہ حق اسلامی معاشرے پر عائد کیا گیا کہ وہ اس کی بنیادی ضروریات فراہم کرے۔

(4) اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کو روزگار فراہم کرے جو کام کے قابل ہوں۔

(5) اسلامی حکومت لوگوں کو کام کرنے کی تربیت بھی دے گی، مواقع اور کام کے اوزار بھی فراہم کرے گی۔

(6) اسلام دولت کے ارتکاز پر پابندیاں عائد کرتا ہے صرف حلال ذرائع سے دولت جمع کی جا سکتی ہے۔

(7) اسلامی معاشرے میں جو شخص دولت کماتا ہے، سود نہیں کھاتا، دھوکہ دہی نہیں کرتا، ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا، مزدوروں کی مزدوری نہیں مارتا، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اسلامی معاشرے کو ٹیکس بھی ادا کرتا ہے ایسے شخص کا حق ہے کہ اس کے مال کو چوری اور ڈاکے سے تحفظ ہو اور اسلامی ریاست اس کو تحفظ دینے کی پابند ہے۔

(8) اگر ایسے حالات میں جبکہ ہر ایک کی ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور مالداروں نے مال حرام راستے سے جمع نہیں کیا تو پھر چوروں کو کھلی چھوٹ دے دینا یا ایسی سزائیں دینا جو نہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوں، نہ چور کو چوری سے باز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھ سکیں اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں۔اس لیے اسلام نے قطع ید کی سزا رکھی تا کہ جسم پر جرم کے آثار موجود رہیں تا کہ ان کی وجہ سے سب عبرت پکڑیں اور چور بھی اپنے ذہن میں اس حادثے کو حاضر رکھتے ہوئے آئندہ چوری سے بچ سکے۔

سوال 6: قطع ید کی سزا کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جرائم میں کمی آجاتی ہے۔(2) معاشرے میں امن قائم ہوجاتا ہے۔(3) یہ سزا انسان کی نفسیات کے عین مطابق ہے۔ہاتھ کٹنے کے بعد انسان مستقل پچھتاووں کی وجہ سے آئندہ جرائم سے باز آجاتا ہے۔

﴿فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

''پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور اصلاح کرلی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(39)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک عورت نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ کی گنجائش ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی پھر جو شخص توبہ کرے اپنی زیادتی کے بعد الخ۔پھر جو چوری اور قطع ید (ہاتھ کاٹے جانے) کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرے تو توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔(تفسیر ابن عباس:343/1)

سوال 2: کیا چور کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ تَابَ۔۔۔غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ﴾ ''پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور اصلاح کرلی'' چور کی توبہ مقبول ہے یعنی جس نے چوری کے بعد توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا، گڑگڑایا اور ندامت کے آنسو گرائے حق تعالیٰ اس سے چوری کا گناہ معاف فرمادے گا۔البتہ لوگوں کا مال لوٹا دینا یا اس کا بدلہ دینا ضروری ہے تا کہ حقوق العباد ادا ہوجائیں۔(مختصر ابن کثیر:437/1)

(2) ﴿فَمَنْ تَابَ﴾ ''پھر جس نے توبہ کی'' یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی میں سے ناپسند کیا اس سے رجوع کرلیا۔ اور اپنے ظلم کے بعد اللہ کی رضا اور اطاعت کی طرف لوٹ آیا۔(جامع البیان:247/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿بَعْدِ ظُلْمِهٖ﴾ ''اپنے ظلم کے بعد'' یعنی چوری کے بعد۔ظلم سے مراد اس کی زیادتی ہے اور اس کا وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے لوگوں کے مال کو چرانے سے۔(جامع البیان:247/6)

(4)﴿وَاَصْلَحَ﴾ ''اور اصلاح کر لی'' یعنی اپنے نفس کو توبہ اور عمل صالح کے ذریعے پاک کر کے توبہ کر لی اور اس میں چوری شدہ مال کا واپس کرنا ہے۔(ایسر التفاسیر:343)

(5)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے، اس کی مغفرت فرمائیں گے۔(6)اور ان شاء اللہ اس پر رحم فرمائیں گے۔(ایسر التفاسیر:343)

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چور کے متعلق فرمایا: ''اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اس کو داغ دو، پھر اس کو میرے پاس لاؤ۔'' الغرض اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے توبہ کرو۔'' اس نے کہا، میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تیری قبول فرمائے۔'' (مستدرک حاکم:8150)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i)اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور، بے حد بخشنے والا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رحیم، نہایت رحم والا ہے۔

سوال 3: ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کی ضرورت پر روشنی ڈالیں؟

جواب: ظلم سے زمین پر فساد پھیلتا ہے اس لیے صرف ظلم سے باز آنا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ظلم کے بعد انسان نیکیاں بھی کرے۔انسان اگر برائی سے باز آ جائے اور بھلائیاں شروع نہ کرے تو انسان دوبارہ برائی کے راستے پر جا سکتا ہے۔جب انسان توبہ کر کے نیکی کے کام شروع کر دیتا ہے تو برائی کے امکانات ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اس لیے ظلم کے منفی عمل کو نیکیوں کے مثبت عمل کے ذریعے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ

''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (40)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ کائنات کا مالک اور حاکم ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے'' اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے زمین اور آسمان میں تکوینی اور شرعی تصرف کرتا ہے اور اپنی حکمت، بے پایاں رحمت اور مغفرت کے تقاضے کے مطابق وہ بخشتا ہے یا سزا دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 684/1)

(2) اللہ تعالیٰ کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے، اس نے تخلیق کیا، وہ مالک ہے اور اس کی تدبیر ہے۔ (ایسر التفاسیر: 343)

(3) ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' جو کافر نافرمانیاں کر کے مرجاتا ہے وہ اس کو عذاب دیتا ہے۔

(4) ﴿وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے'' جو اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 343)

(5) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت سے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں عافیت دوں، لہٰذا مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اور جو جانتا ہے کہ میں بخشنے پر قدرت والا ہوں پھر اس نے مجھ سے بخشش مانگی تو میں اسے اپنی قدرت سے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔'' (مسند احمد: 21694)

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

''اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ

کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے

لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ

ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ

وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ، اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ

ڈالنے کا ارادہ کر لیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے" (41)

سوال: شریعت پر اپنی رائے کو مقدم رکھنے والے منافق ہیں، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ "اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں" یہ آیتیں ان لوگوں کے بارے میں اتریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر اپنی خواہش، رائے اور قیاس کو مقدم رکھتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 439/1)

(2) ﴿مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ﴾ "اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے" ان میں سے جو ایمان کے دعوے دار ہیں ان کے دل ایمان نہیں لائے یعنی زبانوں سے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور دل اجڑے ہوئے ہیں، یہی منافق ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 437/1)

(3) جو منہ سے ایمان لاتے ہیں اور اُن کے دل ایمان نہیں لاتے، یہ ایسے لوگ ہیں: (i) جن کے دلوں میں ایمان کی بشاشت جاگزیں نہیں ہوئی کیونکہ ایمان دل کے اندر اتر جائے تو مومن کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ (ii) جو دین کے خلاف فتوے طلب کرتے ہیں۔ (iii) جو دین کی تبلیغ کرنے والوں کا اس لیے ساتھ دیتے ہیں تاکہ وہ ان کی خواہشات کو پورا کریں۔ (iv) جن کو دین دار افراد حق کہہ دیں اور سچائی کے ساتھ فیصلہ سنا دیں تو انہیں دین کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(4) ﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾ "اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں" ان میں سے جو یہودی ہیں جھوٹ کو خوب قبول کرتے ہیں اس سے متاثر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی مجلس میں آ کر نہیں بیٹھتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ﴾ ''اور دوسرے لوگوں کے لیے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے'' تمہارے پاس جاسوس بن کر آتے ہیں اور مسلمانوں کی مجلسوں میں آ کر ادھر اُدھر کی لگاتے ہیں بات کو بدل ڈالتے ہیں۔ کوئی راز کی بات کان میں پڑے تو اسے آپ ﷺ کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں۔ صحیح سمجھنے کے باوجود الٹا مطلب لے اڑتے ہیں۔

(6)﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ﴾ ''وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں'' یعنی کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:344)

(7) اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنے اور حق سے روکنے کے لیے الفاظ کو ایسے معنی پہناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں۔

(8)﴿يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ'' یہ آیت ان دو یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے زنا کیا تھا۔ چونکہ انہوں نے رجم کی آیت بدل ڈالی تھی اور اپنی طرف سے یہ سزا مقرر کر لی تھی کہ بدکار کو سو کوڑے مارے جائیں اور اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا سوار کر کے سر بازار پھرایا جائے پھر جب ہجرت کے بعد ان میں زنا کا یہ واقعہ پیش آیا تو کہنے لگے آؤ محمد ﷺ کے پاس مقدمہ لے چلیں دیکھیں کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ اگر سو کوڑے اور منہ کالا کر کے رسوا کرنے کا حکم دیں تو مان لو اور اسے اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنا لو کہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی نے یہ حکم کیا تھا اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دیں تو مت مانو۔ (مختصر ابن کثیر:440/1)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک عورت نے زنا کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''رجم کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟'' انہوں نے کہا، یہ کہ انہیں ہم ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں حکم رجم موجود ہے، تورات لاؤ چنانچہ وہ تورات لائے، انہوں نے اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے، ہاں! اے محمد (ﷺ)! یہ صحیح کہہ رہے ہیں، تورات میں آیت رجم موجود ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور ان دونوں بدکاری کرنے والوں کو رجم کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رجم کے وقت مرد عورت کی طرف جھک رہا تھا اور اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ (بخاری:6841، مسلم:4437)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ﴾ ''اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلیں'' یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حق کے راستے سے ہٹا دینا چاہے کیونکہ اس نے کبیرہ گناہ کیے ہیں۔

(11)﴿فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے'' آپ اللہ تعالیٰ کے گمراہی کے ارادے میں رکاوٹ ڈالنے کا اختیار نہیں رکھتے اس لیے ان کی کفر کے لیے تیز گامی آپ کو غمزدہ نہ کرے۔

(12)عام طور پر انسانوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ جو بات پسند اور ذوق کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو ذوق کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو یہ مزاج انسان کے لیے اس طرح سے فتنہ بن جاتا ہے کہ حق کے مقابلے میں ایسا انسان مفاد اور مصلحت کو ترجیح دیتا ہے۔ ہر موقع پر اپنے عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کے معانی بدلتا ہے اور بالآخر حق قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ساتھ چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

(13)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان قبول کرنے کے باوجود ان کو کفر اور نفاق سے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

(14)جو شخص اپنا فیصلہ خواہش نفس کی پیروی میں کرواتا ہے جب اس کے حق میں فیصلہ ہو تو راضی ہو جاتا ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو ناراض ہو جاتا ہے تو یہ اس کے قلب کی عدم طہارت ہے۔ (تفسیر سعدی:1/687)

(15)طہارت قلب ہر بھلائی کا سبب ہے اور طہارت قلب، رشد و ہدایت اور عمل سدید کا سب سے بڑا داعی ہے۔ (تفسیر سعدی:1/687)

(16)جو شخص اپنا فیصلہ شریعت کی طرف لے جاتا ہے خواہ وہ اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف ہو تو یہ طہارت قلب میں سے ہے۔

(17)اللہ تعالیٰ کفر کے لیے سرگرم عمل رہنے والوں کو، اسلام کے خلاف مہم چلانے والوں کو، نیکی کی مجلسوں میں بیٹھنے کو شان کے خلاف سمجھنے والوں کے دلوں کو پاک نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ پاکیزگی کی زندگی کو پسند نہیں کرتے۔

(18)جو لوگ نیکی اور تقویٰ کے راستے پر چلتے ہیں اگر انہیں کوئی ٹھوکر لگے تو وہ گر پڑتے ہیں لیکن گرنے کے بعد توبہ و اصلاح کے ذریعے پھر چل پڑتے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں پر میل جمنے نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ و اصلاح کو ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں لیکن جو لوگ برائی کو اپنا پیشہ بنالیں، گناہوں میں لت پت رہیں آہستہ آہستہ ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں، پھر ان پر کوئی پاکیزہ عمل اثر انداز نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں جھونک دیتے ہیں۔ (تدبر القرآن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(19)﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے''ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور عار ہے۔قتادہ نے کہا:وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیتے ہیں اور چھوٹے بن کر رہتے ہیں۔(الدرالمنثور:501/2)

(20)﴿وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾''اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''عذاب عظیم سے مراد جہنم اور اللہ جبار کی ناراضی ہے۔(تفسیر سعدی:687)(21)ان کے کفر اور ان کی سرکشی کی سزا ہے۔(ایسرالتفاسیر:345)

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ

''جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں،حرام کو بہت کھانے والے ہیں،چنانچہ اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اُن کے درمیان فیصلہ

عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ

کردیں یا ان سے اعراض کرلیں اور اگر آپ اُن سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں،یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''(42)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1)حمیدی نے اپنی مسند میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ فدک والوں میں سے ایک شخص نے زنا کیا تو فدک والوں نے مدینہ منورہ کے کچھ یہودیوں کے پاس لکھا کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو، اگر آپ کوڑے لگانے کا حکم دیں تو یہ آپ سے لے لو اور اگر سنگسار کرنے کے بارے میں فرمائیں تو اس سے بچو، چنانچہ یہودیوں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا،اس پر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا،﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ ...(الخ)﴾اور بیہقی نے دلائل میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔(لباب النقول)

(2)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیات:﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾یہ بنونضیر اور بنوقریظہ کی دیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔بنونضیر کے مقتولوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی پوری دیت ادا کی جاتی تھی جبکہ بنوقریظہ کے مقتولوں کی نصف دیت تھی۔انہوں نے اس سلسلے میں جب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ان آیات کو نازل فرمادیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس مسئلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حق اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور سب کی دیت برابر قرار دے دی۔(نسائی:4737، ابوداؤد:3591)

سوال2: اللہ تعالیٰ باطل پرستوں اور حرام خوروں کو پاک نہیں فرماتا، اس کی وضاحت ﴿سَمّٰعُوْنَ ... لِلسُّحْتِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ ''جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں حرام کو بہت کھانے والے ہیں'' یعنی باطل کو بڑے مزے سے سنتے ہیں اور حرام (رشوت) کھلم کھلا کھاتے ہیں، بھلا جن کی ایسی بری عادتیں ہوں اللہ تعالیٰ ان کے دل کس طرح پاک فرمائے اور کس طرح ان کی دعائیں قبول ہوں۔(مختصر ابن کثیر:441/1)

(2)﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾ ''جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں'' جھوٹ کے عادی، جھوٹ سنتے ہیں۔جھوٹ قبول کرتے ہیں۔جھوٹ کے گاہک، جھوٹی گواہی، جھوٹا فیصلہ چاہتے ہیں۔جھوٹ اور باطل سننے کے لیے ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔انسان کے دل اور دماغ جب بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں تو انسان کی روح بجھ جاتی ہے وہ ہمیشہ برائی کی تلاش میں رہتی ہے۔ایسے لوگ باطل کو رواج دیتے ہیں۔

(3) یہاں سننے سے مراد اطاعت کے لیے سننا ہے یعنی وہ قلت دین اور قلت عقل کی بنا پر ہر اس شخص کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں جو انہیں جھوٹ کی طرف دعوت دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:687/1)

(4)﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ ''حرام کو بہت کھانے والے ہیں'' سحت سے مراد رشوت ہے۔رشوت کھانا اور رشوت لے کر غلط مسائل بتانا یہودیوں کا شیوہ تھا لیکن رشوت کی ایک صورت آج بھی مقبول ہے۔دین کو عوام کی پسند کے مطابق بنا کر پیش کرنا تاکہ عوام میں مقبولیت بھی ملے، عزت بھی حاصل ہو اور نذرانے وصول ہوتے رہیں۔

(5) سحت کے لفظی معنی مٹانے اور ہلاک کرنے کے ہیں گویا مال حرام وہ چیز ہے جو انسان کی تمام نیکیوں کو اکارت کر کے رکھ دیتی ہے اور ہر اس خسیس مال پر سحت کا لفظ بولا جاتا ہے جس کے لینے میں عار ہو اور خفیہ طور پر لیا جائے اس میں رشوت بھی شامل ہے اور احادیث میں زانیہ کی اجرت، کتے، شراب اور مردار بیچنے کو حرام کہا گیا ہے سود، چوری کا مال اور چوری سے کمایا ہوا مال بھی سحت میں داخل ہے۔(کبیر، قرطبی، اشرف الحواشی:138/1)

سوال3: حق سے فرار کے چور دروازے کون سے ہیں؟

جواب:(1) جھوٹ۔(2) رشوت۔

سوال4: جھوٹ اور رشوت جب کسی قوم میں عام ہو جائیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جھوٹ اور رشوت کے پھیلاؤ سے حق اور عدل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

سوال 5: حامل شریعت امت کا اصل فریضہ کیا ہے؟

جواب: (1) شہادت حق۔ (2) حق پر قائم رہنا اور حق کے مطابق بے لاگ فیصلے کرنا۔

سوال 6: کسی قوم کے اندر سے حق اور انصاف کیسے اٹھ جاتا ہے؟

جواب: (1) جب قوم کو جھوٹ کی عادت ہو جائے۔ (2) جب جھوٹی گواہی دینا عام ہو جائے۔

(3) جب جھوٹی گواہی کی تعلیم دی جائے۔ (4) جب جھوٹ کو فن کا درجہ مل جائے۔

(5) جب جھوٹوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ (6) جب رشوت خوری عام ہو جائے۔

(7) جب زبان اور قلم بک جائے۔ (8) جب جھوٹ کی وکالت کرنے والے ہر طبقے میں پیدا ہو جائیں۔

(9) جب اختیار رکھنے والے اپنے اختیارات اور انصاف کو قابل فروخت بنا دیں۔

(10) جب علماء کی رائے اور فتوے بکنے لگیں تو اس قوم کے اندر سے حق اور انصاف کا جنازہ اُٹھ جاتا ہے۔

سوال 7: عوامی پسند کا دین کون سا ہوتا ہے؟ ایسا دین کیوں پیش کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) وہ دین جس میں اپنی دنیا پرستانہ زندگی کو بدلے بغیر کچھ سستے اعمال کے ذریعے جنت مل جائے۔

(2) وہ دین جو قومی میلوں اور دیگر ہنگامہ آرائیوں کو دینی جواز عطا کرے۔

(3) وہ دین جس میں انسان کو اپنی ذاتی عزت کے لیے سرگرم ہونے کا موقع ملے اور وہ جو کچھ بھی کرے دین کے خانے میں لکھا جائے۔ (4) ایسا دین عوام سے مالی تعاون حاصل کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

(5) عوام میں عزت و مقبولیت پانے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

سوال 8: سچے دین کی آواز بلند کرنا مفاد پرستوں کو کیوں برا لگتا ہے؟

جواب: سچا دین مفادات کے ڈھانچے کو توڑتا ہے۔ جب مفادات ٹوٹتے ہیں، مصلحتیں قربان ہوتی ہیں تو جن لوگوں کو مفادات عزیز ہوتے ہیں انہیں کوئی دینی پکار بھلی نہیں لگتی پھر رب کے فیصلوں کا انکار ہوتا ہے۔ پھر لوگ بھول جاتے ہیں کہ ایسا کرنا محض ایک فیصلہ کو نہ ماننا نہیں ہے ایمان اور اسلام کا انکار کرنا ہے۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہودیوں کے بارے میں جو حکم دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ... الْمُقْسِطِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے اعراض کر لیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کو اس بارے میں اختیار ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کریں یا اعراض کریں۔ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے کیونکہ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے خلاف فیصلے پر راضی نہ ہو تو اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا واجب ہے نہ فتویٰ دینا۔ تاہم اگر وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب ہے۔

(2)﴿وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ ''اگر آپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں'' رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اگر آپ ﷺ ان سے منہ پھیر لیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف کریں۔ لوگ ظالم ہوں یا دشمن ان کے درمیان انصاف کرنے سے آپ ﷺ کو کوئی چیز نہ روکے۔(3) قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو رخصت دی ہے۔(جامع البیان:263/6)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' یہ آیت لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔
(تفسیر سعدی:688/1)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انصاف کرنے والے رحمن کے دائیں جانب اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔'' (صحیح مسلم:4721)

سوال 10: ایک مسلمان حاکم انصاف کس وجہ سے کرتا ہے؟

جواب:(1) ایک مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کے خوف سے انصاف کرتا ہے۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انصاف کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ

''اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے؟ حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر اس کے بعد بھی

ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ع 6 10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ منہ موڑ رہے ہیں اور وہ لوگ مومن ہی نہیں" (43)

سوال: یہودیوں کی بدنیتی کو کیسے بے نقاب کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَيْفَ...بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ﴾ "اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے" یہودیوں کی بدنیتی کو اس آیت میں بے نقاب کیا گیا ہے کہ یہ لوگ خود اپنی کتاب کو چھوڑ کر اگر آپ کو حَکَم بنا رہے ہیں تو درحقیقت اپنی خواہشات کے مطابق فیصلے کروانا چاہتے ہیں۔ انہیں دلچسپی اللہ تعالیٰ کی کتاب سے نہیں اپنی خواہشات سے ہے۔ اگر مومن ہوتے تو ایمان کے تقاضے اور اس کے واجبات پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ موڑتے۔

(2)﴿وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ "حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے" ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم تورات میں موجود ہے۔ اگر وہ ایمان رکھتے تو اس سے اعراض نہ کرتے۔

(3)﴿ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ "پھر اس کے بعد بھی وہ منہ موڑ رہے ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کو حَکَم بناتے ہیں اور دوسری طرف آپ ﷺ کے حکم سے منہ موڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے یا پھر اطاعت پر راضی نہیں ہوتے۔

(4)﴿وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور وہ لوگ مومن ہی نہیں" یعنی تورات اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے نہیں۔ (تفسیر ثعلبی: 385/2)

(5) وہ نہ آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ آپ ﷺ کے حکم پر اور نہ تورات کے حکم پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 346)

(6) اگر کوئی ایمان لاتا ہے تو اسے اپنی پوری زندگی میں شریعت کو نافذ کرنا ہوگا ورنہ وہ ایمان والا نہیں۔

(7) محکوم لوگ بھی اگر شریعت کے نفاذ پر راضی نہیں تو وہ اسلام کے دائرے سے نکل جائیں گے۔ اگرچہ وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ کریں۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

"یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء،

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔ چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو،

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں" (44)

سوال 1: تورات میں ہدایت اور نور ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا ... قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ "یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی" اس آیت میں تورات کی تعریف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی اور جس میں ہدایت و روشنی ہے جس کے احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار نبی یہودیوں کے فیصلے کرتے رہے۔ (مختصر ابن کثیر: 441/1)

(2) (i) ﴿فِيْهَا هُدًى﴾ یعنی تورات میں ہدایت ہے۔ (ii) مقاتل نے کہا: ہر گمراہی سے ہدایت ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1138/4)

(iii) تورات ایمان اور حق کی طرف ہدایت دینے والی ہے۔

(3) (i) ﴿وَّنُوْرٌ﴾ مقاتل نے کہا: یعنی اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والی ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1138/4)

(ii) ظلم، جہالت، شک، حیرت، شبہات اور شہوات کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 688/1)

(4) ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ "اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء فیصلہ کرتے تھے" یہودیوں کے جھگڑوں میں اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے یعنی پیغمبر فیصلہ کرتے تھے۔

(5) ﴿وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ﴾ "اللہ والے اور علماء" (ربانی) اللہ والے اور علماء یعنی باعمل عالم جو لوگوں کی بہترین تربیت کرتے تھے، جو لوگوں سے مشفقانہ برتاؤ رکھتے تھے، جن کے قول کی پیروی کی جاتی تھی، جو قوم میں اچھی شہرت رکھتے تھے اور ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔

(6) پیغمبروں کا اسلام سب سے عظیم تھا۔ پھر اللہ والے اور علماء سر تسلیم خم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے تھے۔ جب پیغمبر، اللہ والے اور علماء تورات کو اپنا امام بناتے ہیں، اس کی پیروی کرتے ہیں تو یہودیوں کو تورات کی پیروی سے کس نے روکا ہے؟ خاص طور پر محمد ﷺ پر ایمان لانے کے حکم کو وہ کیوں نہیں قبول کرتے؟ جب کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا'' اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جسے تمام انسانوں تک اسی روح کے ساتھ پہنچانا کتاب والوں کی ذمہ داری ہے۔جس نے اس کو صحیح روح کے ساتھ پہنچایا اس نے امانت کی حفاظت کی۔

(8)﴿وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ﴾ ''اور وہ اس پر گواہ بھی تھے'' کتاب اللہ کی شہادت دینا، جو کچھ رب نے بتایا اس کی گواہی دینا، اس کے احکامات کو واضح کرنا، اس کی تعلیم کا اہتمام کرنا، اس کے مطالبات کو پورا کروانے کی کوشش کرنا، اس کے نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کرنا ہی دراصل شہادت ہے۔یہ شہادت حفاظت ہے، جان پر کھیل کر بھی اس حفاظت کا حق ادا کرنا ہے اور یہ فرض ادا نہ کرنا کتمان حق ہے۔کتمان (چھپانے) کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کے احکامات کی حفاظت نہیں کی۔

(9)وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس کی خبر گیری پر مقرر تھے یعنی اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی تھی، ان کو اپنی کتاب کا امین بنایا تھا اور یہ کتاب ان کے پاس امانت تھی اور اس میں کمی بیشی اور کتمان سے اس کی حفاظت کو اور بے علم لوگوں کو اس کی تعلیم دینے کو ان پر واجب قرار دیا تھا۔وہ اس کتاب پر گواہ ہیں کیونکہ وہی اس کتاب میں مندرج احکام کے بارے میں اور اس کی بابت لوگوں کے درمیان مشتبہ امور میں ان کے لیے مرجع ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل علم پر وہ ذمہ داری ڈالی ہے جو جہلاء پر نہیں ڈالی اس لیے جس ذمہ داری کا بوجھ ان پر ڈالا گیا ہے، احسن طریقے سے اس کو نبھانا ان پر واجب ہے اور یہ کہ بیکاری اور کسل مندی کو عادت بناتے ہوئے جہال کی پیروی نہ کریں، نیز وہ مختلف انواع کے اذکار، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ وغیرہ مجرد عبادات ہی پر اکتفانہ کریں جن کو قائم کر کے غیر اہل علم نجات پاتے ہیں۔اہل علم سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں اور انہیں ان دینی امور سے آگاہ کریں جن کے وہ محتاج ہیں۔خاص طور پر اصولی امور اور ایسے معاملات جو کثرت سے واقع ہوتے ہیں نیز یہ کہ وہ لوگوں سے نہ ڈریں بلکہ صرف اپنے رب سے ڈریں۔(تفسیر سعدی:689/1)

(10)﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ ''چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو'' انسانوں کا خوف انسان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت اور شریعت کے نفاذ کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنے سے روکتا ہے۔انسان تعلیم دیتے ہوئے احکامات چھپاتا ہے، اس کے مطالبات چھپاتا ہے، اس کے احکامات کے نفاذ کے مطالبات پڑھتا ہے، سنتا ہے لیکن عمل سے چھپالیتا ہے اور بچالیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ اسلامی شریعت کے نفاذ میں یہ رکاوٹ آئے گی کہ جانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومالی نقصانات برداشت کرنے ہوں گے اس لئے فرمایا لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

(11)﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو' دنیا کی متاع قلیل کی خاطر حق کو چھپا کر باطل کا اظہار نہ کرو۔ اگر صاحب علم ان آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے، اس کی سعادت اس امر میں ہے کہ علم و تعلیم میں جدوجہد اس کا مقصد رہے۔ یہ چیز ہمیشہ اس کے علم میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی امانت اس کے سپرد کر کے اس کی حفاظت اس کے ذمہ عائد کی ہے اور اس کو اس علم پر گواہ بنایا ہے۔ وہ صرف اپنے رب سے ڈرے، لوگوں کا ڈر اور خوف اسے لوازم علم کو قائم کرنے سے مانع نہ ہو۔ دین پر دنیا کو ترجیح نہ دے۔ (تفسیر سعدی:690,689/1)

سوال 2: موروثی حکمران اور بااثر افراد اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے حق حاکمیت کو جو لوگ غصب کرتے ہیں انہیں یہ نظر آ رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہونے کے بعد ہم سے حاکمیت کا حق چھن جائے گا۔

(2) اسلامی قانون کے نافذ ہونے سے ظلم کا راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے انہیں اپنی ذات اور اپنے مفادات پر زد پڑتی محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ افراد مخالفت کرتے ہیں۔

سوال 3: اسلامی نظام کے نفاذ میں کون کون سے طبقات رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں؟

جواب: (1) موروثی حکمران جو لوگوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

(2) مفاد پرست جو اپنے مفادات کی خاطر انسانوں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں۔

(3) نفس پرست، خواہش پرست جنہیں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ سے پاکیزہ زندگی بسر کرنی پڑے گی اور اگر پاکیزگی اختیار نہ کی تو سزا بھگتنی پڑے گی تو وہ اپنی ناپاک زندگی کے لئے اسلامی نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی آیات کو بیچنا کن کن صورتوں میں ہوا کرتا ہے؟

جواب: (1) سچائی کے مقام پر خاموش ہو جانے کو حکمت قرار دینا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تحریف، تبدیلی کرنے کو مصلحت قرار دینا۔

(3) ایسے فتوے جاری کرنا جس میں حق اور باطل ملے ہوئے ہوں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کرنے والوں کے بارے میں کیا واضح کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ لَّمْ ... هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں'' جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ یعنی قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا بلکہ جان بوجھ کر باطل فیصلے کرتا ہے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

(2)﴿بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ سے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ اسوہ رسول بھی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قرآن حکیم کی رو سے لازم وواجب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ۔'' (سراج البیان:273/1)

(3)شعبی فرماتے ہیں: مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے، یہودیوں میں دیا ہو تو وہ ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا ہو تو فاسق ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے۔طاؤس فرماتے ہیں: اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول، قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو۔عطا فرماتے ہیں: کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم وفسق کے بھی ادنیٰ واعلیٰ درجے ہیں۔اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔(تفسیر ابن کثیر:770/1)

(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کا انکار کیا اس نے کفر کیا اور جس نے اس کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ فیصلہ نہ کیا وہ ظالم اور فاسق ہے۔وہ کہتے تھے جس نے حدود اللہ میں سے کسی چیز کا انکار کیا تو یقیناً اس نے کفر کیا۔(ابن ابی حاتم:1142/4)

(5)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''تو ایسے لوگ کافر ہیں'' اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف فیصلے کرنا کافروں کا طرز عمل ہے۔جب کوئی کتاب اللہ کو چھوڑ کر کسی اور قانون کے مطابق فیصلے کرنے کو جائز سمجھتا ہے تو ایسا کرنے والا ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والا کافر قرار پاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حق حاکمیت کا انکار کرتا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت قانون کا ماخذ ہو اور فیصلے اس کے مطابق کئے جائیں۔جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس کے اسلام اور ایمان کے کیا معنی رہ جاتے ہیں عملی کفر کے بعد اسلام کا زبانی اظہار اللہ تعالیٰ کے ہاں بے معنی ہے۔

(8)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں'' (المائدہ:44) اور ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''وہ خود ہی ظالم ہیں'' (النور:50) اور ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور وہی لوگ نافرمان ہیں'' (النور:4) یہودیوں کی دو جماعتوں کے بارے میں نازل فرمائی تھیں۔ ان میں ایک جماعت دوسری پر زمانہ جاہلیت میں غالب آ گئی تھی، حتیٰ کہ ان کا اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ اگر غالب جماعت نے مغلوب کے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ پچاس وسق ہو گا، لیکن مغلوب جماعت کے کسی فرد نے غالب جماعت کے کسی فرد کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ سو وسق ہو گا۔ یہ اپنے معاہدے پر قائم تھے کہ نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ دونوں جماعتیں ہی مغلوب اور ذلیل ہو گئیں، حالانکہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ ان پر غالب نہیں آئے تھے اور اس (قانون) پر ان کی موافقت بھی نہیں کی تھی۔ ابھی آپ مدت صلح میں تھے کہ اسی اثنا میں مغلوب جماعت نے غالب جماعت کے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو اس نے پیغام بھیجا کہ اس فدیے کے طور پر سو وسق ارسال کرو۔ مغلوب جماعت نے کہا کہ بھلا ان دو قبیلوں میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے جن کا دین ایک ہو، نسب ایک ہو اور شہر بھی ایک ہو کہ ان میں سے ایک کی دیت تو پوری ہو اور دوسرے کی دیت نصف ہو، ہم نے تو تم سے یہ معاہدہ تمہارے ڈر اور خوف کی وجہ سے کیا تھا اور اب جبکہ محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمہیں یہ نہیں دیں گے۔ قریب تھا کہ اس وجہ سے پھر ان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے، مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنا فیصلہ کرالیں۔ غالب جماعت نے اس پر (آپس میں یہ) کہا انہوں نے محض ہمارے ظلم اور ڈر کی وجہ سے ہم سے معاہدہ کیا تھا، لہٰذا کسی کو خفیہ طور پر محمد ﷺ کے پاس بھیجو، جو تمہیں یہ بتا سکے کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ تمہاری مرضی کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کو منصف تسلیم کر لو اور اگر آپ ﷺ یہ فیصلہ نہ کریں تو پھر ان کو منصف تسلیم نہ کرو۔ انھوں نے کچھ منافقوں کو خفیہ طور آپ کے پاس بھیجا، تاکہ وہ یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کی رائے سے مطلع کر سکیں۔ جب یہ منافق دربار رسالت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کو ان کے تمام مقاصد اور ارادوں سے مطلع فرما دیا اور اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں۔ ﴿يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾ (المائدہ:41) اس آیت تک: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدہ:47) اور ان آیات میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔ (مسند احمد:1/246، ح:2216، ابوداؤد:3576)

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا تھا کہ بلاشبہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے، پھر جس نے اس (قصاص) کو صدقہ کر دیا تو وہ

كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں'' (45)

سوال 1: تورات میں بھی قصاص کا حکم تھا، اس کی وضاحت ﴿وَ كَتَبْنَا ... قِصَاصٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں بھی یہودیوں کو ڈانٹا گیا ہے کیونکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں صاف وصریح حکم ہے کہ جان کے بدلے جان ہے پھر بھی یہ لوگ جان بوجھ کر سرکشی سے خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 442/1)

(2) ﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا تھا'' ہم نے ان پر فرض کر دیا تھا یعنی واجب کر دیا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 346) (3) یہ احکامات ان میں شمار ہوتے تھے جس کے مطابق انبیاء، احبار اور ربانی فیصلے کرتے تھے۔

(4) ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ ''بلاشبہ جان کے بدلے جان'' اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا تھا کہ اگر کوئی کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کے قصاص میں اسی کو قتل کیا جائے گا۔

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا؟ فلاں نے کیا، فلاں نے کیا، یہاں تک کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں پس وہ یہودی پکڑ لیا گیا اور اس نے اقرار جرم کیا۔ لہٰذا نبی ﷺ نے حکم دیا تو اس یہودی کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔ (بخاری: کتاب الدیات)

(6) تورات میں جو قصاص کے احکام تھے عملی طور پر یہود نے ان کو بھی بدل رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے موجود تھے ایک قبیلہ بنی نضیر اور دوسرا بنی قریظہ تھا ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے اور مار کٹائی کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔ بنی نضیر اپنے آپ کو اشرف اور اعلیٰ سمجھتے رہتے تھے جب کوئی شخص بنی نضیر میں سے بنی قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو اسے قصاص میں قتل نہیں ہونے دیتے تھے اور اس کی دیت میں ستر وسق کھجوریں دے دیتے تھے اور جب کوئی شخص بنی قریظہ میں سے بنی نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل کو قصاص میں قتل بھی کرتے تھے اور دیت میں ایک سو چالیس وسق کھجوریں بھی لیتے تھے اور اگر بنی نضیر کی کوئی عورت بنی قریظہ کے ہاتھ سے قتل ہو جاتی تو اس کے عوض بنی قریظہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مرد کو قتل کرتے تھے اور اگر کوئی غلام قتل ہو جاتا تھا تو اس کے بدلے بنی قریظہ کے آزاد مرد کو قتل کرتے تھے۔ اسی طرح کے قانون انہوں نے جراحات کے عوض کے بارے میں بنا رکھے تھے: بنو قریظہ کو مال کم دیتے تھے اور خود اس سے دوگنا لیتے تھے۔ (معالم التنزیل:83)

(7) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے: ''عورت کے بدلہ میں مرد کا قتل کرنا جو عورت کا قاتل ہو'' اور اس کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو ایک لڑکی کے بدلہ میں قتل کرا دیا تھا، یہودی نے اس لڑکی کو چاندی کے زیورات کے لالچ میں قتل کر دیا تھا۔'' (بخاری:6885)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔'' (ابوداؤد:2751، ابن ماجہ:2683، مسند احمد:2/180، ح:6701)

(9) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر مومن کا کفو (برابر) نہیں ہو سکتا)۔'' (بخاری:111)

(10) ﴿وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ ''اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے'' اللہ تعالیٰ نے تورات کے قانون کی خبر دی ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت لیا جائے گا۔ (11) سیوطی نے الاکلیل میں کہا: یہ جان، اعضاء اور زخموں میں ہماری شریعت کے مطابق ہے۔

(12) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ربیع نے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، انصار کی ایک لڑکی کے آگے کے دانت توڑ دیئے۔ لڑکی والوں نے قصاص چاہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قصاص کا حکم دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! ان کا دانت نہ توڑا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انس! لیکن کتاب اللہ کا حکم قصاص ہی کا ہے'' پھر لڑکی والے معافی پر راضی ہو گئے اور دیت لینا منظور کر لیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کر دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:4611)

(13) سیدنا یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں گیا وہاں ایک شخص نے دوسرے کو دانت سے کاٹا اس نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا تو کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا پھر وہ قصاص کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قصاص باطل قرار دیا اور فرمایا: ''کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں رہنے دیتا کہ تو اسے یوں چبا جائے جیسے اونٹ چبا ڈالتا ہے۔'' (بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14)﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ ''اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے'' یعنی زخموں میں قصاص ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

(15) جو جان بوجھ کر کسی کو زخمی کرتا ہے تو جارح سے زخموں کا قصاص لیا جائے گا اور اسے حد، مقام، زخم کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کے مطابق اتنا ہی زخم لگایا جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سے پہلے کی شریعت کی پیروی ہمارے لیے بھی اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ ہماری شریعت میں کوئی ایسی چیز وارد نہ ہو جو اس شریعت کے خلاف ہو۔ (تفسیر سعدی:691/1)

(16) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے پر ایک سینگ مار (کر زخم کر) دیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے قصاص دلا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(جلدی نہ کرو) یہاں تک کہ تمہارا زخم مندمل ہو جائے۔'' مگر اس نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مجھے قصاص دلا دیجیے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے قصاص دلا دیا۔ اب (کچھ عرصہ کے بعد) وہ دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو لنگڑا ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں منع کیا تھا، مگر تم نے میری نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دور کر دیا، اب تمہارا لنگڑا پن رائیگاں جائے گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا کہ اس وقت تک زخم کا قصاص نہ لیا جائے جب تک زخمی شخص تندرست نہ ہو جائے۔ (مسند احمد:217/2، ح:7052، السنن الکبریٰ للبیہقی:68/8، ح:16115)

سوال 2: اسلامی شریعت نے قصاص کے بارے میں کیا اصول دیا ہے؟

جواب: اسلامی شریعت نے قصاص کے بارے میں پہلا اصول مساوات کا دیا ہے خون سب کا برابر تو سزا بھی سب کی برابر۔ اسلام میں جان کے بدلے جان اور عضو کے بدلے میں عضو ہے۔ اس حوالے سے کسی علاقے، طبقے، نسب، خون اور قوم میں کوئی فرق نہیں تمام لوگ قانون کی نظروں میں برابر ہوں گے۔ ایک پلیٹ فارم سے انصاف حاصل کریں گے۔

سوال 3: قصاص کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) انسان کی فطرت قصاص کے جاری ہونے پر مطمئن ہو جاتی ہے۔

(2) انسان کے نفس سے بغض اور کینہ دور ہو جاتا ہے۔ (3) انسان کے دل کے زخم بھر جاتے ہیں۔

(4) انسان کے انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے۔

سوال 4: معاف کر دینا گناہوں کا کفارہ ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ ''پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے'' یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجرم کے لیے کفارہ ہے کیونکہ آدمی نے اس کو اپنا حق معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ تو اپنے حق کو زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ تورات میں یہ دفع نہیں تھی اس لئے کہ تورات میں یہ جرائم قابل معافی نامہ ہیں نہ صلح ممکن تھی یہی وجہ ہے کہ ان کا کفارہ نہیں تھا لیکن اسلامی شریعت نے ترغیب دلائی ہے کہ اگر وہ مجرم کو معاف کر دے بدلہ نہ لے تو اس کی یہ نیکی گناہوں کے لئے کفارہ بنے گی۔

(2) یہ معاف کر دینے والے کے حق میں کفارہ ہے کیونکہ جس طرح اس نے اپنے حق میں جرم کا ارتکاب کرنے والے کو یا اس کو معاف کر دیا جو اس سے متعلق ہے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی لغزشوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/691)

(3) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے جسم کا کوئی حصہ زخمی کر دیا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جتنا اس نے معاف کیا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔'' (مسند احمد:5/316، ح:22767، السنن الکبریٰ:11146)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنے والا ظالم کیسے ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ لَّمْ ... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں'' وہ ظالم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بجائے انسانوں کو اپنی شریعت پر چلاتا ہے۔ (2) وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے، کفر کی سزا کا مستحق بناتا ہے۔

(3) وہ اپنی ذات اور تمام لوگوں کی زندگیوں کو عذاب میں ڈالتا ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر اس فعل کو حلال سمجھتے ہوئے کیا جائے تو یہ سب سے بڑا ظلم ہے اور اگر اس کو حلال نہ سمجھتے ہوئے کیا جائے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1/691)

﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ

''اور ہم نے ان کے پیچھے اُن کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور ہم نے اُس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور جو اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والی تھی

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی" (46)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے بارے میں رب العزت کے بیان کی وضاحت ﴿وَقَفَّيْنَا ... لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ "اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجا" یعنی اسرائیلی نبیوں کے پیچھے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجا۔

(2)﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾ "جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا" سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تورات کی حق کے ساتھ گواہی دینے والے تھے اور اس کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے تھے۔

(3)﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ﴾ "اور ہم نے اُس کو انجیل عطا کی" ہم نے اس کو انجیل وحی کی، جو کتاب مقدس ہے، تورات کی تکمیل کرتی ہے۔

(4)﴿فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ "جس میں ہدایت اور روشنی تھی" انجیل گمراہی سے بچنے کے لیے ہدایت ہے اور اس میں حلال وحرام کے احکامات کی روشنی ہے اور مشکلات کا حل ہے۔ (5) جو کچھ تورات میں ہے وہی کچھ انجیل میں ہے۔

(6)﴿وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾ "اور جو اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والی تھی" انجیل تورات کی صداقت کی شہادت دیتی ہے اور اس کی موافقت کر کے اس کی تصدیق کرتی ہے۔

(7)﴿وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ "اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی" انجیل حرام کاموں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے زاجر ہے۔ (تفسیر قاسمی: 230/1)

(8) انجیل سے اہل تقویٰ ہدایت پاتے ہیں وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلاتی ہے۔

(9)﴿وَّمَوْعِظَةً﴾ انجیل زندگی کے لیے کامل نصیحت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 347)

(10)﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ اہل تقویٰ ہی مواعظ سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

''اور لازم ہے کہ اہلِ انجیل اسی کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں'' (47)

سوال: ﴿وَلْيَحْكُمْ ... الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾ ''اور لازم ہے کہ اہلِ انجیل اسی کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا ہے'' اہل انجیل پر لازم ہے کہ اپنی کتاب کے مطابق فیصلے کریں۔

(2) نصاریٰ پر لازم اور واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ انجیل کے مطابق اور جو سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس کے مطابق فیصلے کریں۔ (واضح البیان: 263)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں یہاں تک کہ تورات کو اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی جناب سے نازل کیا گیا ہے'' (المائدۃ: 68)

(4) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وہی لوگ فاسق ہیں'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے، یعنی ایسے لوگ اپنے رب کی اطاعت و حق کی راہ چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 349/1)

(5) جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں تو فسق، ظلم اور کفر ہو جاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 347)

(6) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''وہی لوگ فاسق ہیں'' اپنے رب کی اطاعت سے نکلنے والے، باطل کی طرف مائل ہو جانے والے، حق کو چھوڑنے والے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 230/6)

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ

''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے ہے۔اوران پرنگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے

عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' (48)

سوال 1: قرآن مجید کی خصوصیات کی وضاحت ﴿وَاَنْزَلْنَآ ... عَلَيْهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا ذکر فرمایا ہے جسے اس نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے'' یعنی یہ سچی کتاب ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ (المصباح المنیر: 353/2)

(2) یہ کتاب اپنی خبروں اور احکامات میں حق پر مشتمل ہے۔

(3) ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے'' قرآن مجید پہلی کتابوں کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور ان کی موافقت کرتا ہے۔

(4) قرآن مجید میں دیئے گئے قوانین پچھلی کتابوں کے مطابق اور اس کی خبریں ان کی خبروں کے مطابق ہیں۔

(5) ﴿مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ ''اور ان پر نگہبان ہے'' کے معنی امانت دار (نگہبان) قرآن گویا اگلی آسمانی کتابوں کا محافظ ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(6) ﴿مُهَيْمِنًا﴾ کے معنی محافظ، نگہبان کے آتے ہیں قرآن پاک کتب سابقہ کا محافظ ہے یعنی جو کچھ ان کتب میں امانت ودیعت کی گئی ہے اس کو نہایت صحت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہود کی غلط تاویلات وتحریفات کو واضح کرتا ہے۔ آپ ﷺ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم نے اس کا امین مقرر کیا ہے۔(کبیر قرطبی)(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن تمام سابقہ کتابوں پر امین ہے۔(ابن ابی حاتم)

(8)قرآن مجید پچھلی کتابوں کے مضامین پر نگہبان ہے۔یہ ہر اس حق کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو پچھلی کتابوں میں پیش کیا گیا۔یہ حق کے راستوں کو واضح کرتا ہے۔لہٰذا جس کی قرآن مجید گواہی دے وہ قابل قبول ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت اتاری، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت اس لیے اتاری تا کہ اس کے مطابق اعتقادات درست ہوں۔

(2)اس کے مطابق مراسم عبودیت درست ہوں۔(3)اس کے مطابق لوگوں کی معاشرت بدلے۔

(4)اس کے مطابق نظامِ تعلیم استوار ہو۔ (5)عدالتوں اور دفتروں میں رائج ہو۔ (6)عدالتوں میں اس کا دور دورہ ہو۔

(7)اس شریعت کے نفاذ میں سستی اور غفلت نہیں برتی جا سکتی۔

سوال3: دنیا کے فیصلے قرآنی احکام کے مطابق کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاحْكُمْ ... مِنَ الْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے'' یعنی اے محمد ﷺ! عرب وعجم اور امی وکتابی تمام لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم میں آپ کی طرف نازل فرمایا ہے اور سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں جسے اس نے برقرار رکھا اور آپ کی شریعت میں منسوخ قرار نہیں دیا ہے۔امام ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔(تفسیر طبری:364/6)

(2)خاص معاملہ قاتل کے قتل اور زانی کے رجم کا تھا۔(ایسر التفاسیر:348)

(3)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں، تو ان کے درمیان فیصلہ کر یا ان سے منہ پھیر لے۔''(المائدہ:42) پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔''(المائدہ:48، ابوداؤد:3590)

(4)﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہود کی اتباع سے روکا ہے۔(جامع البیان:293/6)

(5)یہود کی خواہشات باطل ہیں اور آپ ﷺ کے پاس حق آ چکا ہے آپ ﷺ ان کی خواہشات کو حق کا بدل نہ بنائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: تمام انبیاء کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف ہیں، اس کی وضاحت ﴿لِكُلٍّ ... تَخْتَلِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرما کر انہیں الگ الگ شریعتیں عطا فرمائیں جن میں احکام مختلف تھے۔ سب شریعتیں توحید پر متفق تھیں۔

(2) ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ ''ایک راستہ اور ایک طریقہ'' شرعۃ ومنھاجا سے راستہ اور طریقہ مراد ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سبیل اور سنت مراد ہے۔ (طبری: 611/4)

(4) شرعۃ اور شریعۃ اصل میں واضح راستہ ہے جو پانی تک پہنچا دے پھر یہ اس شریعت کے لیے استعمال ہونے لگا جو دین میں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے اور منھاج واضح اور روشن راستہ ہے۔

(5) ﴿شِرْعَةً﴾ یعنی شریعت جو اللہ تعالیٰ سے ملائے اور ﴿مِنْهَاجًا﴾ دین میں واضح راستہ جس پر تم چلتے ہو۔ (تفسیر قاسمی: 232/6)

(6) شریعتیں امتوں کے اختلاف کے ساتھ بدلتی رہی ہیں، مختلف ادوار میں ان میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ ہر شریعت اپنے نفاذ کے وقت عدل پر رہی ہے۔ تمام شریعتوں میں بڑے بڑے اصول کبھی نہیں بدلتے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ہم) انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں، جن کی مائیں (یعنی شریعتیں) الگ الگ اور ان کا دین ایک ہے۔'' (بخاری: 3443)

(8) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا'' ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ایک امت یعنی تمہارے درمیان عقیدے، عبادت اور فیصلوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ایسر التفاسیر: 348)

(9) یہ خطاب تمام قوموں سے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ہمہ گیر وعظیم قدرت کا اظہار فرما رہا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ساری دنیا کو ایک ہی دین وشریعت پر جمع فرما دیتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ہر رسول کی جداگانہ شریعت مقرر فرمائی، پھر اس ساری کو یا بعض کو دوسرے بعد والے رسول کی شریعت سے منسوخ فرما دیا اور اخیر میں تمام شریعتوں کو محمدیہ شریعت سے منسوخ فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے تمام دنیا کا رسول بنایا اور نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دی گئی۔ (مختصر ابن کثیر: 446/1)

(10) ﴿وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ ''لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے، جو اس نے تمہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عطا کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے مختلف شریعتیں دے کر آزمایا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے۔

(11) پس وہ تمہیں آزمائے اور دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہر قوم کو آزماتا ہے اور ہر قوم کو اس کے احوال اور شان کے لائق عطا کرتا ہے، تاکہ قوموں کے درمیان مقابلہ رہے۔ پس ہر قوم دوسری قوم سے آگے بڑھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 694/1)

(12) ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ "چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ" یعنی بھلائیوں کے حصول کے لیے جلدی سے آگے بڑھو اور ان کو مکمل کرو۔ بھلائی میں آگے بڑھنے کے لیے دو امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ (i) جب بھلائی کا وقت آجائے اور اس کا سبب واضح ہو جائے تو جلدی سے اس کی طرف بڑھنا۔ (ii) حکم کے مطابق مکمل طور پر ادا کرنے کی کوشش کرنا۔

(13) اللہ کی شریعت کی اتباع میں ایک دوسرے سے آگے نکل جاؤ۔ (14) اللہ کے احکامات کی اطاعت میں آگے نکل جاؤ۔

(15) نیک کاموں سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی شریعت کی اتباع جو سابقہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور اس کی کتاب قرآن مجید کی تصدیق ہے جسے اس نے اپنی آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے۔ (المصباح المنیر: 356/2)

(16) ﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا﴾ "تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے" اللہ تعالیٰ نے ایک دن سب کو اکٹھا کرنا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(17) ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ "پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے" یعنی جن شریعتوں میں تم اختلاف کرتے رہے اللہ تعالیٰ سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ حق پر ثابت قدم رہنے والوں کو جزا دے گا۔ باطل پر چلنے والوں کو عذاب دے گا۔

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ

"اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اور ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں

اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

اور آپ ان سے بچ کر رہیں، کہیں آپ کو اس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل کیا ہے، پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت

﴿مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾

میں مبتلا کر دے، اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً نافرمان ہیں" (49)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اسید اور عبداللہ بن صوریا اور شاش بن قیس نے کہا ہے کہ محمد ﷺ کے پاس چلو، ممکن ہے کہ ہم ان کے دین میں کوئی فتنہ پیدا کر سکیں، چنانچہ یہ آئے اور کہا کہ محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے عالم اور ان کے سردار ہیں، اگر ہم آپ کی اتباع کر لیں گے تو تمام یہود آپ کی اتباع کر لیں گے اور کوئی بھی ہماری مخالفت نہیں کرے گا، البتہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کچھ اختلافات ہیں، ہم ان میں آپ کو فیصل بناتے ہیں، آپ ہماری حمایت میں ان کے خلاف فیصلہ کر دیں، ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے (جب کہ ان کا ایمان لانے کا ارادہ نہیں تھا) تب اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت نازل فرمائی کہ "اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے" الخ۔ (لباب النقول)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنِ احْكُمْ ... لَفٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ "اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب وسنت کی ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔

(2) ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ﴾ "اور ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں" اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہود کی خواہشات کی پیروی سے روکا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 349,348)

(3) اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مکمل قانون کے نفاذ میں کسی کی خواہش رکاوٹ بنتی ہے تو آپ فتنے میں پڑ جاؤ گے اس لئے کہ یہ مکمل شریعت نہ ہوگی بلکہ خواہش پرستی ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔

(4) ﴿وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ "اور آپ ان سے بچ کر رہیں کہیں آپ کو اس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تنبیہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہود کی فریب کاریوں سے بچیں وہ آپ ﷺ کو فتنے میں ڈال کر ایسی چیز سے نہ روک دیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی کو فرض قرار دیا ہے، خواہشات کی پیروی اس کو ترک کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے آپ خواہشات کی پیروی سے بچ جائیں۔

(5) ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت میں مبتلا کر دے'' یعنی اگر وہ آپ کی پیروی اور حق کی اتباع سے منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی دنیا و آخرت میں جو سزائیں مقرر کی ہیں ان میں سب سے سخت یہ ہے کہ بندے کو آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے اور رسول کی پیروی کی بجائے اس آزمائش کو مزین کر دیا جائے۔

(6) رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر لوگ منہ پھیر لیں تو آپ شریعت کو پورے طریقے سے تھامے رکھیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کریں۔ لوگوں کی روگردانی آپ کو ڈھیلا نہ کر دے۔

(7) ان لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کی وجہ سے انہیں مصیبت میں ڈالنے والے ہیں۔

(8) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ یہ لوگ برے نتائج کا شکار ہوں۔

(9) ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً نافرمان ہیں'' یعنی یہود کی فطرت میں فسق ہے وہ رسول کی نافرمانیاں کرنے کے عادی ہیں۔

(10) یہود کی اکثریت فاسق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کو چھوڑنے والے ہیں اور اس کی اطاعت سے نافرمانی کی طرف نکلنے والے ہیں۔ (جامع البیان: 294/6)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے۔'' (یوسف: 103)

(12) اللہ تعالیٰ نے وسوسوں کا سدّ باب کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون سچا ہے تو اکثر لوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

(13) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اکثر لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں اور یہ لوگ اسی طرح رہیں گے آپ انہیں بدل نہیں سکتے۔

سوال 3: اہل قرآن کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب: (1) اہل قرآن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اسلامی شریعت میں تبدیلی کا ہر خفیہ راستہ بند کر دیا جائے۔

(3)شریعت کے نفاذ میں کوئی سستی نہ برتیں۔

سوال 4: اگر لوگ شریعت سے منہ پھیر لیں تو پھر اہل قرآن کی ذمہ داری کیا رہ جاتی ہے؟

جواب: (1)اگر لوگ شریعت سے منہ پھیر لیں تو پھر اہل قرآن کی ذمہ داری یہ رہ جاتی ہے کہ اپنی جگہ شریعت کو پوری قوت سے تھامے رہیں۔(2)لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ سے مقصد پر گرفت ڈھیلی نہ پڑے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنے کی کوششیں کریں۔

ع 7 11

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

''تو کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟''(50)

سوال: ﴿اَفَحُكْمَ ... يُّوْقِنُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟'' یعنی کیا وہ کفار کی دوستی طلب کر کے اور آپ سے اعراض کر کے جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں؟ ہر وہ فیصلہ جو اس چیز کے خلاف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے وہ جاہلیت کا فیصلہ ہے۔تب اس طرح صرف دو قسم کے فیصلے ہیں: (i)اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ۔(ii)جاہلیت کا فیصلہ۔پس جو کوئی اللہ اور رسول کے فیصلوں سے منہ موڑتا ہے تو وہ دوسری قسم کے فیصلوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو جہالت، ظلم اور گمراہی پر مبنی ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان فیصلوں کو جاہلیت کی طرف مضاف کیا ہے۔رہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے تو وہ عدل، انصاف، نور ہدایت پر مبنی ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1/696)

(2)ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر جس میں ہر بھلائی ہے، انسانوں کے وضع کردہ افکار و نظریات اور قوانین و احکام کی پیروی کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمن:1/350)

(3)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ﴾ ''تین آدمی اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔(i)حرم کی حرمت پامال کرنے والا۔(ii)اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا۔(iii)کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ وہ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خون بہائے۔'' (صحیح بخاری:6882)

(4)﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوسکتا۔(i) اللہ تعالیٰ خالق ہے کیا خالق سے بڑھ کر انسانوں کی ضروریات اور مصالح کو کوئی جاننے والا ہوسکتا ہے کہ اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قانون بنائے؟

(ii) اللہ رب ہے کیا رب سے بڑھ کر کوئی اور ہمدرد ہوسکتا ہے؟

(iii) اللہ تعالیٰ علیم ہے قیامت تک آنے والے حالات سے اس سے زیادہ کوئی واقف ہوسکتا ہے؟

(5) حقیقت یہ ہے کہ یقین کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی اور نہیں۔

(6) صاحب ایقان وہ ہے جو اپنے یقین کی بنیاد پر دونوں قسم کے فیصلوں کے درمیان فرق کو پہچانتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں موجود حسن اور خوبصورتی میں امتیاز کرسکتا ہو اور عقلاً اور شرعاً ان کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہو اور یقین سے مراد وہ علم کامل وتام ہے جو عمل کا موجب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:696/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (51)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہودیوں کا پہلا قبیلہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑا، وہ بنوقینقاع تھا۔ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمالیا اور وہ مجبور ہو گئے کہ آپ جو چاہیں ان کے بارے میں فیصلہ فرمائیں تو میں عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد! میرے ان دوستوں سے اچھا سلوک کریں۔ یاد رہے! یہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے پھر یہ کہا کہ اے محمد! میرے ان دوستوں سے اچھا سلوک کریں، آپ نے پھر بھی اعراض فرمایا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اَرْسِلْنِيْ) ''مجھے چھوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو'' اور آپ نے اس قدر شدید ناراضی کا اظہار فرمایا حتی کہ آپ کے چہرہ اقدس پر سلوٹیں نمودار ہوگئیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: (وَيْحَكَ أَرْسِلْنِي) ''تیرا بیڑا غرق ہو! مجھے چھوڑ دے۔'' اس نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے ان دوستوں سے اچھا سلوک نہیں کریں گے جن میں سے چار سو ننگے سر اور تین سو زرہیں پہنے ہوئے ہیں اور جنہوں نے ہر سرخ وسیاہ سے میری حفاظت کی ہے تو کیا آپ ایک ہی دن ان سب کو تہ تیغ کر دیں گے؟ مجھے ان کی پھر بھی ضرورت ہے کیونکہ میں زمانے کی گردشوں سے ڈرتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (هُمْ لَكَ) ''(جا میں نے) تیرے لئے انہیں معاف کر دیا ہے۔''

محمد بن اسحاق راوی ہیں کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار اور ان سے عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبداللہ بن ابی نے ان کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں بچانا شروع کر دیا۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی، جن کا تعلق بنی عوف بن خزرج سے تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس سلسلے میں حاضر ہوئے تھے کیونکہ وہ بھی عبداللہ بن ابی کی طرح ان کے حلیف تھے مگر انہوں نے ان کے حلیف بننے کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وابستگی کو اختیار کر لیا تھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پاس ان کا حلیف بننے سے اظہار برأت کرتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں سے دوستی کا اقرار کرتا ہوں اور کافروں سے دوستی کا انکار کرتا ہوں۔ سورہ مائدہ کی آیات ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ﴾ تا ﴿فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (المائدہ: 51-54) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام: 3/51-53، تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1155، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب غزوہ بنی قینقاع: 3/174، 175)

سوال 2: یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی۔ (ایسر التفاسیر: 349)

(3) ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ﴾ ''یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ'' یہود و نصاریٰ میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی ایک کو دوست نہ بنانا۔ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور معاشرتی تعلقات نہ رکھنا۔ (تفسیر قاسمی:240/6)

(4) یہود و نصاریٰ تمہارے دشمن ہیں تمہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ تمہارے نقصان کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ''آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا۔ یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (المائدہ:80)

(6) ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آمد و خرچ کا حساب کتاب بتائیں۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب ایک عیسائی تھا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حساب سمجھا دے۔ اس نے بڑے سلیقے سے حساب سمجھا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کی ہوشیاری سے خوش ہوئے اور فرمایا یہ بڑا ہوشیار اور امین ہے۔ پھر اس سے کہا مسجد میں آ کر ہمیں ایک خط کا مطلب بتا دینا جو شام سے آیا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مسجد میں نہیں جا سکتا۔ پوچھا کیا ناپاک ہے؟ فرمایا نہیں ناپاک تو نہیں ہے مگر عیسائی ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور کہا اسے نکالو اور یہ آیت پڑھی۔ (ابن ابی حاتم)

(7) ﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ﴾ ''وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ (تفسیر سعدی:697/1)

(8) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان ہی میں سے ہے'' یہود و نصاریٰ کو وہ دوست بنائے گا جو ان جیسا ہو۔ (9) کامل دوستی ان کے دین میں منتقل ہونے کا سبب بنتی ہے۔

(10) ابتدائی دوستی گہری دوستی میں بدل جاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ بندہ ان ہی میں سے ہو جاتا ہے۔

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔ آپ کہہ دیں کہ یقیناً (حقیقی) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آ چکا، آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ سے (بچانے میں) نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔'' (البقرہ:120)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا پہلا قدم نہ اُٹھائے اس لئے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا پہلا قدم بڑھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔ انسان کے لیے دنیا میں سب سے مشکل کام یہی ہوتا ہے کہ وہ سارے خطرات کو نظر انداز کر کے اس ارادے کا ثبوت دے دے۔ دنیا کا ہر امتحان اسی ارادے کا امتحان ہے۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ نہ کرے تو یہی ظلم ہے ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا سہارا نہیں بھیجتا۔

سوال 3: مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کیوں چاہتے تھے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کے دور میں ملک کے اقتصادی وسائل پر یہودیوں اور عیسائیوں کا قبضہ تھا۔

(2) یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخی عظمت کی وجہ سے لوگوں کو یقین تھا کہ ایسی طاقت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

(3) مسلمانوں کی جماعت کے کمزور لوگ اسلام میں اس طرح داخل نہیں ہونا چاہتے تھے کہ انہیں یہودیوں کی انتقامی کاروائیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ (4) مستقبل کے خطرے سے بچنے کے لیے یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا چاہتے تھے۔

سوال 4: یہود و نصاریٰ کی دوستی سے روکنے کی وجوہات کیا تھیں؟

جواب: (1) قرآن کریم نے مسلمان جماعت کو اس کردار کے ادا کرنے کے لئے تیار کیا جو اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دنیا میں ادا کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے قرآن حکیم ہر مسلمان کے کردار کی تعمیر اس بنیاد پر کرتا ہے کہ اس کی ہمدردیاں پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، اسلامی نظریہ حیات اور اس پر قائم ہونے والی جماعت کے ساتھ ہوں۔ ایک مسلمان جماعت کے افراد کا غیر مسلم جماعت جو اسلام کے مقابلے میں کھڑی ہے اس سے مکمل بائیکاٹ ہونا چاہیے۔

(2) اسلامی جماعت کے سوا دوسروں سے دوستی لگانا دین اسلام کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے اور اسلام جو مقام مسلمان کو دیتا ہے اس مقام کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام سے والہانہ لگاؤ اور اس بنیاد پر قائم ہونے والی جماعت کے ساتھ دلی محبت اور اسلام کے دشمنوں سے ہونے والی کشمکش کو سمجھنا دین کی اصل ہے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر دین کے لئے کام کرنے والی جماعت کی تشکیل ممکن نہیں ہوتی۔ جو لوگ دین کا علم اٹھائے ہوئے ہیں وہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے، نہ مضبوط شخصیت کے مالک ہو سکتے ہیں، نہ زمین پر کوئی تبدیلی لا سکتے ہیں جب تک ان کے دلوں میں ان تمام لوگوں سے دوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں پیدا ہوجاتی جو اسلامی محاذ کے خلاف علم بلند کئے ہوئے ہیں۔اور جب تک اہل ایمان کی دوستی اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور اہل ایمان کے لئے مختص نہیں ہوجاتی وہ دنیا میں اپنا مشن پورا کرنے کی پوزیشن میں نہیں آسکتے۔

سوال 5: یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: (1) یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے کے بڑے نقصانات ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کی دوستی سے مومنوں کا دین خراب ہوتا ہے۔ان کی دوستی اپنے اوپر ظلم ہے اس اعتبار سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔'' (بخاری:6169) ان کی دوستی سے آخرت خراب ہوجاتی ہے۔

(2) ان کی دوستی سے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے محرومی مقدر ہوجاتی ہے۔

(3) ان کی دوستی سے مسلمانوں کی جماعت سے تعلق ختم ہوتا ہے۔

(4) ان کی دوستی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہوجاتے ہیں۔

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

''چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ ان میں دوڑ کر جاتے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں

دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى

کہ مصیبت کا چکر ہمیں نہ پہنچ جائے، پھر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کو لے آئے یا اپنی جناب سے کوئی معاملہ لے آئے

مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾

تو وہ ان باتوں پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں'' (52)

سوال: کون لوگ غیر مسلموں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَتَرَى ... نٰدِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) منافق غیر مسلموں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے'' ان کے دلوں میں بیماری ہے۔یہ نفاق کی بیماری ہے۔(ایسر التفاسیر:350)

(2) مرض سے مراد نفاق اور دین کو غالب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک ہے۔(تفسیر قاسمی:241/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ ضعف ایمان کی بیماری ہے۔

(4) ﴿يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ﴾ ''وہ ان میں دوڑ کر جاتے ہیں'' جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ اس دوستی کے لیے ان کی مستقل کوششیں جاری رہتی ہیں۔

(5) ﴿يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ﴾ ''وہ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ مصیبت کا چکر ہمیں نہ پہنچ جائے'' یعنی وہ کہتے تھے ہمیں ڈر ہے کہ اگر زمانے کی گردش سے اسلام کا خاتمہ ہو جائے اور یہود و نصاریٰ کو فتح ہو جائے تو ہمارے ان سے دوستانہ تعلقات کام آئیں گے۔

(6) منافقین کے دل میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ اگر ہم صرف مسلمانوں ہی کے ہو کر رہ گئے تو سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اس لیے کہ جو کشمکش مسلمانوں اور کفار میں برپا تھی اس کے بارے میں انہیں یقینی بات نظر نہیں آتی تھی کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ اس لئے منافقین دونوں گروہوں سے راہ و رسم رکھنا چاہتے تھے تاکہ مخالف اسلام گروہ کے غالب آنے کی صورت میں ان سے مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

(7) ﴿فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ﴾ ''پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کو لے آئے یا اپنی جناب سے کوئی معاملہ لے آئے'' یعنی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے اور یہود و نصاریٰ پر غالب کر دے جیسے مکہ فتح ہوا۔

(8) ﴿فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾ ''تو وہ ان باتوں پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں'' منافق کے دل میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے۔ اس کی دلی دوستی کافروں سے ہوتی ہے جس کو وہ مسلمانوں سے چھپاتا ہے۔ شرمندگی اس وقت ہوتی ہے جب یہ راز کھل جاتا ہے۔

(9) جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا تو انہیں غم کا سامنا کرنا پڑا اور ندامت اٹھانی پڑی۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں کھائیں

اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

کہ بلاشبہ یقیناً وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والے ہو گئے'' (53)

سوال: ﴿وَيَقُوْلُ ... خٰسِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہیں گے''جن کے دلوں میں نفاق ہے ان کے حال پر تعجب کرتے ہوئے مومن کہتے ہیں۔

(2)﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ﴾''کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں کھائیں کہ بلاشبہ یقیناوہ تمہارے ساتھ ہیں''یعنی جنہوں نے مسلمانوں سے محبت،نصرت اور موالات کے لیے حلف اٹھائے کہ بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر جو کچھ انہوں نے چھپایا ان کے راز کھل گئے۔ان کے تمام گمان جو وہ اسلام کے بارے میں رکھتے تھے باطل ہو گئے۔

(3)﴿حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾''ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے''اعمال کے بارآور ہونے کا انحصار ایمان اور اخلاص پر ہے۔نفاق کے ساتھ جو دین داری کی نمائش ہوتی ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی میزان میں کوئی وزن نہیں ہوتا۔نفاق کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں،رکھے گئے روزے،دیئے گئے صدقے،کیا گیا ذکر سب ضائع ہوئے۔

(4)﴿فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ﴾''چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والے ہو گئے''وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے اور انہیں بدبختی اور عذاب نے گھیر لیا۔(تفسیر سعدی:698/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ

محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے وہ مومنوں پر بہت نرم اور کافروں پر بہت سخت ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے،وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا،سب کچھ جاننے والا ہے''(54)

سوال:اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ مرتد ہونے والوں کی جگہ فرماں بردار پیدا کر دے،اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اسے یہ عظیم الشان قدرت حاصل ہے کہ جولوگ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی اقامت سے اعراض کریں گے تو ان کے بجائے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے جو ان سے بہتر، زیادہ مضبوط اور ان کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہوں گے۔ (المصباح المنیر :361/2)

(2) ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اے لوگو جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے اور اس کا اقرار کیا ہے جس کو ان کے نبی محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔ (جامع البیان:302/6)

(3) ﴿مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾ ''تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا'' جو اپنے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھر جاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر) (4) جو دین سے پھر جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نقصان نہیں کرتا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

(5) ایمان لانے کے بعد جو شخص ایمان کے تقاضے پورے نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں دین کو قبول کرنے کے بعد دین سے پھر گیا۔

(6) ﴿فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے مرتدوں کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو لانے کا وعدہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (19) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (20)﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بلا شبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔'' (ابراہیم:19، 20)

(7) ''جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے'' بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت جلیل ترین نعمت ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے بندے کو نوازا ہے اور سب سے بڑی فضیلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو مشرف فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے لیے تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے، ہر قسم کی مشکل اس پر آسان کر دیتا ہے، نیک کام کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور بندوں کے دلوں کو محبت اور مودت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اپنے رب کے ساتھ بندے کی محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اقوال و افعال اور تمام احوال میں ظاہری اور باطنی طور پر رسول اللہ ﷺ کی متابعت کی صفت سے متصف ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا'' (آل عمران:31) جیسے بندے کے ساتھ رب کی محبت کے لوازم میں سے یہ ہے کہ بندہ کثرت سے فرائض اور نوافل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحیح حدیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے نقل فرمایا ہے (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔ (صحیح بخاری:6502) (تفسیر سعدی:1/699)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: ''میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو۔'' فرمایا: پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم:6705)

(9) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں۔'' (البقرۃ:165)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں جس کسی شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا ایک خصلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (اللہ تعالیٰ اور رسول سے جو محبت ہو اس جیسی اور کسی سے محبت نہ ہو) دوسرے یہ کہ جس کسی بندہ سے محبت کرے تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔تیسرے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا دیا تو اب کفر میں واپس جانے کو ایسا ہی برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔'' (بخاری:7/1)

(11) اللہ تعالیٰ کی محبت کے لوازم میں سے، اس کی معرفت اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرنا بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر اس کے ساتھ محبت ناقص ہے، بلکہ اس محبت کا وجود ہی نہیں اگرچہ اس کا دعویٰ کیا جائے۔جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے تھوڑے سے عمل کو قبول فرما لیتا ہے اور اس کی بہت سی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:699/1)

(12) ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''مومنوں پر بہت نرم ہوں گے'' ﴿اَذِلَّةٍ﴾ کی صفت اطاعت، نرمی اور یسر سے لی گئی ہے یعنی مومنوں کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کر کے رکھیں گے لیکن مومنوں کے مقابلے میں اپنے نفس کو ذلیل کر کے رکھنے میں توہین نہیں اس لئے کہ مومن مومن کے مقابلے میں نہایت ہی نرم ہوتا ہے۔آسان اور جلدی بات مان لینے والا۔ اس لفظ سے اخوت، محبت، نفسیاتی اتحاد، نظریاتی لگاؤ اور عدم تکلف کا اظہار ہوتا ہے۔ایک مومن اور دوسرے مومن میں کوئی پردہ اور راز نہیں رہتا۔(فی ظلال القرآن)

(13) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ مومنوں کے لیے نرمی اختیار کریں۔رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیں۔'' (الحجر:88)

(14) وہ اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں، ان سے خیر خواہی رکھتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ''وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔'' (الفتح:29)

(15) یہ ان صفات میں سے ہیں جن کے ذریعے سے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

(16) ﴿اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کافروں پر بہت سخت ہوں گے'' جو کفار پر سخت ہوں گے۔یعنی کافروں کے مقابلے میں ان کے اندر برتری اور ناپسندیدگی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ان جذبات کا اظہار وہ ذاتی عزت کے لیے نہیں کرتے۔یہ تو اسلامی نظریہ حیات کی عزت کا اظہار ہوتا ہے۔یعنی جو کچھ ان کے پاس ہے وہ خیر ہے۔

(17) رب العزت نے نبی ﷺ کو کافروں کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے۔ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (الانفال:73)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18)﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے''(i)وہ اپنی جان، مال، اقوال اور افعال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور بامقصد زندگی بسر کرتے ہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ کے دین کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔(iii)وہ جہنم کی طرف جاتی ہوئی دنیا کو جنت کے راستے پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(iv)اللہ تعالیٰ کی زمین پر اسلامی نظام قائم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں۔

(v)ان کی کوششوں کی وجہ سے ملک کے اندر اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

(vi)ملک کے اندر بھلائی، ترقی اور اصلاح کا دور دورہ ہوتا ہے۔

(19)﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ ''اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے'' دنیا پرستی اور آخرت کا مسافر بننا انسانوں کو باہم کشمکش میں مبتلا کر دیتا ہے۔اس کشمکش کے نتیجے میں ملامت شروع ہو جاتی ہے۔سچے مومن اس ملامت سے نہیں ڈرتے۔

(20)وہ اپنے رب کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور مخلوق کی ملامت کی بجائے اپنے رب کی ملامت سے ڈرتے ہیں۔اور یہ رویہ ان کے ارادوں اور عزائم کی پختگی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کمزور دل والا، ارادے کا بھی کمزور ہوتا ہے۔ملامت گروں کی ملامت پر اس کی عزیمت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے اور نکتہ چینیوں کی نکتہ چینی پر اس کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔مخلوق کی رعایت، ان کی رضا اور ناراضی کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح کے مطابق بندوں کے دلوں میں غیر اللہ کا تعبد جنم لیتا ہے۔قلب، غیر اللہ کی عبادت سے اس وقت تک محفوظ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرنا چھوڑ نہ دے۔(تفسیر سعدی:700/1)

(21)لوگ کیا کہتے ہیں؟ لوگ کیا کرتے ہیں؟ لوگ کیا سوچتے ہیں؟ لوگوں کی اقدار اور پیمانے کیا ہیں؟ لوگوں کی عملی زندگی کیا ہے؟ یہ سوچنا ہی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کرنا اور اصل اصول کو بھلا دینا ہے۔

(22)ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں رہتی جب انسان اپنے لئے نظریہ حیات کو پیمانہ بناتا ہے، جب وہ اسلامی شریعت، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر خود کو تولتا ہے اور ہر موقع پر یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے عمل کی کوئی قدر و قیمت ہے یا نہیں۔

(23)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست نبی اکرم ﷺ نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا ہے:''(i)میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔(ii)میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھوں اور اپنے سے بالاتر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف نہ دیکھوں۔(iii) میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں، خواہ وہ مجھ سے قطع رحمی کریں۔(iv) میں کسی سے سوال نہ کروں۔(v) میں حق بات کہوں، خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔(vi) میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں۔(vii) اور یہ کہ میں بکثرت ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پڑھتا رہوں، کیونکہ ان کلمات کو عرش الٰہی کے خزانے سے نازل کیا گیا ہے۔'' (مسند احمد:5/159، ح:21572، المعجم الاوسط طبرانی:6/297، ح:5637، ابن حبان:449)

(24) ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم وسیع ہے وہ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(25) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا اس لیے شعور دلایا ہے تاکہ مومن خود پسندی کا شکار نہ ہوں۔

(26) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ واسع ہے۔ اپنے اولیاء کو وسیع فضل وکرم سے نوازتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ جانتا ہے کون اس کے فضل کا مستحق ہے۔ (ایسر التفاسیر:351)

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

''یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں،

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾

اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں'' (55)

سوال 1: مومنوں کے دوست کون ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا ... رٰكِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں'' مومنوں کے دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایمان والے ہی ہو سکتے ہیں۔

(2) یعنی یہودی تمہارے دوست نہیں بلکہ تمہاری دوستی تو اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور ایمان والوں ہی سے ہے جو نماز، زکوٰۃ کے پابند ہیں یعنی جو مومن نماز کے پابند ہیں جو اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے اور حق تعالیٰ کی رضا کے لئے پابندی سے خوشی خوشی وقت پر نماز پڑھتے ہیں اور اپنے مال میں سے زکوٰۃ بھی جو مخلوق کا حق ہے اور جس میں محتاجوں، کمزوروں اور غریبوں کی امداد واعانت بھی ہے، نکالتے ہیں، پھر فرمایا وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1/450)

(3) ﴿يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''جو نماز قائم کرتے ہیں'' یعنی نماز کو اس کی تمام شرائط وفرائض اور اس کو مکمل کرنے والے امور کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/701) (4) ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں'' زکوٰۃ مخلوق کا حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اپنے اموال میں سے مستحق لوگوں محتاجوں،عزیزوں اور غریبوں کی مدد کے لیے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(5)﴿وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ ''اور وہ رکوع کرنے والے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی ولایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی) ایمان اور تقویٰ کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔جو کوئی صاحب ایمان اور متقی ہے وہ اللہ کا ولی، یعنی دوست ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے وہ اس کے رسول کا دوست ہے۔جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست بناتا ہے تو اس دوستی کی تکمیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن کو دوست بناتا ہے یہ بھی انہی کو دوست بنائے اور وہ ہیں اہل ایمان جو ایمان کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور معبود کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں، یعنی نماز کو اس کی تمام شرائط و فرائض اور اس کو مکمل کرنے والے امور کے ساتھ قائم کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں اور اپنے اموال میں سے اپنے میں سے مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

(تفسیر سعدی:701/1)

سوال3: دین کے علمبرداروں کی پسندیدہ صفات کون سی ہیں؟

جواب: (1) ان سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔(2) مومنوں کے لئے نرم ہوتے ہیں۔(3) کافروں کے لئے سخت ہوتے ہیں۔(4) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔(5) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔(6) نماز قائم کرتے ہیں۔(7) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔(8) عاجزی کی روش اختیار کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے'' (56)

سوال1: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرنے والوں کے لیے کیا بشارت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ ... هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں کی دوستی سے راضی ہوجانے والے ہر شخص کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کو دوست بنائے گا'' جو اللہ تعالیٰ کو ولی بناتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔(3) ﴿وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اس کے رسول کو'' جو رسول اللہ ﷺ کا دوست ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا بھی دوست ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور ایمان والوں کو'' یعنی جو ایمان کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو پورا کرے۔

(5)﴿فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے'' اللہ تعالیٰ کا حزب، اس کی جماعت اور اس کے گروہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ سے عبودیت اور ولایت کا اور رسول اللہ ﷺ اور مومنوں سے ولایت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا انجام دنیا اور آخرت میں بہترین ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا'' (الصافات:173)

(6) اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی کرنے والوں کو (اللہ کی جماعت) کے نام سے موسوم کیا گیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ بتایا گیا کہ وہی بالآخر کامیاب اور فائز المرام ہوں گے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں غالب بنایا اور یہود کو قید و بند، قتل و جلاوطنی اور جزیہ کے ذریعہ ذلیل و رسوا کیا، اور قیامت تک ان کا یہی حال رہے گا۔ ان کا عارضی اور ظاہری غلبہ ان کی حقیقی ذلت و رسوائی کو دور نہیں کر سکتا۔ (تیسیر الرحمن:353/1)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی یقیناً کامیاب ہونے والا ہے'' (المجادلۃ:22)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگوں کی خصوصیات کیسے ظاہر ہوتی ہیں؟

جواب:(1) نماز قائم کرنے سے یعنی ان کی توجہ کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات بن جاتی ہے۔

(2) زکوٰۃ ادا کرنے سے یعنی ان کے باہمی تعلقات ایک دوسرے کی خیر خواہی پر قائم ہوتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے یعنی دنیا کے معاملات میں انا پرستی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ہر موقع پر وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تواضع اختیار کرتے ہیں سرکشی نہیں کرتے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی جماعت سے کون نکل جاتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ سے رخ پھیرنے والے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے رسول سے منہ پھیرنے والے۔

(3) اہل ایمان کے گروہ سے نکل جانے والے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کافروں کو اور ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، اپنا دوست نہ بناؤ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو!'' (57)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابوالشیخ اور ابن حبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رفاعہ بن زید تابوت اور سوید بن حارث نے اسلام کا اظہار کیا پھر یہ لوگ منافق ہو گئے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص ان دونوں سے دوستی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ﴾ سے ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ﴾ تک یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) (تفسیر ابن کثیر: 1/351، 352)

سوال 2: کافروں سے دوستی کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے دوستی سے نفرت دلائی ہے جو اسلامی شریعت پر عمل کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی فاسد رائے کے مطابق اسے ہنسی اور کھیل قرار دیتے ہیں۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر ایمان لائے ہو۔

(3) ﴿لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ ''ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے'' دین سے مراد دین اسلام ہے۔ ﴿هُزُوًا﴾ ہنسی مذاق بنا لیا ہے ﴿وَّلَعِبًا﴾ اور کھیل تماشا۔ جب وہ اذان سنتے تو کہتے یہ کیسی آواز ہے؟ دوسرا کہتا گدھے کی آواز ہے۔ ان کے قبیح قول پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ انہیں اپنا دوست نہ بناؤ۔ (ایسر التفاسیر: 352)

(4) ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ ''انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے'' وہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے تھے، آوازیں کستے تھے۔

(5) انسان کے اندر لطیف احساسات مثلاً حیاء، شرافت، وسعت ظرفی، پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ چوکیدار کا کام کرتے ہیں، اسے برائیوں سے روکتے ہیں لیکن جب یہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں تو انسان حیوانی سطح پر اتر آتا ہے، اس کی انسانیت مسخ ہوتی ہے تو وہ دینی شعائر کا مذاق اُڑاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

(6) ﴿مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی'' یعنی یہود۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَالْكُفَّارَ﴾ ''کافروں کو'' اس سے مراد منافق اور مشرک ہیں۔

(8)﴿اَوْلِيَآءَ﴾ ''دوست'' مددگار، محبوب اور حلیف۔ (ایسر التفاسیر:352)

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہارا ان (کے شر) سے بچنا مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (آل عمران:28)

(10)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' تقویٰ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کا نام ہے جو کافروں سے دشمنی کی دعوت دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:352)(11) کافروں کو دوست بنانے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔

(12)﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم مومن ہو!'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے دشمنوں کی محبت کے منافی ہے۔ (ایسر التفاسیر:352)

(13)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حجت دے دو؟'' (النساء:144)

سوال 3: بگڑے ہوئے معاشرے کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں؟

جواب:(1) قانون کے نگران قانون شکنی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

(2) اخلاقی بے راہ روی پر، بداخلاقیوں اور ظلم پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔(3) ایک دوسرے کو برائی سے منع نہیں کرتے۔

سوال 4: صحت مند معاشرے کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب:(1) صحت مند، زندہ اور قوی معاشرے کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ہر طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دور دورہ ہوتا ہے۔(2) اس معاشرے میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن کا مشن امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا ہے۔

(3) اس معاشرے کے عوام بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کان دھرتے ہیں۔

(4) اس معاشرے پر ایسی روایات کی گرفت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾

"اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اُسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں" (58)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کا مذاق اڑایا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے آگ میں جلا دیا۔ (لباب النقول)

سوال 2: نماز کے لیے اذان دیئے جانے پر کفار کا کیا طرز عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... يَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ "اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اُسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں" نماز کے لیے اذان دیئے جانے پر کفار کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معنی نہیں سمجھتے اور شیطان کے پیروکار ہیں کیونکہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو بری طرح گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے اور اس قدر دور جا کر دم لیتا ہے کہ اذان کی آواز اس کے کان میں نہ آئے۔

(2) یہ لوگ دین اسلام میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں، اسلام کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور تمسخر اڑاتے ہیں اور دین کی تحقیر کرتے ہیں، خصوصاً نماز کے بارے میں جو کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا شعار اور سب سے بڑی عبادت ہے۔ جب مسلمان نماز کے لیے اذان دیتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کا سبب ان کی کم عقلی اور جہالت ہے۔ ورنہ اگر ان میں عقل ہوتی تو وہ نماز کی افادیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ نماز ہی ان فضائل میں سب سے بڑی فضیلت ہے جس سے نفوس انسانی متصف ہوتے ہیں۔ پس اے مومنو! جب تمہیں کفار کا حال معلوم ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تمہارے اور تمہارے دین کے ساتھ کتنی شدید عداوت رکھتے ہیں جو کوئی اس صورتحال کے بعد بھی انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھتا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام اس کے نزدیک بہت سستی چیز ہے اور اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی اس میں طعن و تشنیع کرتا ہے یا اسے کفر اور ضلالت قرار دیتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کے اندر مروت اور انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں۔ آپ اپنے لیے دین قیم کا کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں اور کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے اور اس کے سوا تمام ادیان باطل ہیں جب کہ حال یہ ہے کہ آپ ان جاہل اور احمق لوگوں کی موالات پر راضی ہیں جو آپ کے دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں؟ اس آیت کریمہ میں کفار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ عداوت رکھنے کی ترغیب ہے اور یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہے جو ادنیٰ سا بھی فہم رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/703,702)

(3) سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ جب شام کے سفر کو جانے لگے تو سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کیے تھے، کہا آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا: ہاں سنو جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ رکے تو نماز کے وقت نبی ﷺ کے موذن نے اذان کہی، ہم نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، کہیں آپ ﷺ کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟'' سب نے میری طرف اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے اور سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا: ''اٹھو اذان کہو'' واللہ! اس وقت نبی ﷺ کی ذات سے اور آپ ﷺ کی فرماں برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا، اب خود آپ ﷺ نے مجھے اذان سکھائی اور جو سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، پھر اذان پوری بیان کی، جب میں اذان سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا: اللہ تجھ میں اور تجھ پر اپنی برکت نازل کرے۔ اب تو اللہ کی قسم! میرے دل سے رسول ﷺ کی عداوت بالکل جاتی رہی، نبی ﷺ کی ایسی محبت دل میں پیدا ہو گئی، میں نے آرزو کی کہ مکے کا موذن نبی ﷺ مجھ کو بنا دیں۔ آپ نے میری درخواست منظور فرمالی اور میں مکے میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر سیدنا عتاب بن اسید سے مل کر اذان پر مامور ہو گیا۔ سیدنا ابو محذورہ کا نام سمرہ بن مغیرہ بن لوذان تھا، نبی ﷺ کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے موذن رہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔(تفسیر ابن کثیر:1/782,781)

(4) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں'' جو لوگ سچے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشا بناتے ہیں بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔

سوال 3: آج دین کو مذاق اور تفریح کیسے بنایا جاتا ہے؟

جواب: (1) اسلامی شعائر کا مذاق اڑا کر دین کو تفریح کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ (2) اسلام پسندوں کو قدامت پرست اور رجعت پسند کہا جاتا ہے۔ (3) آج آوازیں کسنے کا دائرہ پھیل گیا جتنا ذرائع ابلاغ نے ترقی کی اتنا ہی مذاق اڑانے میں وسعت آ گئی۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ

''کہہ دو کہ اے اہل کتاب! نہیں تم ہم سے انتقام لیتے ہو سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ قَبْلُ ۘ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور بلاشبہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں" (59)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی، جن میں ابو یاسر بن اخطب، نافع بن ابی نافع اور غازی بن عمر تھا، انھوں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ رسولوں میں سے کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ پر اور جو کتاب سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی گئی ہے اور سیدنا اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام پر اور ان کی اولاد میں جو کتابیں نازل کی گئی ہیں ان پر اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی ہے اور ان کے علاوہ اور دوسرے انبیاء کرام کو جو کتابیں دی گئی ہیں سب پر ایمان رکھتا ہوں ہم کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں، جب آپ ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا، تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور بولے کہ ہم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اس شخص پر ایمان لاتے ہیں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔" (لباب النقول)

سوال 2: اہل کتاب ایمان کی وجہ سے مسلمانوں کو برا سمجھتے تھے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...فٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ اے رسول آپ کہہ دیجیے۔

(2) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ "اے اہلِ کتاب" یعنی اے وہ لوگو جن کو تورات، زبور اور انجیل دی گئی۔

(3) ﴿هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ "نہیں تم ہم سے انتقام لیتے ہو سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے" یعنی اس کے سوا ہم میں کیا برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جو کہ تمام کمالات کی بنیاد ہے اور ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اعتقادات اور اعمال و اخلاق کی بنیاد ہیں۔

(4) اہل کتاب کی مسلمانوں سے ناراضگی اور بگاڑ کا سبب یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر اور اللہ کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اہلِ کتاب ہر دور میں اس حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ صلیبی جنگوں کے بعد جب اہل کتاب عیسائیت کی تبلیغ میں بھی ناکام رہے تو انہوں نے مسلمانوں کے اندر یہ بات پھیلا دی کہ اب تو انسانیت نے ترقی کر لی۔ روشن خیالی کا دور ہے اب مذہبی جنگیں ہونے کا امکان نہیں۔ مسلمانوں نے بھی دینی کشمکش اور دین کی نئی زندگی کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سوچنا چھوڑ دیا تو اہلِ کتاب نے ہم پر جنگ مسلط کردی ہے۔جس کے بارے میں اُن کے مدبر حلقے اظہار کررہے ہیں کہ یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو مسلمانوں کے برخلاف ایمان پر غصہ ہے۔جیسا کہ رب العزت نے اصحاب اخدود کے بارے میں فرمایا:﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور اس کے سوا وہ اُن سے کوئی بدلہ نہیں لے رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکے تھے جو بڑا زبردست،نہایت قابلِ تعریف ہے۔'' (البروج:8)

(5)﴿وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں'' ہر نافرمان شخص کو سیدھے راستے پر چلنے والا گمراہ دکھائی دیتا ہے۔اور چونکہ فاسق سیدھے راستے کا دشمن ہوتا ہے اس لیے وہ سخت انتقامی کاروائیاں کرتا ہے تاکہ سب لوگ ڈر کر فاسق بن جائیں۔اس طرح فاسقوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔

﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

''کہہ دو کہ کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا کے اعتبار سے زیادہ بُرے لوگ ہیں؟ وہ جن پر اللہ تعالیٰ

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور ان میں سے جن کو اُس نے بندر اور سؤر بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی، یہی

وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾

لوگ مقام کے اعتبار سے بدتر ہیں اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ گمراہ ہیں'' (60)

سوال: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین سزا کے مستحق کون ہوں گے،اس کی وضاحت ﴿قُلْ...سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین سزا کے مستحق اہل کتاب ہوں گے۔

(2)﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دو کہ کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں بتاؤں جو زیادہ بُرے لوگ ہیں؟'' یعنی اہل کتاب سے کہیں کہ تم تو ہمارے بارے میں بدگمانی کرتے ہو لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بدترین سزا کسے ملے گی؟ یقیناً وہ تم ہی ہو کیونکہ تم میں یہ صفات پائی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اور تم سے اتنا ناراض ہے کہ کسی طرح راضی نہیں ہوسکتا اور اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیں بندر اور سؤر بنایا تھا۔ کیا میں تمہیں اس سے زیادہ بری چیز کے بارے میں بتاؤں؟

(3)﴿مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا کے اعتبار سے'' اور وہ یہود اور کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کو کھیل اور تماشا بناتے ہیں۔

(4)﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ﴾ ''وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی'' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

(5)﴿وَغَضِبَ عَلَيْهِ﴾ ''اور جن پر غصے ہوا'' ان پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔

(6)﴿وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ﴾ ''اور ان میں سے جن کو اُس نے بندر اور سؤر بنا دیا'' ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دیا۔

(7)﴿وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ﴾ ''اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی'' انہوں نے طاغوت کی یعنی شیطان کی بندگی کی۔

(8)(i) یہود طاغوت کی بندگی اور اطاعت کرتے تھے۔ (ii) یہود نے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت کو چھوڑ دیا تھا۔ (iii) انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی بنائی ہوئی شریعت کو اپنا لیا تھا۔

(9)(i) اہلِ کتاب کی اسلام دشمنی خطرناک ہے۔ اسلام کے خلاف سازشیں خطرناک ہیں۔ اہلِ ایمان کو دی جانے والی سزائیں اذیت ناک ہیں لیکن اس سے زیادہ بڑی اللہ کی سزا ہے۔ (ii) انسانوں کی سزا کے مقابلے میں اللہ کی سزا بہت خطرناک ہے۔ (iii) یہ سزا شر پسندی، گمراہی اور سیدھے راستے سے دور ہٹنے کی وجہ سے ہے۔

(10)﴿اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ ''یہی لوگ مقام کے اعتبار سے بدتر ہیں'' ان کا ٹھکانہ بدترین ہے کیونکہ انہوں نے شیطان کی بندگی کی جب کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔

(11)﴿وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ گمراہ ہیں'' یعنی وہ معتدل اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ دور ہیں۔

﴿وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ

''اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ﴾

اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے'' (61)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: یہود کے منافقانہ طرزِ عمل کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... یَکْتُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا جَآءُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾ ''اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں'' یہودی مکروفریب اور منافقت کی بنا پر کہتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے ہیں۔

(2) ﴿وَّقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ﴾ ''حالانکہ یقیناوہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے'' یعنی ان کا نکلنا اور داخل ہونا کفر کے ساتھ ہے۔

(3) ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے'' اللہ تعالیٰ بہت خوب جانتا ہے جو وہ کفر میں سے چھپاتے ہیں۔ اس میں ان کے لیے وعید ہے۔ (تفسیر قاسمی: 270/6)

(4) ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ لِیُحَآجُّوْکُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّکُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب بعض ان کا بعض کی طرف تنہا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ تمہارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (البقرۃ:76)

سوال 2: یہودی صبح کو ایمان لاکر، شام کو انکار کر کے دراصل کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟

جواب: (1) یہودی صبح کو ایمان لاکر، شام کو انکار کر کے دراصل مسلمانوں میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمان قرآن کو چھوڑ دیں۔ (2) یہودی چاہتے تھے کہ مسلمان افراتفری کا شکار ہوں۔ (3) یہودی چاہتے تھے کہ اس شک وشبہ کی فضا کی وجہ سے مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں۔

﴿وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

''اور آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں کہ وہ گناہ میں اور زیادتی میں اور حرام کھانے میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں

لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

یقیناً بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں!'' (62)

سوال: یہود کی بری عادات کی وضاحت ﴿وَتَرٰی ... یَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)یہود کی بری عادات کا بیان ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ﴾''اور آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں''یعنی آپ یہودیوں میں سے اکثر کو دیکھیں گے۔

(2)﴿يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾''وہ گناہ میں اور زیادتی میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں''وہ گناہ اور زیادتی میں حصہ ڈالتے ہیں یعنی وہ ان گناہوں کی طرف سبقت کرتے ہیں جو خالق کے حقوق سے متعلق ہیں اور مخلوق پر ظلم اور تعدی کے زمرے میں آتے ہیں۔(تفسیر سعدی:705/1)

(3)﴿الْاِثْمِ﴾ہر نقصان دہ اور فاسد چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے اعتقاد،قول اور عمل کے اعتبار سے حرام ٹھہرایا ہو۔

(4)﴿الْعُدْوَان﴾ظلم کو کہتے ہیں یعنی وہ گناہوں اور ظلم کی طرف سبقت لے جاتے ہیں۔سارعة باب مفاعلة ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو باہم مقابلہ کر رہے ہیں،ہر گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر مال کھاتے ہیں۔بگڑے ہوئے معاشروں میں بااثر افراد کے ساتھ ضعیف لوگ بھی اس گناہ اور عدوان کے سیلاب میں بہتے چلے جاتے ہیں۔(فی ظلال القرآن)

(5)﴿وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ﴾''اور حرام کھانے میں''﴿السُّحْتَ﴾مال حرام کو کہتے ہیں جیسے رشوت،سود وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر)

(6)﴿لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''یقیناً بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں''ان کی مذمت کی گئی ہے کہ ان کا عمل بہت برا عمل ہے اور ان کی زیادتی بہت بری زیادتی ہے۔

﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

''رب والے اور علماء انہیں گناہ کی بات کرنے سے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

یقیناً بُرا ہے جو وہ کیا کرتے تھے!''(63)

سوال:یہود کے حکام اور علماء کی کس وجہ سے مذمت کی گئی ہے،اس کی وضاحت﴿لَوْلَا ... يَصْنَعُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)یہود کے حکام اور علماء کی بے پرواہی کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو گناہوں سے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السُّحْت﴾ ''رب والے اور علماء انہیں گناہ کی بات کرنے سے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے'' (i) ربانی: رب والے جو دنیا سے بے رغبت تھے۔(ii) الاحبار: علماء۔(تفسیر قاسمی:271/6)(iii) الاثم: ہر نقصان دہ اور فاسد کام۔ (iv) السحت: مال حرام۔

(3) علماء جو عوام الناس کے نفع کے درپے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش سے نوازا ہے، انہوں نے لوگوں کو ان گناہوں سے کیوں نہ روکا جو ان سے صادر ہوتے ہیں تا کہ ان سے جہالت دور ہو جاتی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی۔ کیونکہ یہ علماء ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں اور ان کے سامنے دین کا راستہ واضح کریں، انہیں بھلائیوں کی ترغیب دیں اور برائیوں کے انجام سے ڈرائیں۔(تفسیر سعدی:705/1)

(4) ان کے علماء اور درویش انہیں حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے۔ یہود کے علماء اور فقہا دین کو صبح و شام اپنا مشغلہ بنائے ہوئے تھے دین کے نام پر ان کی قیادت قائم تھی۔ انہیں بڑی بڑی رقمیں ملتی تھیں۔ ان کی مقبولیت کا راز عوامی پسند کے دین کی نمائندگی تھی۔ وہ خدا کے پسندیدہ دین کی نمائندگی نہیں کرتے تھے۔ ان کا بولنا چالنا بظاہر دین کے لیے تھا مگر درحقیقت وہ ایک قسم کی دنیاداری تھی جو دین کے نام پر جاری تھی۔ دین کے نام پر لوگوں کو وہ چیز دے رہے تھے جس کو لوگ دین کے بغیر اپنے لیے پسند کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے عوام سے خاموش مفاہمت کر لی تھی۔ وہ عوام میں ایسا دین تقسیم کر رہے تھے جس میں زندگی بدلے بغیر سستی جنت مل جائے۔ اس پر رب العزت نے احساس دلایا کہ دیکھو تمہارا منصب تھا انسانوں کو رب سے جوڑنا، ربانی طریقوں پر چلانا اور تم کس طرح انہیں دین سے جدا کرتے جا رہے ہو۔

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو تم سے اگلے لوگ اسی بنا پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے تو ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے، جب یہ عادت ان میں پختہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں۔ پس تمہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم کرو، برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے، یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا اور نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جس قوم میں کوئی اللہ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔'' (مسند احمد) ابوداؤد میں ہے کہ ''یہ عذاب ان کی موت سے پہلے ہی آئے گا۔'' ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔(تفسیر ابن کثیر:784/1)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''جب کوئی شخص کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوم میں معاصی کا ارتکاب کرے اور وہ اسے منع کرنے کی قدرت کے باوجود منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے ضرور انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے گا۔'' (ابوداؤد:4339)

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنھوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے انھیں دریا سے پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انھوں نے سوچا کیوں نہ ہم اپنے ہی حصے میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو تمام کشتی والے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔'' (صحیح بخاری:2493)

(8) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور گناہ کرنے والوں سے گناہ نہ کرنے والے زیادہ زوردار ہوں اور زیادہ عزت والے ہوں لیکن وہ ان کاموں کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب کرے گا۔'' (ابن ماجہ:4009)

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

''اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ہاتھ تو اُنہی کے باندھے گئے ہیں اور اِس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا اُن پر

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

لعنت کی گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، اور جو آپ کے رب کی جناب سے

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ

آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ اُن میں سے اکثریت کی سرکشی اور کفر میں یقیناً اضافہ کر دے گا اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے

اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ

دن تک بغض و عداوت ڈال دی ہے جب بھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

کوششیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' (64)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:طبرانی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، یہودیوں میں سے بناش بن قیس نامی ایک شخص نے کہا کہ آپ کا پروردگار بخیل ہے، کچھ خرچ نہیں کرتا،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ابوالشیخ نے دوسرے طریقے پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ یہود بنی قینقاع کے سردار فخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (لباب النقول)

سوال2: یہود نے اللہ تعالیٰ کی شان میں جو گستاخی کی ،اس کی وضاحت ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ ''اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے''یعنی یہودیوں نے رب العالمین کی بلند ترین شان میں سخت گستاخی کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ تو کنجوس ہے جیسا کہ انہوں نے کہا تھا:﴿اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔'' (آل عمران:181)(مختصر ابن کثیر:454/1)

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿مَغْلُوْلَةٌ﴾ یعنی بخیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے پاس مال روکے ہوئے ہے اور بخل کی وجہ سے خرچ نہیں کرتا۔(ابن ابی حاتم)

(3)﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے یعنی نیکی، خیر، بھلائی اور احسان سے بند ہو گیا ہے۔

سوال3: یہود کی بدگوئی کا کیا جواب دیا گیا ہے،اس کی وضاحت ﴿غُلَّتْ ... يَشَآءُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) یہودیوں کی بدگوئی کا جواب ان کی گفتگو کے مطابق دیا گیا ہے۔رب العزت نے ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا﴾ ''ہاتھ تو انہی کے باندھے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا ان پر لعنت کی گئی'' یہود بخیل ترین، نیکی کے اعتبار سے قلیل ترین، اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوءظنی میں بدترین اور اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے بعید ترین لوگ ہیں جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔

(2)﴿وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا﴾ ''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا اُن پر لعنت کی گئی'' یہود کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بخیل کی صفت سے متصف کیا۔(ایسر التفاسیر:354)

(3)﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے'' اس پر کوئی پابندی عائد نہیں اور کوئی روکنے والا نہیں جو اسے اپنے ارادے سے روک سکے۔اس کا فضل و کرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دینی و دنیاوی احسان بہت وسیع ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کے جھونکوں سے مستفید ہوں۔ وہ اپنی نافرمانیوں کے ذریعے سے اپنے آپ پر اس کے فضل و احسان کے دروازے بند نہ کریں۔ اس کی داد و دہش دن رات جاری ہے، اس کی عطاء و بخشش ہر وقت موسلا دھار بارش کی مانند ہے۔ وہ دکھوں کو دور کرتا ہے، غموں کا ازالہ کرتا ہے، محتاج کو بے نیاز کرتا ہے، قیدی کو آزاد کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے، مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہے، محتاج کو عطا کرتا ہے، مجبوروں کو ان کی پکار کا جواب دیتا ہے، سوال کرنے والوں کے سوال کو پورا کرتا ہے۔ جو اس سے سوال نہیں کرتا اسے بھی نعمتیں عطا کرتا ہے، جو اس سے عافیت طلب کرتا ہے اسے عافیت عطا کرتا ہے، وہ کسی نافرمان کو اپنی بھلائی سے محروم نہیں کرتا بلکہ نیک اور بد سب اس کی بھلائی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اولیاء کو نیک اعمال کی توفیق سے نوازتا ہے جو اس کا جود و کرم ہے، پھر وہ ان اعمال پر ان کی تعریف کرتا ہے اور ان کی اضافت ان کی طرف کرتا ہے اور یہ بھی اس کے جود و کرم کا نتیجہ ہے اور ان کو دنیا اور آخرت میں ایسا ثواب عطا کرتا ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے اور بندے کے طائر خیال کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ وہ تمام امور میں ان کو لطف و کرم سے نوازتا ہے۔ وہ اپنا احسان ان تک پہنچاتا رہتا ہے۔ وہ اپنے طور پر ہی ان سے بہت سی مصیبتیں دور کر دیتا ہے کہ ان کو اس کا شعور تک نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ بندوں کے پاس جو نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور تکالیف کو دور کرنے کے لیے اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہیں اور برکت والی ہے وہ ذات جس کی مدح و ثنا کو کوئی شمار نہیں کر سکتا، بس وہ ایسے ہے جیسے اس نے خود اپنی مدح و ثنا بیان کی۔ بالا و بلند ہے وہ ہستی کہ بندے ایک لمحے کے لیے بھی اس کے فضل و کرم سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ ان کا وجود اور ان کی بقا اسی کے جود و کرم کی مرہون ہے۔ اللہ تعالیٰ برا کرے ان لوگوں کو جو اپنی جہالت کی بنا پر اپنے آپ کو اپنے رب سے بے نیاز سمجھتے ہیں اور اس کی طرف ایسے امور منسوب کرتے ہیں جو اس کی جلالت کے لائق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان یہود کے ساتھ، جنہوں نے یہ بدگوئی کی ہے اور ان جیسے دیگر لوگوں کے ساتھ ان کے کسی قول پر معاملہ کرتا، تو وہ ہلاک ہو جاتے اور دنیا میں بدبختی کا شکار ہو جاتے۔ مگر وہ اس قسم کی گستاخانہ باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بردباری سے پیش آتا ہے اور ان سے درگزر فرماتا ہے، اور ان کو ڈھیل دیتا ہے مگر ان کو مہمل نہیں چھوڑتا۔ (تفسیر سعدی: 707,706/1)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ ''اور اُس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اُس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔'' (ابراہیم: 34)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کیے جا رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 4684)

سوال 4: قرآن مجید کے نزول کا اکثر یہود پر کیا اثر ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ ... وَّكُفْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ ''اور جو آپ کے رب کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثریت کی سرکشی اور کفر میں یقیناً اضافہ کر دے گا'' قرآن مجید کا نزول اکثر یہودیوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں آپ ﷺ کو دی ہیں وہ آپ ﷺ کے دشمنوں کے حق میں عذاب ہیں جس طرح ان سے ایمان والوں کے ایمان، عمل صالح اور علم نافع میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کافروں، حاسدوں اور بے ایمانوں کے دل میں سرکشی اور کفر بڑھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (حم السجدہ: 44)

(3) یہ بندے کے لیے سب سے بڑی سزا ہے کہ جس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے اور جس کو قبول کرنا واجب ہے وہی ان کی گمراہی اور سرکشی میں اضافہ کر دے۔ (مختصر ابن کثیر: 455/1)

(4) اللہ تعالیٰ کا کلام اس کا سب سے بڑا احسان ہے وہ ذکر جس پر شکر ادا کرنا چاہیے کچھ لوگوں کی سرکشی اور باطل پرستی میں اضافہ کر دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسے ٹھکراتے ہیں اور باطل شکوک وشبہات کی وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوال 5: ﴿وَاَلْقَيْنَا ... يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک بغض وعداوت ڈال دی ہے'' اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان قیامت تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دشمنی ڈال دی ہے۔ان کے فرقوں میں قیامت تک اتحاد نہیں ہوسکتا۔یہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے،ایک دوسرے سے محبت نہیں کریں گے،کسی ایسی بات پر متفق نہیں ہوں گے جس میں ان کی کوئی مصلحت ہو۔ہمیشہ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھیں گے۔قیامت تک ایک دوسرے پر ظلم کریں گے۔گزشتہ چودہ سو سال میں اور اسلام کی آمد سے پہلے یہودی اور عیسائی دست و گریبان رہے ہیں۔آج اگر وہ اسلام دشمنی میں متحد ہو گئے ہیں تو کل ضرور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگا۔

(2)﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ﴾ ''جب بھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے'' جب کبھی یہ لڑائی کی آگ سلگائیں گے تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور ان پر جنگ مسلط کر دیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دے گا۔

(3) جب کبھی وہ یہودی نبی ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے منصوبے باندھتے،اللہ تعالیٰ ان کی چال ان پر الٹ دیتا،پھر ان کی سازشوں کا وبال انہی پر الٹ پڑتا تھا۔

(4)﴿اَطْفَاَهَا اللّٰهُ﴾ اللہ تعالیٰ کبھی مسلمانوں کی مدد کر کے،کبھی ان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر اور کبھی ان کے لشکروں کو منتشر کر کے لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا تھا۔

(5)﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا﴾ ''اور وہ زمین میں فساد کی کوششیں کرتے ہیں'' فساد پھیلانا یہود کی گھٹی میں ہے۔وہ زمین میں فساد پھیلانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔

(6) تین کام ایسے ہیں جو زمین کا فساد ہیں:(i) معاصی اور نافرمانیوں کا ارتکاب۔

(ii) باطل دین کی طرف دعوت۔(iii) لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنا۔

(7)﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ فساد کو سخت ناپسند کرتا ہے اور فساد کرنے والوں سے ناراض ہے اور انہیں سخت سزا دے گا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

''اور اگر واقعتاً اہلِ کتاب ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

اور انہیں ضرور نعمت کی جنتوں میں داخل کرتے'' (65)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں اہل کتاب سے کیا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں اہل کتاب سے برائیوں کے دور کر دیئے جانے اور نعمتوں والی جنتوں میں داخلے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(2) ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اور اگر واقعتا اہلِ کتاب'' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے۔

(3) ﴿اٰمَنُوْا﴾ ''ایمان لاتے'' یعنی اللہ اور اس کے رسول پر اور جو وہ دین حق میں سے لے کر آئے اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے۔

(4) ﴿وَاتَّقَوْا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے'' کفر، شرک، کبیرہ گناہوں اور فواحش سے بچتے۔ (ایسر التفاسیر: 355)

(5) ﴿لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے'' اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی برائیوں کے تذکرے کے بعد اپنے جود و کرم سے انہیں توبہ کی طرف بلایا ہے کہ اگر وہ ایمان لائیں، گناہوں سے پرہیز کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیاں معاف کر دے گا۔ ان کے گناہوں کو مٹا دے گا اور ان کی خطاؤں کو دھو ڈالے گا۔

(6) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہاتھ پھیلایئے میں آپ سے بیعت کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلا دیا مگر میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا فرمایا: ''عمرو کیوں کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا میں ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں، فرمایا کیا ہے بیان کرو۔ میں نے عرض کیا میں یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میرے گزشتہ قصور معاف کر دیئے جائیں۔ فرمایا: ''عمرو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی پہلے کیے ہوئے گناہوں کو گرا دیتی ہے اور حج بھی گزشتہ گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔'' (تفسیر مظہری: 352/3)

(7) ﴿وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''اور اُنہیں ضرور نعمت کی جنتوں میں داخل کرتے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر وہ ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں تو انہیں نعمت بھری جنتوں میں داخل کرے گا اور اس کی بہاریں نصیب کرے گا۔ جہاں وہ جو چاہیں گے پائیں گے، جس میں وہ سب کچھ ہے جسے دل پسند کرتے ہیں، جن سے انسان لذت اٹھاتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ

''اور اگر واقعتا وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور جو اُن کے رب کی جناب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے تو وہ اپنے اوپر سے بھی

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے۔ اِن میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے

﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾

ع 10 13

اور ان میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی برا عمل کر رہے ہیں" (66)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی شرائع پر عمل کرنے کی صورت میں اہل کتاب کو کیا فائدہ ہوتا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... اَرْجُلِهِمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟ 14

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی شرائع پر عمل کرنے کی صورت میں اہل کتاب پر زمین و آسمان کی برکتوں کا ظہور ہوتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾ "اور اگر واقعتاً وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے" اس سے مراد راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انہیں اپنا دستورِ زندگی بنانا ہے۔

(2) اگر وہ تورات اور انجیل کے احکام کو قائم کرتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توجہ دلائی اور ان کو ترغیب دی ہے۔ تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد ان امور پر ایمان لانا ہے جن کی یہ دونوں کتابیں دعوت دیتی ہیں یعنی محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا۔ اگر وہ اس عظیم نعمت کو قائم کرتے جن کو ان کے رب نے نازل فرمایا ہے یعنی ان کی خاطر اور ان کے ساتھ اعتنا کی بنا پر نازل فرمایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 709/1)

(3) ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ "اور جو اُن کے رب کی جناب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ﴾ سے مراد قرآن مجید ہے۔ (ابن کثیر)

(4) ﴿لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ "تو وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے" کنایہ ہے ان پر رزق کی کشادگی سے۔ (ایسر التفاسیر: 355)

(5) اللہ تعالیٰ کتاب پر ایمان لانے کی صورت میں آسمان سے ان پر بارش برساتا اور زمین ان کے لیے پیداوار اگاتی۔

(6) اللہ تعالیٰ ان کا رزق فراخ کرتے، ان کی زندگیوں میں طہارت آتی اور ان کے لیے آسمان اور زمین کی برکتیں ہو جاتیں۔ (مختصر ابن کثیر: 456/1)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ "اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس کی وجہ سے اُنہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔'' (الاعراف:96)

سوال 2: اہل کتاب کے دو طرح کے گروہوں کی خصوصیات کی وضاحت ﴿مِنْهُمْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل کتاب کے ایک گروہ کے لوگ درمیانی روش پر ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ برے عمل کرتے ہیں۔ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ﴾ ''ان میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے'' ایک گروہ سیدھی راہ پر ہے یعنی ایک گروہ ایسا بھی ہے جو تورات اور انجیل پر عامل ہے مگر اس کا عمل قوی اور نشاط انگیز نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی:709/1)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ ''اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔'' (الاعراف:159)

(3) ﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی بُرا کر رہے ہیں'' یہود و نصاریٰ میں برائیوں کا ارتکاب کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور نیکیوں میں بھاگ دوڑ کرنے والے کم ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر:32)

(5) یہود و نصاریٰ کے اکثر لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں، دشمنی کی آگ بھڑکائے رکھتے ہیں، حق میں تحریف کرتے ہیں اور اس سے منہ موڑتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:283/6)

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ

''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (67)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابوالشیخ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے مشرف فرمایا تو میرے دل میں پریشانی ہوئی اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ لوگ ضرور میری تکذیب کریں گے تو مجھے اس چیز کا ڈر ہوا کہ میں تمام احکام کی تبلیغ کر دوں ورنہ مجھے عذاب دیا جائے گا۔'' تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! کس طرح تبلیغ کروں میں اکیلا ہوں اور سب مل کر مجھ پر ہجوم کر جائیں گے'' تو اس وقت آپ ﷺ پر جملہ نازل ہوا: ﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ﴾ (لباب النقول)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ وحی کا جو حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ... الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ وحی کا حکم دیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ وحی ہوا اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ ''اے رسول!'' علماء نے نبی اور رسول میں جو فرق بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں: (الف) آنے والے رسول کی بشارت پہلے ہی کتاب اللہ میں دے دی جاتی ہے جب کہ نبی کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔ (ب) رسول پر اللہ کی کتاب یا صحیفے نازل ہوتے ہیں اور وہ الگ سے اپنی امت تشکیل دیتا ہے جب کہ نبی اپنے سے پہلی کتاب ہی کی اتباع کرتا اور کرواتا ہے۔ (ج) رسول کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود لے لیتا ہے جب کہ انبیاء ناحق بھی سرکش کافروں کے ہاتھوں قتل ہوتے رہے۔ (تیسیر القرآن: 558/1)

(3) ﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو'' اس سے مراد ہے کہ توحید، شرائع اور احکام پہنچا دیں۔ (ایسر التفاسیر: 356)

(4) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو حکم ہے اور یہ سب سے بڑا اور جلیل ترین حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے اسے اس کے بندوں تک پہنچایا جائے۔ اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو امت نے آپ ﷺ سے حاصل کیے مثلاً عقائد، اعمال، اقوال، احکام شرعیہ اور مطالب الٰہیہ وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 709/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)دعوت دینے والا جب اپنے آپ کو مخالف ماحول میں پاتا ہے تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں سچے دین کی دعوت دیتے ہوئے دنیا کی مصلحتیں چھوٹتی ہیں۔اگر دنیوی مصلحتیں دیکھیں تو دعوتی عمل چھوٹتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ داعی کی مدد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں سے بچالے گا یوں داعی یکسو ہو جاتا ہے۔

(6)﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ﴾ ''اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا'' اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچایا﴿فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ﴾ ''تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا'' تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری نہیں کی۔

(7)﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ﴾ اور اگر آپ ﷺ نے کسی خیر میں کمی کی اسے نہ پہنچایا۔﴿فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ﴾ تو گویا آپ ﷺ نے کچھ بھی نہیں پہنچایا۔(ایسر التفاسیر:356)

(8)رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پوری طرح پہنچا دیا،آپ ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی،ان کو برے انجام سے ڈرایا،ان کو ایمان لانے پر اچھے انجام کی خوشخبری سنائی،ان کے لیے آسانیاں پیدا کیں،ان پڑھ جاہلوں کو علم سکھایا،حتیٰ کہ وہ علمائے ربانی بن گئے۔آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل،اپنے مراسلات اور ایلچیوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچا دیا۔کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف آپ ﷺ نے امت کی راہ نمائی نہ کی ہو اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے آپ نے امت کو ڈرایا نہ ہو۔آپ کی اس تبلیغ کی گواہی افاضل امت یعنی صحابہ کرام نے دی اور ان کے بعد ائمہ دین اور مسلمانوں نے دی۔(تفسیر سعدی:710,709/1)

(9)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو شخص تم میں سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل کیا تھا،اس میں سے آپ ﷺ نے کچھ چھپا لیا تھا،تو جھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اے پیغمبر! جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے یہ(سب) آپ(لوگوں تک) پہنچا دیں۔(صحیح بخاری:4612)

(10)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا،خطبہ میں آپ ﷺ نے پوچھا:''لوگو! آج کون سا دن ہے؟'' لوگ بولے:یہ حرمت کا دن ہے۔آپ ﷺ نے پھر پوچھا:''اور یہ شہر کون سا ہے؟'' لوگوں نے کہا:یہ حرمت کا شہر ہے،آپ ﷺ نے پوچھا:''یہ مہینہ کون سا ہے؟'' لوگوں نے کہا:یہ حرمت کا مہینہ ہے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''بس تمہارا خون،تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت،اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔'' اس کلمہ کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا:''اے اللہ! کیا میں نے(تیرا پیغام) پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نبی ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے، حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں) کو (اللہ تعالیٰ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (صحیح بخاری:1739)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی آیت کو چھپانا ہی ہوتا تو وہ اس آیت کریمہ کو تو ضرور چھپا لیتے ﴿وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ﴾ (الاحزاب:37) ''اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔'' (بخاری:7420، مسلم:439)

(12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ ایک چمڑے کے خیمہ سے پیٹھ لگائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا، سوائے مسلمان شخص کے، اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا نہیں دیا؟ اے اللہ! گواہ رہ! (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا)۔'' (مسلم:531)

(13) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس مرض میں جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی (اپنے گھر کا) پردہ ہٹایا، آپ ﷺ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی (کچھ ہدایات دینے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام نہیں پہنچا دیا؟'' یہ جملہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ (مسلم:1075)

(14) ﴿وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی حمایت اور لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کا وعدہ ہے۔ آپ ﷺ کے لیے مناسب یہی ہے کہ آپ ﷺ تعلیم و تبلیغ پر توجہ مرکوز رکھیں۔ مخلوق کا خوف اس مقصد سے نہ ہٹائے کیونکہ مخلوق کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے۔ جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو اپنے لیے ہی کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/710)

(15) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لیے پہرے کا انتظام کیا جاتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا'' تو آپ ﷺ نے قبے سے سر نکال کر فرمایا: ''لوگو! تم چلے جاؤ اللہ تعالیٰ مجھے دشمن سے بچائے گا۔'' (ترمذی:3046)

(16) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے بنو نجار سے غزوہ کیا، ذات الرقاع کھجور کے باغ میں آپ ﷺ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کنوئیں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے، تو بنو نجار کے ایک وارث نامی شخص نے کہا دیکھو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کیسے؟ کہا میں کسی حیلے سے آپ ﷺ کی تلوار لے لوں گا اور پھر ایک ہی وار کر کے پار کر دوں گا۔ یہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتیں بنا کر آپ ﷺ سے تلوار دیکھنے کو مانگی، آپ ﷺ نے اسے دے دی لیکن تلوار کے ہاتھ آتے ہی اس پر اس بلا کا لرزہ چڑھا کہ آخر تلوار سنبھل نہ سکی اور ہاتھ سے گر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے اور تیرے بدارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا۔'' (ابن کثیر: 788/1)

(17) آپ ﷺ کی شروع ہی سے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے ذریعہ حفاظت کروائی جو قریش کے مانے ہوئے سردار تھے، ابو طالب کے مرنے کے بعد مشرکین نے کچھ اذیت پہنچائی لیکن اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کو آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے تیار کر دیا، جنہوں نے آپ ﷺ کی ہر طرح مدد کی اور اپنی جانوں پر کھیل کر آپ ﷺ کی حفاظت کی۔ اہل کتاب یا مشرکین میں سے جب بھی کسی نے آپ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ یہودیوں نے جادو کیا تو اللہ تعالیٰ نے ''معوذتین'' بطور دوا و علاج نازل فرما دیں، اور خیبر کے یہودیوں نے جب گوشت میں زہر ڈال کر کھلانا چاہا تو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبر کر دی اور ان کے شر سے بچا لیا۔ (تیسیر الرحمن: 358/1)

(18) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک بار سرداران قریش سے) ابو جہل نے کہا کہ محمد (ﷺ) آپ حضرات کے روبرو اپنا چہرہ خاک آلود کر لیتا ہے؟ جواب دیا گیا: ہاں۔ اس نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے اس حالت میں اسے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس کا چہرہ مٹی پر رگڑ دوں گا۔ اس کے بعد اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس زعم میں چلا کہ آپ ﷺ کی گردن روند دے گا لیکن لوگوں نے اچانک کیا دیکھا کہ وہ ایڑی کے بل پلٹ رہا ہے اور دونوں ہاتھ سے بچاؤ کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا: ابو الحکم تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق ہے، ہولناکیاں ہیں اور پر ہیں۔ یعنی میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ میں محمد ﷺ تک پہنچ سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔'' (مسلم) اللہ تعالیٰ نے ایسے رسول ﷺ کو بچایا۔

(19) ایک بار ابو جہل نے کہا کہ برادران قریش آپ دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ ہمارے دین کی عیب چینی، ہمارے آباو اجداد کی بدگوئی، ہماری عقلوں کی تخفیف اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آتا اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر رہا ہوں کہ ایک بہت بھاری اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اسی پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا اور بنی عبد مناف بھی اس کے بعد جو جی چاہے کریں۔ لوگوں نے کہا: نہیں، واللہ! ہم تمہیں کبھی کسی معاملے میں بے یار و مددگار نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ سکتے تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ صبح ہوئی تو ابوجہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی اپنی اپنی مجلسوں میں آ چکے تھے اور ابوجہل کی کاروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔ رسول اللہ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا پھر آپ ﷺ کی جانب بڑھا لیکن جب قریب پہنچا تو شکست خوردہ حالت میں واپس بھاگا۔ اس کا رنگ فق تھا اور وہ اس قدر مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر چپک کر رہ گئے تھے۔ وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ ادھر قریش کے کچھ لوگ اُٹھ کر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: ابوالحکم تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رات جو بات کہی تھی وہی کرنے جا رہا تھا لیکن جب اس کے قریب پہنچا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا، بخدا میں نے کبھی کسی اونٹ کی ویسی کھوپڑی، ویسی گردن اور ویسے دانت دیکھے ہی نہیں۔ وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل تھے، اگر ابوجہل قریب آتا تو اسے دھر پکڑتے۔'' (ابن اسحاق:1/298,299)

(20) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کافر خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں بھلائی کی توفیق دیتا ہے نہ ہدایت۔

سوال 3: جب ایک دعوت دینے والا سچے دین کی دعوت دیتا ہے تو اسے کیا خدشات لاحق ہوتے ہیں؟

جواب: جب ایک دعوت دینے والا سچے دین کی دعوت دیتا ہے تو اسے یہ خدشات لاحق ہوتے ہیں کہ:

(1) اگر مصلحت کے بغیر سچے دین کی دعوت دوں گا تو سخت ترین ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(2) میرا مذاق اڑایا جائے گا۔ (3) مجھے بے عزت کیا جائے گا۔ (4) میری معیشت تباہ کر دی جائے گی۔

(5) میرے خلاف کاروائیاں کی جائیں گی۔ (6) میں مددگاروں سے محروم ہو جاؤں گا۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

''آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمہاری جانب تمہارے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

رب کی جناب سے نازل کیا گیا ہے اور وہ ضرور اُن میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا جو آپ کے رب

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا، چنانچہ آپ کافر لوگوں پر غم نہ کریں'' (68)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رافع، سلام بن مشکم اور مالک بن صیف آ کر کہنے لگے کہ محمد ﷺ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور اس کے دین پر ہیں اور جو کتاب ہمارے پاس ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں مگر تم نے نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اور جو تمہاری کتاب میں ہے، اس کا انکار کرتے ہو اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دو، اسے چھپاتے ہو'' تو انھوں نے کہا جو ہمارے پاس ہے، ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم ہدایت اور حق پر ہیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر بھی نہیں الخ۔ (تفسیر ابن کثیر: 358,357/1)

سوال 2: اہل کتاب کی نجات کی کیا واحد صورت ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل کتاب کی نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ تورات، انجیل اور قرآن مجید پر ایمان لائیں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ اب قرآن مجید پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دو۔

(3) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اے اہل کتاب'' یعنی یہود و نصاریٰ۔

(4) ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''تم کسی چیز پر نہیں'' تم کسی بھی اصول پر نہیں ہو۔ تم نے نہ اپنی کتابوں کو یعنی تورات و انجیل کو مانا ہے، نہ اپنے نبی کی تصدیق کی ہے، نہ محمد ﷺ کی اور نہ قرآن کی تصدیق کی۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ یہود کی گمراہی کا اعلان کر دیں۔

(6) ﴿حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾ ''یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو'' اقامت تورات و انجیل کا تقاضا تھا کہ ان پر ایمان لا کر ان کو قائم کریں، ان کی پیروی کریں، جس کا حکم دیتی ہیں اس پر عمل کریں۔

(7) ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ﴾ ''اور اس کو جو تمہاری جانب نازل کیا گیا ہے'' یعنی تورات و انجیل کے ساتھ ساتھ جو بھی تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اس میں قرآن مجید بھی شامل ہے۔

(8) ﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تمہارے رب کی جناب سے'' تمہارا رب جس نے تمہاری تربیت کی اور تمہیں نعمتوں سے نوازا۔ تم پر اس کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ تمہاری طرف کتابیں نازل فرمائیں پس تم پر فرض ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہو۔اس کے احکامات کا التزام کرو اور اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کے عہد کی جو ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے اسے پورا کرو۔(تفسیر سعدی:1/710)

(9)﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا﴾ ''اور وہ ضرور اُن میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا جو آپ کے رب کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا'' (i)اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ان کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوتا ہے جن کے دل کی گہرائیوں سے سچائی کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

(ii)ایسے لوگوں کے لیے حق کا اعلان کیا جائے تو ان کے دل کی گندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔

(10)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل:82)

(11)﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ کافر لوگوں پر غم نہ کریں'' آپ ﷺ کافروں پر غم نہ کریں کیونکہ انہوں نے خود اس راستے کا انتخاب کیا اور آپ ﷺ کا کام ہے پہنچا دینا۔ان کے عمل کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے۔ان کے ایمان نہ لانے سے آپ ﷺ ملول نہ ہوں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بن گئے اور صابی اور عیسائی، جو شخص بھی ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن

الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو اُن پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (69)

سوال1:کسی بھی شخص کی نجات کا دارومدار کس چیز پر ہے،اس کی وضاحت﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)کسی بھی شخص کی نجات کا دارومدار اللہ تعالیٰ اور زندگی بعد الموت پر ایمان اور اعمال صالح پر ہے اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک شریعت محمدی پر ایمان نہ لایا جائے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔اور وہ اہل اسلام ہیں۔(3)﴿وَالَّذِيْنَ هَادُوْا﴾''اور جو یہودی بن گئے''یعنی یہودی۔ (4)﴿وَالصَّابِـُٔوْنَ﴾''اور صابی''یعنی بے دین جو اہل کتاب کا ایک فرقہ ہیں۔(ایسر التفاسیر)قتادۃ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ زبور پڑھتے تھے،غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے۔اپنی شریعت کے حامل تھے،ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی،یہ عراق کے متصل آباد تھے،یلوثا کہے جاتے تھے،نبیوں کو مانتے تھے،ہر سال میں تیس روزے رکھتے تھے اور یمن کی طرف منہ کر کے دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر:789/1)(5)﴿وَالنَّصٰرٰى﴾یعنی عیسائی۔

(6)﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾''جو شخص بھی ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا کر نیک عمل کرے گا اس کے لیے نجات ہے یعنی مسلمان،یہودی،عیسائی اور صابی کسی کا بھی دین قابل قبول نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ لے آئیں اور نیک عمل نہ کریں۔

(7)﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾''تو اُن پر نہ خوف ہے''قیامت کے دن جو دہشت ناک حالات پیش آئیں گے ان کا انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔

(8)﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''اور نہ وہ غمگین ہوں گے''جو کچھ دنیا اور اس میں ہے جو کچھ وہ چھوڑ جائیں گے اس کا غم نہیں ہوگا۔اس عزت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ انہیں کثیر ثواب عطا کرے گا۔(جامع البیان:331/6)

سوال 2:اس آیت میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اسلام آنے کے بعد بھی اپنے دین پر قائم رہنے کی گنجائش ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کوئی جس عقیدے پر بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے گا تو اس کے لیے کوئی خوف وغم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور جیسا کہ آیت نمبر 68 میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ایمان نہیں جب تک کہ تم اپنی کتابوں کے احکام اور قرآن پر عمل نہ کرو۔ان کتابوں میں یہ حکم دیا گیا کہ جب آخری نبی محمد ﷺ کا زمانہ پاؤ تو ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ محمد (ﷺ) کی جان ہے!اس امت میں جو شخص بھی ہے،خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی،وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی شریعت پر ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائے بغیر مرگیا، وہ جہنمی ہے۔" (مسلم:386)

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ

"بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اوران کی جانب بہت سے رسول بھیجے تھے، جب بھی کوئی رسول ان کے پاس

بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ﴾

وہ چیز لے کرآیا جواُن کے دل نہیں چاہتے تھے تو ایک گروہ کوانہوں نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو وہ قتل کرتے رہے" (70)

سوال: بنی اسرائیل حسبِ خواہش شریعت مانتے تھے اور باقی ٹھکرا دیتے تھے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ... يَّقْتُلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ "بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا" ہم نے بنی اسرائیل سے اخلاص، اپنی توحید اور جس کا ہم حکم دیں اس پر عمل کرنے اور جس سے روکیں اس سے رکنے کا پختہ عہد لیا۔ (جامع البیان:6/332)

(2) ہم نے بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے واجبات کو قائم کرنے کے بارے میں بھاری عہد لیا۔

(3)﴿وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا﴾ "اوران کی جانب بہت سے رسول بھیجے تھے" ہم نے بنی اسرائیل کی طرف رسول بھیجے اور ہم نے اپنے رسولوں کی زبان سے اپنی اطاعت کے اعمال پر کثیر ثواب دینے کا وعدہ کیا اور اپنی نافرمانی کے اعمال پر شدید عذاب کی وعیدیں دیں۔ (جامع البیان:6/332)

(4) ہم نے ان کی طرف پے در پے رسول بھیجے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے اور ان کو رشد و ہدایت کی طرف بلاتے تھے مگر یہ چیز ان کے کسی کام نہ آئی، نہ اس نے کوئی فائدہ دیا۔ (تفسیر سعدی:1/214)

(5) بنی اسرائیل کی طرف آنے والے رسولوں میں سیدنا یعقوب علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام شامل ہیں۔

(6)﴿كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ﴾ "جب بھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لے کرآیا جواُن کے دل نہیں چاہتے تھے" بنی اسرائیل کے دل حق کو نہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ ان کے دل مریض تھے اسی لیے وہ حق کی طرف نہیں جھکتے تھے۔

(7)﴿فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ﴾ "ایک گروہ کوانہوں نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو وہ قتل کرتے رہے" بنی اسرائیل خواہش پرست تھے۔ انہوں نے اپنی خواہشات کو شریعت پر مقدم کیا کیونکہ انبیاء کی تعلیمات ان کو اپنی خواہشات سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹکراتی محسوس ہوتی تھیں۔اس لیے جتنی شریعت خواہشات کے مطابق ہوتی اسے مان لیتے اور باقی کو ٹھکرا دیتے۔پھر جو رسول خواہشات کی مخالفت میں شریعت لے کر آیا انہوں نے یا تو اسے جھٹلایا یا قتل کر دیا۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ ''تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر آیا تو تم نے تکبر کیا۔پھر کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا'' (البقرۃ:87)

﴿وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا

''اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کوئی فتنہ نہ ہوگا تو وہ لوگ اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا،

كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

پھر ان میں سے بہت سے اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں'' (71)

سوال:﴿وَحَسِبُوْۤا ... بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ ''اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کوئی فتنہ نہ ہوگا'' یہودیوں نے یہ گمان کیا کہ اگر ان کے جرم پر اللہ تعالیٰ نے فوراً انہیں پکڑا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی سب حرکات دیکھ رہے تھے۔

(2) لفظ﴿فِتْنَةٌ﴾ کے اصل معنی آزمائش کے ہیں مطلب یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں اس لئے ہم پر دنیا میں کسی قسم کی ادبار و نحوست یا غلبہ دشمن کی کسی قسم کی کوئی بلا نازل نہیں ہوگی۔(کبیر)

(3) بنی اسرائیل یہ گمان کرتے تھے کہ ان کی نافرمانیوں کی بنا پر کوئی عذاب نہیں آئے گا نہ انہیں سزا دی جائے گی یعنی انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے شدائد اور سختیوں میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔اس طرح وہ اپنے باطل پر قائم رہیں گے۔

(4) مگر ان پر بلا نازل ہوئی چنانچہ جب وہ پہلی مرتبہ سیدنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں حق سے بہرے اور اندھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے کافر اور ظالم بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے ان کی مسجد اقصیٰ کو جلا دیا،ان کے اموال لوٹے اور ان کی اکثریت کو لونڈی غلام بنا کر بابل لے گیا۔(اشرف الحواشی:144/1)

(5)﴿فَعَمُوْا وَصَمُّوْا﴾ ''تو وہ لوگ اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے'' یہودیوں کا جرم یہ بھی تھا کہ وہ توبہ کی بجائے اندھے ہوئے اور بہرے بن کر سرکشی میں بڑھتے چلے گئے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) یہودیوں نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر انہیں نہیں پکڑے گا اس لیے وہ حق سے اندھے بن گئے اور نصیحت سننے کے لیے ان کے کان بہرے بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا اور ان پر بہت برا عذاب مسلط کر دیا۔ (ایسر التفاسیر:358)

(7) وہ حق اور ایفائے میثاق سے اندھے بنے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی عبادت میں اخلاص کے بارے میں لیا تھا۔ (جامع البیان:332/6)

(8) ﴿ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا'' یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا اور ان کی توبہ بھی قبول کر لی۔

(9) ﴿ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''پھر ان میں سے بہت سے اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے'' دوسری بار ان میں تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب اندھے اور بہرے بن گئے۔ (ایسر التفاسیر:358)

(10) یعنی انہی اوصاف کے ساتھ وہ پھر اندھے اور گونگے بن گئے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اپنی توبہ اور ایمان پر قائم رہے۔ (تفسیر سعدی:712/1)

(11) ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں'' یعنی وہ ہر ایک کے عمل سے باخبر ہے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اچھا عمل ہو گا تو اچھی جزا، برا عمل ہو گا تو بری جزا۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ

''بلاشبہ ان لوگوں نے یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل!

اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی اور یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾

نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' (72)

سوال 1: نصاریٰ کے کفر کی وضاحت ﴿لَقَدْ...مَرْيَمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''بلاشبہ ان لوگوں نے یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے کفر کے بارے میں آگاہ کیا ہے جس کی بنیاد یہ تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو بغیر باپ کے جنم دیا اور وہ عام طریقہ کار سے ہٹ کر پیدا ہوئے جب کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی'' اللہ تعالیٰ کی شان اس شرکیہ کلمے سے پاک ہے۔ مسیح اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں آپ نے گہوارے میں جو باتیں کیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ ''بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔'' (مریم:30) اور فرمایا: ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔'' (مریم:36) (مختصر ابن کثیر)

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توحید کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... مِنْ اَنْصَارٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الْمَسِيْحُ﴾ ''حالانکہ مسیح نے کہا تھا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے کہا تھا۔

(2) ﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی'' یہ بات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عہد نبوت میں ارشاد فرمائی تھی اور یہی تب ارشاد فرمائیں گے جب دوبارہ ان کا نزول ہوگا۔

(3) مسیح نے اپنے لیے عبودیت کا اظہار کیا ہے جو ساری مخلوقات کے کمال کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ربوبیت کے کمال کو ثابت کیا ہے۔ (4) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عقیدہ توحید کی طرف بلانے والے تھے۔ ان کی بعثت کا مقصد یہی تھا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ ''اور یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ کہا تھا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا اور جہنم واجب کر دے گا کیونکہ: (i) اس نے مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرایا ہے۔ (ii) اس نے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کو اس سے پھیر کر اس کا رخ غیر اللہ کی طرف کر دیا ہے۔ اس لیے یہ عین عدل ہے کہ اس کی سزا کے طور پر وہ جہنم میں رہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔'' (النساء:48)

(7)﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے اور اس کے عذاب سے بچا لے۔ کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس عذاب اور مصیبت کو دور کر دے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

''بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں،

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا'' (73)

سوال: یہاں کافروں سے کون لوگ مراد ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے'' یہاں کافروں سے مراد عیسائی ہیں جنہوں نے اپنی نادانی سے مسیح علیہ السلام ابن مریم کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور تین معبودوں میں سے تیسرا معبود قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں کے تینوں فرقے بلا استثناء کافر ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:461/1)

(2) یہاں نصاریٰ کی تکذیب کی جا رہی ہے جو اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تین کے مجموعے میں سے ایک ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس یا باپ، بیٹا اور ماں مل کر ایک معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا اور کہا کہ معبود تو صرف ایک ہی ہے۔ (تیسیر الرحمن:361/1)

(3)﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں'' اور نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی معبود جو ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔ وہ تخلیق و تدبیر کائنات میں منفرد ہے۔ مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اس کی طرف سے ہے۔ اس کے ساتھ غیر اللہ کو معبود کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:713/1)

(4)﴿وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور اگر وہ اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے عقیدے سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کافر ہیں انہیں ضرور عذاب پہنچے گا۔ (تفسیر سعدی:714/1)

(5) اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اگر وہ اپنے اقوال سے باز نہ آئے اور اس افترا پردازی اور جھوٹ سے رکے نہیں تو آخرت میں قید و بند کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ (مختصر ابن کثیر:466/1)

﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (74)

سوال: عظیم گناہوں کے باوجود توبہ کی جو دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَلَا ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ﴾ "تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟" اللہ تعالیٰ عظیم گناہ، افترا پردازی اور جھوٹ کے باوجود انہیں توبہ کی دعوت دے رہا ہے۔

(2) ﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ﴾ "تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے" آپ اپنی بات چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں لوٹتے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کا اقرار کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (3) ﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ﴾ "اور وہ اس سے بخشش (نہیں) مانگیں گے" اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش کیوں نہیں مانگتے؟

(4) مشرکوں کو توبہ کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ توبہ کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے ہر کسی کو وقت ختم ہونے سے پہلے واپسی کا موقع دیا جاتا ہے۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے جو توبہ کرنے والوں کے گناہ بخش کے ان پر رحم فرماتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا زمین کے ذروں کے برابر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے توبہ کی دعوت اس کی رحمت ہے۔

(6) (i) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

(7) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اپنے بندوں کے ساتھ فضل و رحمت کا معاملہ ہے کہ اس گناہ عظیم اور افک مبین کے باوجود انہیں توبہ و استغفار کی طرف بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب بھی میری طرف جھک جاؤ ابھی سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاف کردوں گا اور دامن رحمت میں لے لوں گا۔(ابن کثیر:1/791)

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ

"مسیح ابنِ مریم تو صرف ایک رسول ہے یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اُس کی ماں صدیقہ تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

تھے، آپ دیکھیں ہم کیسے اُن کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر رہے ہیں، پھر آپ دیکھیں کہ وہ کدھر سے پھرائے جا رہے ہیں"(75)

سوال: مسیح اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کی ماں صدیقہ ہیں، اس کی وضاحت ﴿مَا ... يُؤْفَكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ "مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہے" لہٰذا انہیں رب اور الٰہ نہ بناؤ۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور فضیلت والے رسول تھے۔

(2) مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں جو رسولوں کی جنس میں سے ہیں۔ ان کو ایسی فضیلت حاصل نہیں ہے جو انہیں ربوبیت کے مقام پر فائز کر دے۔

(3)﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ "یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں" سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں جن کی بڑی فضیلت تھی۔(ایسر التفاسیر:359)

(4)﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ "اور اُس کی ماں صدیقہ تھی" ﴿وَاُمُّهٗ﴾ ان کی ماں یعنی سیدہ مریم۔ ﴿صِدِّيْقَةٌ﴾ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے جن کا انبیاء کے بعد سب سے بلند درجہ ہے۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام اپنے قول اور اپنے عمل میں کثیر الصدق تھیں۔(ایسر التفاسیر:359)

(6) صدیقیت وہ علم نافع ہے جس کا ثمرہ یقین اور عمل صالح ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام نبی نہیں تھیں۔ ان کا بلند ترین حال صدیقیت ہے اور فضیلت اور شرف کے لیے یہی کافی ہے۔ اسی طرح سے عورتوں میں سے کوئی عورت نبی مبعوث نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کامل ترصنف یعنی مردوں میں رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ "اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے۔" (یوسف:109) جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انبیاء و مرسلین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جنس میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھیں تو نصاریٰ نے کس بنا پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان دونوں کو بھی الٰہ قرار دے دیا۔ (تفسیر سعدی: 715,714/1)

(7) ﴿كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ ''وہ دونوں کھانا کھاتے تھے'' یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں محتاج تھے۔ اگر الٰہ ہوتے تو کسی چیز کے لیے محتاج نہ ہوتے اور کھانے پینے سے بے نیاز ہوتے۔

(8) یوں عقیدہ تثلیث کی تردید میں رب العزت نے انتہائی سادہ دلائل دیئے: (i) عیسیٰ علیہ السلام انسان تھے۔

(ii) ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

(iii) کھاتے پیتے تھے اور یہ سب انسان ہونے کے دلائل ہیں۔

(9) ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''آپ دیکھیں ہم کیسے اُن کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر رہے ہیں'' اے ہمارے رسول! دیکھو ہم کیسے کفر کو باطل قرار دینے کے لیے واضح دلائل دیتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 359)

(10) ﴿ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''پھر آپ دیکھیں کہ وہ کدھر سے پھرائے جا رہے ہیں'' دیکھو! ہم اپنی آیات کو کتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں جو حق کو واضح کرتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ بھٹکتے چلے جا رہے ہیں۔

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ

''آپ کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا؟

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (76)

سوال: شرک کی تردید کیسے کی گئی، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور واضح فرمایا کہ یہ جھوٹے معبود الوہیت کے قطعاً مستحق نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے رسول آپ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہہ دیجیے۔

(2) ﴿اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو'' کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو محتاج ہے؟

(3) ﴿مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''جو تمہارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا'' جو نہ تمہیں نفع پہنچا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں نہ نقصان۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہے جس کے فیصلہ قدرت میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی۔

(4) یہ دونوں نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان، نفع ونقصان کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اگر مخلوق کو کوئی قدرت حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ام عیسیٰ بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ صاحب ''فتح البیان'' نے لکھا ہے کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ حیثیت تھی (جو نبی تھے) تو اولیاء کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے، ظاہر ہے۔ (تیسیر الرحمن: 362/1)

(5) صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے نفع پہنچائے، جسے چاہے نقصان پہنچائے، وہ نفع ونقصان کا مالک ہے۔ اسی کے فیصلے ہیں وہی اپنے فیصلوں کو نافذ کرتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے بت پرستی، انبیاء واولیاء پرستی اور دیگر ہر قسم کی عبادت سے جو غیر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ کوئی بھی معبود بننے کے لائق نہیں۔ (جامع البیان: 332/6)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کریں، اگر تم واقعی سچے ہو۔'' (الاعراف: 194)

(8) ﴿وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ السمیع ہے سب کی سننے والا اور سب کچھ سننے والا ہے، اگرچہ ان کی حاجات مختلف ہیں، اگرچہ ان میں زبانوں کا اختلاف ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ ظاہر و باطن، غیب اور حاضر، ماضی اور مستقبل کے تمام معاملات کو جانتا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے اس لیے وہ اطاعت اور ہر طرح کی عبادت کا مستحق ہے۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ

''آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو

قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾

جو اس سے پہلے یقیناً گمراہ ہو چکے اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا اور وہ بھی سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے ہیں'' (77)

ع 10 11 14

سوال: دین میں غلو نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿قُلْ ... سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ ''آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب!'' کہہ دو اے محمد! اہل کتاب میں سے ان غلو کرنے والے عیسائیوں سے کہہ دو۔ کتاب سے مراد انجیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ ''اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو'' حق سے تجاوز کر کے باطل میں نہ پڑو۔

(3)غلو کے بارے میں ابن زید نے کہا: حق سے جدائی ہے اور ان کے غلو میں سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیوی اور بیٹے کا دعویٰ کیا۔ (تفسیر الدر المنثور:2/533)

(4)اپنے قول میں زیادتی نہ کرو، کیونکہ تم حق سے تجاوز کر کے باطل کی طرف آ گئے تم نے کہا مسیح اللہ اور وہ ابن اللہ ہیں۔آپ کہو وہ عبداللہ یعنی اللہ کے بندے ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہیں۔(جامع البیان:6/336,337)

(5)یہ آیت دلیل ہے کہ دین میں غلو جائز نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ طہارت میں غلو کرتے ہیں، بہت سے لوگ صالحین اور ان کی قبروں کے سلسلے میں غلو کرتے ہیں اور بتوں کی طرح ان کی پرستش کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمن:1/363)

(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' (صحیح بخاری:3445)

(7)﴿وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور اس قوم کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو اس سے پہلے یقیناً گمراہ ہو چکے'' ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ پڑو جن کی گمراہی سامنے آ چکی۔

(8)وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی یہود جب انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں اپنی خواہشات سے کہا: عیسیٰ تم جادوگر ہو۔اور انہوں نے کہا: کہ ان کی ماں بدکار ہے۔نعوذ باللہ۔(ایسر التفاسیر:361,360)

(9)﴿وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾ ''اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا'' انہوں نے اپنی خواہشات سے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

(10)﴿وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ ''وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے ہیں'' یعنی اعتدال کے راستے سے بھٹک گئے۔وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرتے ہیں۔

(11)کسی قوم کے سواء السبیل سے بھٹکنے کی وجوہات یہ ہوتی ہیں: (i) گمراہ قوموں کے خیالات سے مرغوب ہو کر اپنے خیالات کو ان کے خیالات کے سانچے میں ڈھالنا۔(ii) اللہ کے دین کو ماننا لیکن اس کی تعبیر گمراہ قوموں کے خیالات کے مطابق ہو جائے۔(iii)اللہ کے دین کے نام پر دوسروں کے دین کو اپنانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ

''بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾

یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے'' (78)

سوال: بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت کی گئی، اس کی وضاحت ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ ... يَعْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ ''بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا داؤ داور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے'' بنی اسرائیل کے کافروں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت کی گئی یعنی انہیں دھتکارا گیا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بنی اسرائیل پر ہر زبان سے لعنت کی گئی عہد موسیٰ میں تورات میں لعنت کی گئی، عہد عیسیٰ میں انجیل میں لعنت کی گئی، سیدنا داؤد علیہ السلام کے عہد میں زبور میں لعنت کی گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔ (ابن ابی حاتم: 4/1182)

(3) جب سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف سے لعنت کی گئی تو ان میں سے ایک گروہ کو بندر بنایا گیا، جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی تو ان میں سے ایک گروہ کو سؤر بنا دیا گیا اور جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان پر لعنت کی گئی جس نے انہیں ہر خیر اور رحمت اور دنیا اور آخرت میں اس کے موجبات سے دور کر دیا۔ (ایسر التفاسیر: 361)

(4) ﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے بنی اسرائیل پر لعنت کی، اس کی تین وجوہات ہیں: (i) عصیان: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے وہ واجبات چھوڑ دیتے تھے اور حرام کاموں کو اختیار کرتے تھے۔ (ii) اعتدا: وہ دین سے زیادتی کرتے تھے، غلو کرتے اور بدعات اختیار کرتے تھے۔ (iii) انبیاء اور صالحین کا قتل کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 361)

(5) بنی اسرائیل پر اس لیے لعنت کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ یہ لعنت ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رحمت سے دوری کا سبب بن گئی۔

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾

''وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں کرتے تھے جس کو وہ کر لیتے تھے یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو وہ کر رہے تھے'' (79)

سوال 1: بنی اسرائیل کا برائی کے بارے میں کیا رویہ تھا، اس کی وضاحت ﴿كَانُوْا ... يَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) بنی اسرائیل کا برائی کے بارے میں یہ رویہ تھا کہ ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ ''وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں کرتے تھے جس کو وہ کر لیتے تھے'' وہ خود برائیاں کرتے تھے اور دوسروں کو برائیاں کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ (2) برائی کو دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنا برائی ہے۔

(3) جس طرح برائی اور معصیت کے کاموں سے رکنا فرض ہے اسی طرح برائی کرنے والوں کو روکنا بھی فرض ہے۔

(4) جو شخص برائی سے نہیں روکتا وہ گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے۔

(5) (i) جب برائی سے نہیں روکا جاتا تو شر میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں میں برائیاں کرنے کی جرأت بڑھ جاتی ہے، نیک لوگ کمزور پڑ جاتے ہیں پھر وہ برے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں پاتے۔ (ii) جب برائی سے نہیں روکا جاتا تو علم ختم ہو جاتا ہے اور جہالت عام ہو جاتی ہے۔ لوگ برائی کو قبول کر لیتے ہیں یوں حقیقت بدل جاتی ہے لوگ باطل کو ہی حق سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ (iii) برائی پر جب روکا نہیں جاتا تو لوگوں کے دلوں میں برائی جم جاتی ہے اور لوگ برے لوگوں کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں۔ (6) اللہ تعالیٰ نے برائی پر نہ روکنے کی وجہ سے بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی۔

(7) ﴿لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو وہ کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی برائی واضح کی ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام چھوڑ دیا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 360)

سوال 2: نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کے نقصانات پر احادیث تحریر کریں؟

جواب: (1) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔" (جامع ترمذی:2169)

(2) طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک آدمی کھڑا ہو کر مروان سے کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیے۔ مروان نے جواب دیا وہ دستور اب چھوڑ دیا گیا۔ (حاضرین میں سے) ابوسعید رضی اللہ عنہ بولے اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا (اب چاہے مروان مانے یا نہ مانے) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔" (صحیح مسلم:177)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو جو باتیں کہیں، ان میں یہ بات بھی تھی: "آگاہ رہو! کسی شخص کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے، جب وہ حق کو جانتا ہو" یہ حدیث بیان کر کے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: "اللہ کی قسم! ہم نے بہت سی باتیں (خلاف شرع) دیکھیں، لیکن ہم ڈر اور ہیبت کا شکار ہو گئے۔" (ابن ماجہ:4007)

(4) سیدنا عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب زمین پر گناہ کے کام کئے جاتے ہوں تو جو شخص وہاں حاضر رہا اور اسے ناپسند کیا یا برا جانا اس کی مثال اس شخص کے مانند ہے جس نے اسے دیکھا ہی نہ ہو، اور جو شخص وہاں حاضر نہ تھا لیکن اسے پسند کیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں حاضر تھا (یعنی اسے بھی گناہ سے رضا مندی کے باعث گناہ ملے گا)۔" (ابوداؤد:4345)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے پاس انصاف کی بات کہنا ہے۔" (ابوداؤد:4344)

﴿تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ

"آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا۔ یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے

سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''(80)

سوال: ﴿تَرٰی ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَرٰی كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا'' ان میں سے اکثر لوگ کافروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

(2) یہود مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ سے دوستی رکھتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے۔

(3) ﴿لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے'' یعنی کافروں سے موالات اور مسلمانوں سے ترک موالات بدترین عمل ہے جس نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ کے لیے ناراض کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 464/1)

(4) ان کے شر، کفر اور فساد کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کی صورت میں نکلا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 361)

(5) یہود کی کفار سے دوستی اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کھلا فساد ہے کیونکہ اس کے ناراض ہونے سے ہر چیز جو اس کائنات کے اندر ہے وہ ناراض ہو جاتی ہے۔

(7) ﴿فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ ایسے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے جس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے۔

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ

''اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو ان کی جانب نازل کیا گیا، تو وہ انہیں دوست نہ بناتے

وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں''(81)

سوال 1: اہل کتاب کی مشرکین و کفار میں دلچسپی کیا ثابت کرتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... فٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اہل کتاب کی مشرکین وکفار میں دلچسپی یہ ثابت کرتی ہے کہ ان کو کتاب اللہ سے کوئی دلچسپی نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔

(2)﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ﴾''اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو ان کی جانب نازل کیا گیا وہ انہیں دوست نہ بناتے''اللہ تعالیٰ، نبی ﷺ اور کتاب اللہ پر ایمان بندے پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اپنے رب اور اس کے اولیاء کے ساتھ موالات رکھے اور ان لوگوں سے عداوت رکھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس سے عداوت رکھی اور اس کی نافرمانیوں میں پڑ گئے۔پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، موالات اور اس پر ایمان کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو دوست نہ بنایا جائے۔چونکہ ان میں مطلوبہ شرط موجود نہیں اس لیے یہ چیز مشروط کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:718/1)

(3)﴿وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾''لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں''وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے، اس کے نبی ﷺ کی پیروی سے اور ایمان کے دائرے سے نکل گئے ہیں۔

(4)یہ ان کے فسق میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

''آپ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جو ایمان لائے سب سے سخت یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

اور یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جو ایمان لائے ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں

وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً ان میں علماء اور راہب ہیں اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے''(82)

سوال 1:ایمان والوں سے دشمنی میں شدید کون لوگ ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَتَجِدَنَّ... اَشْرَكُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾''آپ بلاشبہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی دشمنی میں جو ایمان لائے سب سے سخت یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اہل ایمان سے دشمنی میں شدید یہود اور مشرک ہیں۔

(2) یہودی اور مشرک مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ کرنے والے ہیں۔

(3) وہ مسلمانوں کے خلاف حسد، شدید بغض اور سخت عناد رکھتے ہیں۔

(4) یہود اور مشرکین مسلمانوں کے بڑے دشمن ہیں۔ یہود نے انبیاء کو قتل کیا۔ کئی بار نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا، آپ ﷺ کو زہر دیا، آپ ﷺ پر جادو کیا۔ مشرک بھی ان کے ہم قدم ہیں۔

سوال 2: ایمان والوں سے دوستی کے قریب کون لوگ ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَتَجِدَنَّ...يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى﴾ ''یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جو ایمان لائے ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں'' ایمان والوں سے دوستی کے قریب عیسائی ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی اس محبت و مودت کے بہت سے اسباب بتائے ہیں۔

(3) ﴿مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ ''یہ اس لیے کہ ان میں علماء بھی ہیں اور راہب ہیں'' یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں۔ ان کا ناطہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے اور ان میں غرور نفس نہیں ہے۔ سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں ان میں اصحاب نجاشی شامل ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1184/4)

(4) یعنی ان کے اندر علماء، زہاد اور گرجاؤں میں عبادت کرنے والے عباد ہیں، کیونکہ زہد کے ساتھ علم اور اسی طرح عبادت کے ساتھ علم یہ ایسی چیز ہے جو قلب کو لطیف اور رقیق بنا دیتی ہے اور اس کے اندر موجود سختی اور جفا کو زائل کر دیتی ہے۔ بنابریں ان کے اندر یہود کی سی سختی اور مشرکین کی سی شدت نہیں پائی جاتی۔ (تفسیر سعدی: 719/1)

(5) ﴿وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے'' جیسا کہ یہود اور اہل مکہ میں تکبر تھا۔ (تفسیر منیر) یعنی ان کے اندر اتباع حق کے بارے میں تکبر اور سرکشی نہیں پائی جاتی۔ اور یہ چیز مسلمانوں سے ان کی قربت اور محبت کا باعث ہے کیونکہ متواضع اور منکسر المزاج شخص، متکبر کی نسبت بھلائی کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر سعدی: 719/1)

(6) نصاریٰ مسلمانوں سے زیادہ قریب اس لئے بھی ہیں کہ ان کے اندر حصول علم اور زہد فی الدنیا کی رغبت پائی جاتی ہے۔ اور جس آدمی کے اندر یہ دونوں چیزیں پائی جائیں گی اس میں بغض و حسد کا مادہ کم ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 365/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز